أدع اِلٰی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ

تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت

دعوت وتبلیغ سے متعلق چھ صفات اوران کی تشریحات

﴿افادات﴾

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب وتشریح

محمد زید مظاہری ندوی

استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وسابق مفتی جامعہ ہتھورا باندہ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ، لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب........................ تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت

افادات .... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ

انتخاب وترتیب وتشریح.. محمد زید مظاہری ندوی

سن اشاعت.................. ۱۴۳۷ھ

صفحات........................ ۲۴۸

قیمت........................ /روپئے

ویب سائٹ.......... WWW.alislahonline.com

ملنے کے پتے

☆ دیوبند وسہارنپور کے تمام کتب خانے

☆ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ رحمانیہ ہتورا، باندا، پن کوڈ: ۲۱۰۰۱

☆ مکتبۃ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

☆ مکتبہ اشرفیہ ۳۶، محمد علی روڈ بمبئی ۹

اجمالی فہرست

تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت

فہرست تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت

مقدمۃ الکتاب ازمرتب

چھ نمبروں کی اہمیت مولانا محمد الیاسؒ کے نزدیک

تیسرا نمبر علم وذکر

علم کا بیان

ذکر کا بیان

چوتھا نمبر اکرام مسلم

اکرام علماء و مشائخ

پانچواں نمبر اخلاص نیت

چھٹا نمبر تفریغ وقت

ساتواں نمبر لایعنی سے پرہیز

اضافی نمبرات

تقریظ و تائید

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

دعوت وتبلیغ کی وہ محنت جس کی بنا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی اور ان کے فرزند سعید حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اسے پروان چڑھایا اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے دور میں اس محنت نے عالمی حیثیت حاصل کی، اس محنت کو اصول کی پابندی سے چلانے کی تاکید خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بار بار کی ہے، تبلیغ کے چھ نمبرات کو اس محنت کی اساس اور بنیادی اصول کا درجہ دیا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ دینی محنت کے لئے جو اصول قائم کئے گئے ہیں دین کے دو مآخذ قرآن وسنت ہی ہیں۔

حضرتؒ کو اصول سے ہٹ کر کام کرنے کے بارے میں جو خدشات تھے ان کے بارے میں بھی اپنی فکرمندی کا بار بار اظہار فرمایا ہے۔

آج کے دور میں جب کہ دعوت کا کام پورے عالم میں پھیل گیا ہے اور قابو سے باہر ہو رہا ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت کے وہ ارشادات جو مذکورہ بالا امور سے متعلق ہیں مختلف ملفوظات، مکاتیب اور مجالس میں منتشر تھے، مکرمی جناب مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری جن کو

اس کام کا بہت اچھا سلیقہ اور تجربہ بھی ہے اور اس بات کی فکر بھی ہے کہ دعوت کی یہ محنت جس کے بہترین ثمرات پوری دنیا میں دیکھے جارہے ہیں اپنی اصل راہ سے ہٹ کر فائدوں سے محرومی یا دینی نقصان کا سبب نہ بن جائے، انھوں نے جس طرح اس سے قبل اس سلسلہ کے چند رسائل مرتب فرمائے ہیں، چھ نمبر کی اہمیت وفضلیت اور ان کے متعلق نصوص کی تخریج کے کام کا بیڑہ اٹھایا اور اس کتاب میں اصل الاصول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ارشادات کو بنایا ہے اور بقدر ضرورت تشریح اپنی طرف سے درج کی گئی ہے۔

مفتی محمد زید صاحب اس سے قبل حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات، مواعظ وملفوظات وغیرہ موضوعات کے لحاظ سے مرتب کرنے اور ان کی اشاعت کا کام مدت سے کر رہے ہیں، اور جماعت کے اکابر علماء کرام کی طرف سے ان کو دعائیں ملتی رہی ہیں، اور ان کی ہمت افزائی کی جاتی رہی ہے، اور ان کو حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ، حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ اور دیگر بہت سے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی تائید اور ان کی دعائیں حاصل ہوتی رہی ہیں۔

یہ کام بھی اسی نوعیت کا ہے، اور اس کام کی اس وقت شدید ضرورت تھی، میں جماعت کے ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے اپنے تمام بھائیوں سے خصوصا کام سے لگے ہوئے اصاغر واکابر سے درخواست کروں گا کہ انتہائی سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے اس سلسلے کی تمام تحریروں کو بغور پڑھیں، سمجھیں اور ان کی رہنمائی میں کام کرنے کی کوشش کریں، ان شاء اللہ بہت سے فتنوں سے حفاظت ہوگی اور کام نہج پر چلے گا، اس کے نتائج بھی بہتر برآمد ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے۔ والسلام

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۱۴۳۶ھ

تقریظ و تائید

حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

دورِ حاضر کی مشہور و معروف تبلیغی جماعت اپنی وسعت اور ہمہ گیری اور اس سے حاصل ہونے والے عظیم الشان دینی فوائد کے لحاظ سے امتِ مرحومہ کے لئے ایک عظیم نعمت ہے، اور اس کی قدر دانی اور حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے اس تحریک کا اصل مقصد مسلمانوں کو مذہبِ اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے وابستہ کرنا ہے، اور زندگی کے تمام شعبوں میں پوری شریعت کو نافذ کرنا ہے، اس مبارک مقصد کی تکمیل کے لئے حضرت بانی جماعتؒ نے بہت غور و خوض اور مشوروں سے ''چھ نمبر'' تجویز فرمائے تھے، جن کو جماعتِ تبلیغ کے اصول کا درجہ دیا گیا ہے، یہ ''چھ نمبرات'' ایسے مؤثر ذرائع اور وسائل ہیں جن کی مدد سے واقعتاً زندگی کے تمام شعبوں میں دین زندہ ہو جاتا ہے، اور پوری شریعت زندہ و محفوظ رہ سکتی ہے، آج کل مسلمانوں میں دین کی رسم اور صورت موجود ہے، یہ ''چھ نمبر'' جن پر تبلیغ میں زور دیا جاتا ہے اور ان کی مشق کرائی جاتی ہے، اگر وقت لگانے والے احباب اور اصحابِ تبلیغ ان چھ نمبروں پر خوب محنت کریں، علمی و عملی طور پر مذاکرہ کے ذریعہ ان صفات کا استحضار رکھیں تو مسلسل مشغولیت اور ان کی مشق سے مسلمانوں میں دین کی روح اور حقیقت ان شاء اللہ زندہ ہو جائے گی،

برادرِ محترم مولانا مفتی محمد زید مظاہری کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے

ان تبلیغی اصولوں اور چھ نمبروں سے متعلق بانی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ کے ملفوظات، ارشادات اور مکتوبات میں منتشر طور پر جو چیزیں پائی جاتی تھیں ان کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے، تا کہ کام کرنے والے ان کی اہمیت کو سمجھ لیں اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کا خاکہ تیار کریں۔

دل سے دعاء ہے کہ حق تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس مبارک کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

محمد سلمان
ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۱۲ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمدللّٰہ والصلاۃ والسلام علیٰ خاتم انبیائہٖ

محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین. اما بعد!

آج سے تقریباً پچھتر سال قبل ملک میں مسلمانوں کی دینی خرابی کا جو حال تھا، اور اسلامی عقیدہ وفکر کو خراب کرنے کی جو کوششیں تھیں ان سے علماء حق بہت متفکر تھے، ان ہی میں سے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے اصلاح حال کی فکر میں مخلصانہ جذبہ سے عوامی سطح کا ایک مخصوص پروگرام شروع کیا، انہوں نے اپنے علاقہ دوآبہ سے متصل علاقہ میوات کو اپنے کام کی ابتداء کے لئے ترجیح دی، اور پوری توجہ صرف کر کے اصلاح ودعوت کے کام کا نظام قائم کیا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق دہلی میں نظام الدین اولیاء کی بنگلہ والی مسجد سے بھی تھا، لہٰذا اس جگہ کو خصوصی مرکز اور میدانِ عمل بنایا، انہوں نے یہ کام جس جذبہ سے شروع کیا اور جو حکمت عملی اختیار کی وہ منفرد خصوصیت کی تھی کہ اس کے تحت جو کام عمل میں آیا، اس نے مسلمان عوام کی انفرادی زندگی میں واضح انقلابی تبدیلی پیدا کی، اصلاح ودعوت کا یہ کام میوات سے آگے بڑھ کر ملک کے مختلف اطراف میں پھر ملک کے باہر دوسرے علاقوں میں پھیلا، یہ کام مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے تحت پھر ان کے جانشین مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے تحت پھر ان کے عزیز ومسترشد مولانا انعام الحسن صاحب کی سربراہی میں پھیلا، اس کام کے اثر سے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آیا۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کام کے لئے جو حکمتِ عملی اختیار کی اس کے متعدد اصول مقرر کئے، اور کام کرنے والوں کو ان کا پابند بنایا، ان میں اولاً تصحیحِ کلمہ تھا، چونکہ عام طور پر مسلمان کلمۂ شہادت کی صحیح واقفیت نہیں رکھتے تھے۔

دوسرا اصول نماز کی پابندی، تیسرا اصول علم وذکر، پھر اصلاح ودعوت کے لئے گھر سے نکلنے اور عوام سے رابطہ قائم کر کے اور اپنے کو صالح دینی ماحول یعنی مسجد میں لانے اور دینی معلومات کا حامل بنانے اور تعلیم دینے کو جاری کیا، یہ مذکورہ بالا اصول بہترین اور مؤثر ترین اصول بن کر سامنے آئے، اور ان کے تحت جو کوششیں کی گئیں، ان کے بڑے اچھے نتائج سامنے آئے۔

تعلیم وتصنیف کے مفید کام کا جذبہ رکھنے والے معروف عالمِ دین ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا محمد زید صاحب نے متعدد مفید تصنیفات کرنے کے ساتھ یہ بھی خیال کیا کہ ان تبلیغی اصولوں کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں کر کے ان اصولوں کی اہمیت کو اجاگر کریں۔

نیز تبلیغی اصولوں اور چھ نمبروں کے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ جو جماعت کے بانی ہیں، ان کے ارشادات اور مکتوبات جو مختلف جگہوں میں ملتے ہیں، ان کو ایک جگہ جمع کر دیا اور مناسب تشریح بھی کر دی، جس کے ذریعہ کام کرنے والوں کو ان اصولوں کو سمجھنے میں آسانی اور ان اصولوں کے مطابق کام کرنے میں مدد ملے گی۔

مفتی محمد زید صاحب اس سے قبل مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشادات اور ہدایات کو ان کے مختلف مراجع سے لے کر کئی کتابوں کی صورت میں تیار کر چکے ہیں، جس کو اہلِ علم وصلاح نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، ان شاء اللہ اُن کا یہ کام بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، دعا ہے کہ قارئین کے لئے یہ نافع ہو اور عند اللہ مقبول ہو۔

محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۰/۲/۱۴۳۷ھ ۲۴/۱۱/۲۰۱۵ء

تقریظ

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب الاعظمی ندوی مدظلہ

مهتمم دار العلوم ندوة العلماء لكهنؤ

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين وأفضل الأنبياء والمتقين محمدبن عبدالله الأمين، خاتم النبيين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين۔

عصر حاضر میں اسلامی تعلیمات کے خلاف مختلف جہات سے کوششیں جاری ہیں، یاد ہوگا کہ دور قدیم میں یہود ونصاریٰ کے عالموں کے ذریعہ تحقیق کے نام پر اسلامی علوم اور خاص طور سے قرآن وحدیث کے معانی ومفاہیم میں تحریف کرنے کی بڑی کوششیں ہوئیں، اور مستشرقین نے اس معاملہ میں مسابقت کا طریقہ اختیار کیا، وہ چاہتے تھے کہ نہایت خفیہ طور پر کتاب وسنت اور مضامینِ سیرت میں ایسی تبدیلیاں کردی جائیں، جوامت مسلمہ کو عالمِ انسانیت کی قیادت سے ہمیشہ دور رکھیں، اور قیادت کی صفات سے وہ ہمیشہ کے لئے محروم ہوجائیں، اسی کے ساتھ وہ اسلامی زندگی کا کوئی نمونہ کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کرنے کے لائق نہ ہوسکیں۔

اسی مقصد کو بروئے کار لانے میں اور دیگر قومیں بھی ان کے ساتھ شریک رہیں، مجوسیوں اور پادریوں نے بھی اپنے اپنے ظرف اور وسائل کے مطابق امت مسلمہ کو ایک معذور اور بے اختیار امت قرار دینے میں بڑا کردار ادا کیا، انھوں نے اس خطرہ کو شدت سے محسوس کیا، کیونکہ اگر مسلمان اپنے دین پر سچائی اور مضبوطی کے ساتھ

قائم رہے، تو کتاب وسنت نے ان کو خیر امت اور امت واحدہ کے لقب سے جس طرح نوازا ہے، اس کے نتیجہ میں ایک عظیم اور متحدہ محاذ بن کر عالم انسانیت پر پوری طرح قابض ہوجائیں گے، اور دیگر امتوں اور قوموں کا وجود ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا، اور "ان أمتكم أمة واحدة" کا خواب پورا ہونے میں ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں باقی رہ جائے گی۔

اس ناپسندیدہ اور قابل نفرت منصوبے کا ادراک اہل علم ودعوت نے فتنۂ استعمار یت کے دور میں خاص طور سے محسوس کیا، اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے "إلـــى الاسلام من جديد " از سر نو حقیقی اور کامل اسلام کی طرف واپس آنے کی دعوت کو مختلف ذرائع اور طریقوں سے عام کیا، اسکے لئے دینی جماعتوں اور اداروں کا قیام عمل میں آیا، ہر طرح کے وسائل اختیار کئے گئے، اور ارتداد والحاد کے خطرہ سے امت کے افراد کو بچانے کے لئے اہل دعوت ہر جگہ میدان عمل میں اترے، اور دین کی بنیادی تعلیم کو ہر سطح پر عام کرنے کے لئے بہت سی جماعتیں، انجمنیں، مدارس، تربیت گاہیں، اور خانقاہیں دعوت دین کو عام کرنے کے لئے وجود پذیر ہوئیں، اور سب نے اپنے دائرے میں دینی تعلیم وتربیت کا بیڑہ اٹھایا، اور مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت دعوت وتبلیغ کو نہایت اور تواضع کے ساتھ قائم کر کے عوام وخواص کو اپنی طرف متوجہ کیا، اور بگڑے ہوئے ماحول کو دین کے دائرہ میں واپس لانے کے لئے جدوجہد کی، اور اپنے اخلاص وللہیت کی بنیاد پر اللہ تعالی کے حکم سے بہت سے گم کردہ راہ کو صحیح راستہ دکھانے میں کامیاب ہوئے، اور اللہ تبارک تعالی کی نصرت اور حضور پاک ﷺ کی سنت کی اتباع کے نتائج ظاہر ہونا شروع ہوئے، اور اس جماعت کا دائرہ عمل ہندوستان کی سرزمین سے نکل کر دنیا کے بیشتر ملکوں تک پھیلا۔

بانی جماعت (حضرت مولانا الیاس صاحبؒ) رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت آسان طریقے سے امت کے شیرازہ کو جمع کرنے اور ایمان وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے ایک نہایت آسان نسخہ تجویز کیا، جس کو ہم ''چھ نمبروں'' جانتے اور پہچانتے ہیں، اور ان کی اہمیت اور تاثیر سے دین کی دعوت کو عملی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، ان کی تفصیلات نمبر وار اس طرح ہیں:

(۱) کلمۂ طیبہ (۲) نماز (۳) علم وذکر (۴) اکرام مسلم (۵) اخلاص نیت (۶) تفریغ وقت، بانی جماعت تبلیغ ودعوت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں، جو غالباً کسی بڑے عالم کو بھیجا گیا،

''خاکسار کو تبلیغ کا ایک مدت سے خیال ہے ، جناب پر روشن ہے، ہمیشہ جس سلسلہ کو چھیڑا، اس سے اعلی اور اس کی جڑ اور اصل کی طرف طبعیت راجع ہوتی چلی گئی، جو آیت ''وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا'' کی حقیقت کو واضح کرتا رہا۔

اس وقت جو میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ سب سے ضروری اور اہم ایک خاص بات ہے اسکی طرف عام مسلمانوں کو متوجہ کئے بغیر اسلامی کوئی کام دنیا میں نہیں ہوسکتا، میرا جی چاہے ہے کہ وہ عالی حضرت کی خدمت میں بھی عرض کروں، خدا کرے حضرت عالی کے یہاں مسموع ومقبول ہو کر میرے لئے تقویت وبصیرت کا باعث ہو، وہ امر یہ ہے کہ:

مسلمان عام طور پر اپنی اسلامی زندگی بھول گئے ہیں، اسلامی زندگی یہی ہے کہ مقاصد خدا ورسول کامیاب بنانے میں ہر قوت جانی ومالی زور کے ساتھ مصروف رہے، مسلمان اس سے نہایت غافل ہے۔

میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت عالی اس وقت اس بات کا ارداہ فرمالیں، تو اس کے متعلق مناسب معروضات عرض خدمت کروں گا۔ میرے خیال میں چند اصول ہیں،

جو نہایت مختصر ہیں، ان کے کاربند ہونے سے سب کام سہل ہوسکتا ہے، اور دینی امور کو سرسبزی ہوسکتی ہے۔　　بندہ محمد الیاس

(مکاتیب مولانا شاہ محمد الیاس صاحب:۱۱۹)

پھر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اس تبلیغ میں اصولوں کی پابندی ضروری ہے، اگر کسی اصول میں کوتاہی کروگے تو اللہ کا عذاب جو شاید بدیر آئے فوراہی تم پر آموجود ہوگا، بس بھائیو! چھ نمبر کی سختی سے پابندی کرو۔

ہر شخص کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے بانی تبلیغ کی خدمت میں رہ کر ان تعلیمات کا عملی تجربہ کیا، اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے ان سے اپنے بے حد تعلق اور اعتماد کا اظہار ہمیشہ فرمایا۔

خوشی ہے کہ رفیق محترم جناب مولانا محمد زید مظاہری ندوی (استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء وسابق مفتی جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ) نے ان چھ تبلیغی نمبروں کی اہمیت وضرورت پر مستقل کتاب تصنیف کی ہے، جس کا نام ہے: تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت، اور ان نمبروں کی تشریح اور ان کی افادیت کو ثابت کرنے کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے افادات وملفوظات کو پیش کیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اس موجودہ دور میں دین کا احساس پیدا کرنے اور اسلامی زندگی کو رواج دینے اور اس میں دین ودنیا کی کامیابی کا یقین رکھنے کے یقین کو بڑے پیمانہ پر پھیلانے اور عملی حیثیت سے اس کا تعارف پیش کرنے کا سب سے زیادہ موجودہ موزوں وقت ہے۔

اللہ تبارک وتعالی محض اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو مفید اور مؤثر بنائیں، اور اسلامی زندگی کی تعمیر میں اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تبارک تعالی کا فرمان ہے: وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا اِلیٰ اللّٰہِ، وَ عَمِلَ صَالِحاً، وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی، جس نے اللہ کی طرف دعوت دی، اور عمل صالح اختیار کیا، اور فخر کے ساتھ اعلان کیا کہ "بے شک میں مسلمانوں کی جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔

راقم الحروف:
سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی
مدیر البعث الاسلامی ندوۃ العلماء لکھنؤ
۴ محرم ۱۴۳۷ھ ۹/۱۶ ۲۰۱۵ء

دعوت وتبلیغ کے اصول ومبادی اور طریقہ کار کی اہمیت

مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے نزدیک

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) نے مسلمانوں میں دینی زندگی اور ایمانی روح پیدا کرنے کی جو کوشش ایک خاص طرز پر شروع کی تھی اور جس میں آپ نے بالآخر اپنی جان کھپادی، مولانا کا اصلی کارنامہ وہی دینی دعوت ہے، اور الحمدللہ کہ مولانا مرحوم کے بعد بھی وہ سلسلہ دسوں گنے اضافہ اور ترقی کے ساتھ جاری ہے، البتہ دعوت کے اصول اور اس کی روح کے تحفظ کی طرف اس تحریک سے خاص تعلق رکھنے والوں کو زیادہ سے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۱)

مولانا کی دعوت بڑی عمیق اور اصولی دعوت ہے جو محض غلبۂ حال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص اعانت وتوفیق کے ساتھ اصول دین میں بہت گہرے غور وتدبر، قرآن وحدیث کے عمیق مطالعہ وتفکر دین کے مزاج وطبیعت سے واقفیت اور صحابہ کرام اور قرن اول کے طرز زِندگی کے وسیع اور گہرے علم پر مبنی ہے اور وہ چند منتشر اور غیر مربوط اجزاء کا نام نہیں ہے بلکہ مولانا کے ذہن میں اس کا ایک مرتب خاکہ ہے البتہ اس کے لئے ان کے نزدیک ترتیب وتدریج بہت ضروری ہے۔

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد قلب میں شدت کے ساتھ اس کا تقاضا پیدا ہوا کہ یہ چیزیں کاغذ پر بھی مرتب شکل میں آجائیں اور اس دعوت کے اصول ومبادی اور طریقۂ کار اور اس کی ذہنی اساس اور دینی بنیاد اہل علم کے لئے اس زمانہ کی زبان اور علمی پیرایۂ بیان میں سامنے آجائے۔ (مقدمہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ص:۳۰)

دعوت وتبلیغ اور اس کے چھ نمبروں کی اہمیت سے متعلق

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید صاحب حسنی ندوی مدظلہ

معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تحریر

"الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین سید المرسلین محمد الصادق الامین، وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وعلیٰ من تبعھم ودعا بدعوتہٖ الیٰ یوم الدین ۔ اما بعد !

"خاندانِ کاندھلہ ممتاز دینی خاندان رہا ہے، جہاں تعلیم ودعوت اور تزکیہ تینوں کا اجتماع رہا ہے۔

خاندانِ کاندھلہ کے ہی ایک بزرگ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے پہلے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور پھر ان کے خلفاء حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی سرپرستی ورہنمائی میں اصلاحِ امت کا کام ایک نہایت مؤثر انداز اور سادہ طریقۂ کار میں کرنے کا آغاز کیا، اور جماعتوں کو نکالنے کا ذریعہ اختیار کیا کہ لوگوں کو ان کے گھر اور مقامات سے نکال کر مسجد کے ماحول میں دین سکھایا جائے ، اور دین کے اعمال کی دعوت دینے کے ذریعہ سے صحیح ایمانی ودینی زندگی اختیار کرنے کی صلاحیت پیدا کرائی جائے ، اور اس کے لئے چلّہ ، چار مہینے، اور علماء کے لئے سال بھر کا کورس مقرر کیا، اور یہ ترتیب مقرر کی کہ ہر جماعت میں عالمِ دین اور قاری ضرور ہوتا کہ جماعت کے جو ساتھی دین کی باتوں سے ناواقف ہیں ان کو ضروریاتِ دین سے واقفیت ہو جائے ، اور جو قرآن مجید پڑھنے پر قادر نہیں ہیں، یا صحیح طور پر اس کے حروف کی

ادائیگی کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں وہ قاری کی محنت سے یہ لیاقت پیدا کرلے۔

اور اعمال واشغال کا ایک نصاب وہ بھی دیا جو قلب میں صفائی اور نورانیت کا ذریعہ بنتے ہیں، اور اس پورے نظام ونصاب کو چھ باتوں میں منحصر کیا، جس نے چھ نمبر کی حیثیت اختیار کرلی، جس میں ایمانیات، اخلاص واخلاق، علم وذکر کو نمایاں اہمیت دی اور یہ پوری جدوجہد ایمانی اعمال پر لانے کے لئے خالص دینی دعوت تھی، جس کا آغاز حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کیا، اور اس سلسلے میں انہوں نے جو دستور بنایا اور اصول مقرر کئے اس کو انہوں نے اپنے عہد کے بڑے علماء حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی، کے سامنے رکھا اور ان کی تائید وتصویب حاصل کی، اور اصحابِ فکر وتحقیق وتصنیف وتالیف علماء نے بھی اپنی صلاحیتیں لگائیں۔

ضرورت تھی کہ اس دینی دعوتی جدوجہد کے مقاصد کو واضح کرنے کے لئے تحریری شکل میں چیزیں سامنے آتیں، چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ، مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، اور مولانا محمد منظور نعمانی رحمہم اللہ نے اپنے اپنے طرز پر کتابیں لکھیں اور مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مکتوبات اور ملفوظات کو جمع کرنے کا بھی اہتمام کیا، اور یہ مجموعے شائع بھی ہوئے۔"

(مقدمہ اسلام کا تبلیغی واصلاحی نظام مأخوذ از تعمیر حیات ۱۰؍اکتوبر ۲۰۱۵ء ص ۱۳)

الحمد للہ اس کتاب میں اور اسی طرح اس سلسلہ کی دوسری کتابوں میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے جملہ افادات جس کو انہیں اکابر علماء (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ) نے جمع کیا تھا، ان سب کو چن چن کر یکجا کر کے موضوع کے لحاظ مرتب کیا گیا ہے، اور حسبِ ضرورت مناسب تشریح بھی کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (مرتب)

مقدمة الکتاب از مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبلیغی جماعت کے چھ نمبروں کی اہمیت وافادیت

تبلیغی جماعت (جس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ ہیں) اسکی اہمیت وضرورت اوراس سے ہونے والے دینی فوائد محتاج تعارف نہیں، اس جماعت کی وسعت اور ہمہ گیری اور اس سے حاصل ہونے والے دینی فوائد کو دیکھ کر یقین سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حال اور ماضی قریب میں ایمان ویقین کی پختگی اور اعمال واخلاق کی اصلاح کا جو کام اللہ تعالیٰ نے اس تحریک اور جماعت سے لیا اور امت کو جو دینی فوائد اس جماعت کے ذریعہ حاصل ہوئے دوسری تحریکوں اور جماعتوں سے نہیں ہوئے، اس لئے بلاشبہ یہ تبلیغی تحریک اور جماعت اس امت کے لئے بڑی نعمت ہے جس کی قدردانی اور حفاظت ہمارے ذمہ ضروری ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"یہ ایک حقیقت اور مشاہدہ ہے کہ تبلیغی جماعت (جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے) اس زمانہ کی ایک سرگرم، متحرک اور محرک، متعلم اور معلم، داعی دینی جماعت ہے، جس کی ایک وقت میں مجموعی طور پر ہزاروں افراد ایک بستی سے دوسری بستی، ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں تبلیغی ودعوتی نقل وحرکت اور تبلیغی سفروں اور دوروں میں مصروف اور سرگرم نظر آتے ہیں۔ اس فی سبیل اللہ نقل وحرکت سے ہزاروں کی زندگی میں ایک دینی انقلاب آگیا، مسجدیں آباد

ہوئیں، تعلیم کے حلقے قائم ہوئے، اخلاق و معاشرہ کی بھی اصلاح ہوئی، دین کی تعلیم اور دین میں مزید ترقی کا جذبہ پیدا ہوا۔"

(ایک اعلان وشہادت بالحق ملحقہ خطبات علی میاں ص ۹۳ ج ۵)

اس تبلیغی تحریک کے بنیادی اور اصل مقاصد میں سے پورے دین کو زندہ کرنا اور زندگی کے تمام شعبوں میں پوری شریعت کو نافذ کرنا ہے جیسا کہ خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو "جمیع ما جاء به النبی ﷺ" سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد، رہی یہ قافلوں کی چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے، اور کلمہ و نماز کی تلقین و تعلیم کی گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، با، تا ہے۔"

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب ص ۳۲)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے معتمد اور تبلیغی سفر کے رفیق خاص اور مشیر کار مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحبؒ دین کے محض بعض شعبوں کو نہیں بلکہ پورے دین کو دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے، اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی زندگی کا پورا نقشہ سامنے لانا چاہتے تھے۔" (اسلام کا تبلیغی و اصلاحی نظام ص ۲۰۷)

خدانخواستہ اس تحریک و جماعت کے اہم مقاصد (یعنی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی پوری شریعت کو زندگی کے تمام شعبوں میں پورے طور پر نافذ کرنا) اگر یہ مقاصد پورے نہ ہوئے بلکہ اس کو محض ایمان و یقین کی محنت اور کلمہ و نماز کی تعلیم و تلقین تک محدود رکھا گیا جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے اس کام کی الف، با، تا قرار دیا ہے، اور آگے

دین کے تمام شعبوں کو زندہ کرنے اور پوری زندگی میں دین کو نافذ کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو ایسی صورتحال کے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''میں سچ کہتا ہوں کہ ابھی تک اصلی کام شروع نہیں ہوا، جس دن کام شروع ہو جائیگا (یعنی زندگی کے تمام شعبوں میں پورا دین آجائے گا) تو مسلمان سات سو برس پہلے کی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

اور اگر کام شروع نہ ہوا بلکہ اسی طرح رہا جس طرح پر اب تک ہے اور لوگوں نے اس کو منجملہ تحریکات کے ایک تحریک سمجھ لیا ہے، اور کام کرنے والے اس میں بچل گئے (یعنی جمود کا شکار ہو گئے اور اصل مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کی) تو جو فتنے صدیوں میں آتے ہیں وہ مہینوں میں آجائیں گے اس لئے اسکو سمجھنے کی ضرورت ہے۔''

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب ص ۴۳،۴۴ ملفوظ ۳۸)

مقصد کی تکمیل کے لئے تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے نزدیک

ان مقاصد کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بہت غور و خوض اور مشورہ کے بعد چھ نمبر تجویز کئے تھے جن کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنی جماعت تبلیغ کے اصول کا درجہ دیتے اور اصول سے تعبیر فرماتے تھے، جن کی اہمیت کا اندازہ آپ کو اس کتاب میں آئندہ اوراق کے ذریعہ ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ ایمان و یقین اور ایثار و قربانی کے تعلق سے تبلیغی جماعت کی جو خصوصیات ہیں اور وسیع پیمانہ پر اس جماعت سے جو دینی فوائد حاصل ہوئے ہیں ان

میں تبلیغی اصول یعنی چھ نمبروں کو بڑا دخل ہے اور آئندہ بھی مقاصد کی تکمیل انہیں اصولوں کے ذریعہ ہوگی جن کی تحصیل و تکمیل کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے یہ اصول وضع کئے تھے۔ (جس کی تفصیل باب نمبر ۱ میں آرہی ہے)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے نزدیک ان تبلیغی ۶ اصولوں کی اہمیت اس درجہ تھی کہ ان کی پابندی نہ کرنے اور اس کے خلاف عمل کرنے کو آپ موجب عذاب خداوندی سمجھتے تھے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی کتاب ''مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''چائے کے وقت پچاس ساٹھ کا مجمع تھا، حضرت (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) نے ارشاد فرمایا:...... دوستو! اس تبلیغ میں اصولوں (چھ نمبروں) کی پابندی نہایت ضروری ہے، اگر کسی اصول میں ذرا بھی کوتاہی کروگے تو خدا کا وہ عذاب جو شاید بدیر آئے فوراً ہی تمہارے سر آموجود ہوگا، پس بھائیوں چھ اصولوں کی سختی سے پابندی کرو۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۱۶۸)

چھ نمبروں کی اہمیت و خصوصیت
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نزدیک

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تبلیغی جماعت اور اس کے اصول یعنی چھ نمبروں کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''جماعت کی یہ خصوصیت اور امتیاز داعی اول کے اخلاص، انابت الی اللہ، اس کی دعاؤں، جد و جہد و قربانی اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا و قبولیت کے بعد ان

اصول وضوابط کا بھی نتیجہ ہے جو شروع سے اس کے داعی اول (حضرت مولانا الیاس کاندھلویؒ) نے اس کے لئے ضروری قرار دیئے اور جن کی ہمیشہ تلقین و تبلیغ کی گئی وہ کلمہ طیبہ کے معانی وتقاضوں پر غور، فرائض وعبادات کے فضائل کا علم، علم وذکر کی فضیلت کا استحضار، ذکر خداوندی میں مشغولیت، اکرام مسلم اور مسلمان کے حق کی شناسائی و ادائیگی، ہر عمل میں تصحیح نیت واخلاص، ترک مالایعنی، اللہ کے راستہ میں نکلنے اور سفر کرنے کے فضائل وترغیبات کا استحضار اور شوق۔

یہ اصول وعناصر جو اس دعوت وجماعت کے لئے ضروری قرار دیئے گئے، کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں، اور وہ رضائے الٰہی کے حصول و دین کی حفاظت کے لئے ایک پاسبان ومحافظ کا درجہ رکھتے ہیں، ان سب کے مأخذ کتاب الٰہی اور سنت واحادیث نبوی ہیں"۔ (مقدمہ منتخب احادیث ص ۶)

نیز ارشاد فرماتے ہیں:

"جب آپ اس (تبلیغی جماعت) کے نمبر دیکھتے ہیں تو اس میں کلمہ طیبہ ہے، اس میں علم وذکر ہے اس میں اللہ کے راستہ میں نکلنا ہے اس میں اکرام مسلم ہے، اس میں مسلمان کی عزت کا اور مسلمان کا احترام کرنا ہے تو یہ ساری چیزیں زندگی کو ڈھالنے والی ہیں یعنی زندگی کا ایک کونہ نہیں بلکہ پوری زندگی ڈھل کر نکلتی ہے۔"

(حفاظتِ دین کی مکمل ضمانت، ملحقہ ملت اسلامیہ کا مقام وپیغام ص ۱۷۷)

تبلیغی چھ نمبروں کا اصل مقصد

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جو چھ نمبر تجویز کئے، ان چھ نمبروں کا اصل مقصد یہی ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں پورا دین آجائے، اور اس سلسلہ میں جو رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آسکتی تھیں ان کو آسان اور حل کرنے کے لئے بھی یہ چھ

نمبرات مقرر کیے گئے ہیں، یہ چھ نمبرات ایسے مؤثر ذرائع اور وسائل ہیں جو اصولوں کا درجہ رکھتے ہیں اور کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں جن کی مدد سے واقعی زندگی کے تمام شعبوں میں پورا دین لایا جاسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری شریعت زندہ اور محفوظ رہ سکتی ہے۔

تبلیغی چھ نمبروں کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ چھ اصول کتاب وسنت سے ماخوذ اور ایسے متفق علیہ ہیں کہ ان میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں، بلکہ ہر طبقہ کے نزدیک قابل تسلیم اور قابل قبول ہیں، رہ گئی چھ نمبروں کے عدد کی تعیین تو یہ محض انتظامی وتربیتی اور تجرباتی چیز ہے جس پر شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔

تبلیغی کام کا مقصد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحؒ کے نزدیک

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحؒ نے تبلیغی جماعت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ہمارے اس تبلیغی کام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے احکام کی پابندی والی زندگی گزارنے لگیں، چھ نمبروں کی پابندی اور مشق سے ان میں یہ بات آسکتی ہے۔

(تذکرہ حضرت جی ص۱۷۲)

نیز ارشاد فرمایا: مسلمانوں میں دین کی رسم اور صورت موجود ہے، اس تبلیغی جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ ان میں دین کی روح اور حقیقت آجائے، ان میں دین کے منتشر اجزاء موجود ہیں، تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ ان میں پورا دین اپنی صحیح ترتیب کے ساتھ آجائے، یہ چھ نمبر جن پر تبلیغ میں زور دیا جاتا ہے اور جن کی مشق کرائی جاتی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان صحیح ترتیب کے ساتھ دین پر پڑجائیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور آخرت کے ثواب وعذاب پر نظر رکھ کر زندگی گزارنا ان کا مزاج بن جائے۔ (تذکرہ حضرت جی ص۱۷۱)

تبلیغی چھ نمبروں کا مقصد مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے نزدیک

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے فرمایا:

آج دین کے جن احکام پر مسلمان عمل نہیں کررہے خواہ وہ احکام کسی شعبہ کے ہوں ان پر عمل کرنے سے یا تو مسلمانوں کے مال پر زد پڑتی ہے یا جان وجسم پر، یا خواہشات پر، اس لئے ان احکام پر عمل کرنا ان کے لئے سخت مشکل ہورہا ہے اور وہ اسلام کے ماننے کے باوجود اس کے احکام کے خلاف زندگیاں گزار رہے ہیں۔ ہماری یہ جدوجہد جس کا نام تبلیغ ہے اور اس کے چھ نمبرات اس مشکل کو حل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں، اصل مقصد یہ ہے کہ ان نمبروں میں مسلسل مشغولیت اور ان کی مشق کے ذریعہ مسلمانوں کی زندگی کا رخ ان چیزوں کی طرف سے مڑ کر جن کی طرف پڑ گیا ہے اللہ کے اوامر اور احکام کی طرف ہوجائے اور پھر وہ اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں، تکلیفیں اور نقصانات برداشت کرنے کے قابل ہوجائیں۔

(تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص ۱۷۱ و ۱۷۲)

یہ ہے تبلیغی اصول اور چھ نمبروں کی اہمیت، اور ان کا مقصد

قابلِ فکر بات

یہ بات بھی ہم اصحابِ تبلیغ کے لئے قابل فکر و باعث تشویش ہے کہ عمومی پیمانہ پر احباب تبلیغ میں ان چھ نمبروں کی جس درجہ کی واقفیت اور اہمیت ہونی چاہئے اس درجہ کی نہیں پائی جاتی، بلکہ ان چھ نمبروں کی پوری حقیقت اور اس کے تقاضوں کا پورا علم بھی نہیں ہوتا، چنانچہ تبلیغ میں کافی وقت لگائے ہوئے حضرات بھی ان چھ نمبروں کا بیان عموماً نہیں کرتے، ان صفات کا مذاکرہ بھی اگر ہوتا ہے تو حقیقت سے واقفیت نہ ہونے کی بنا

پر محض وقتی اور رسمی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان چھ نمبروں پر جو تبلیغی اصول کا درجہ رکھتے ہیں علمی وعملی طور پر خوب محنت کی جائے، علمی طور پر مذاکرہ کے ذریعہ ان صفات کا استحضار کرایا جائے اور عملی طور پر ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے، اسی مقصد کے تحت چھ نمبروں پر مشتمل یہ رسالہ مرتب کیا گیا ہے تاکہ تبلیغی جماعت کے یہ اصول اور چھ نمبر زندہ رہیں اور علمی وعملی طور پر ان کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔

اس مجموعہ میں احقر نے چھ نمبروں اور تبلیغی اصولوں سے متعلق صرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ہی کی چیزیں جمع کی ہیں جو ان کے ملفوظات، مکتوبات وغیرہ میں منتشر طور پر پائی جاتی تھیں، مجھے قوی امید ہے کہ تبلیغی حضرات خواہ وہ نئے ہوں یا پرانے اور خصوصاً ذمہ دار اور ہر علاقہ کے امراء حضرات، وہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ان ارشادات کی روشنی میں چھ نمبروں کی اہمیت کو سمجھیں گے اور اسکے تقاضوں کے مطابق عمل کا خاکہ بنائیں گے۔

دعوت وتبلیغ سے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات پر مشتمل چند اور رسائل مرتب کئے گئے ہیں مثلاً ''دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت'' ''دعوت وتبلیغ کی اصول وآداب'' ''اللہ کے راستہ میں نکلنے والوں کے لئے اہم ہدایات'' ''علماء واہلِ مدارس کے لئے ہدایات'' ''حقوقِ علماء ومشائخ'' وغیرذلک یہ سب مجموعے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ہی کے افادات پر مشتمل ہیں ان شاء اللہ جلد ہی ان سب کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی جائے گی تاکہ یہ کام زندہ اور محفوظ رہ سکے اور اس کی جڑیں مضبوط ہوں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بعض ارشادات نہایت مختصر، مجمل، مبہم،

محتاج تشریح تھے، اکابر علماء کے مشورہ اوران کے اعتماد کے بعد جہاں مناسب سمجھا گیا فائدہ کے تحت تشریح وتوضیح کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کوشش کو قبول فرمائے اور خیر کثیر کا ذریعہ بنائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خواہش تھی کہ ان چھ نمبروں سے متعلق کتاب وسنت کے نصوص کو بھی جمع کر دیا جائے، چنانچہ ایک حد تک حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے یہ کام کیا اگر چہ ان کی حیات میں اس کی مکمل ترتیب وتہذیب نہ ہوسکی تھی جو بعد میں منتخب احادیث کی شکل میں منظر عام پر آیا اور مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وہ خواہش کسی درجہ میں پوری ہوگئی۔

ان تبلیغی اصول اور چھ نمبرات سے متعلق جتنی آیات قرآنیہ ہیں، یعنی جن جن آیتوں میں ان صفات کا تذکرہ ہے احقر نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر معارف القرآن سے اخذ کر کے ان صفات اور اصول کو آیات قرآنیہ کے ساتھ مرتب کرے، اور ضروری تشریح، نیز عملی تشکیل کے لئے حکیم الامت حضرت تھانوی کی تصانیف ومواعظ سے کچھ مضامین موضوع کے مطابق جمع کر دیئے جائیں، تاکہ ان چھ نمبروں کا پورے طور پر فائدہ ہو، اور افراط وتفریط سے پوری طرح حفاظت بھی رہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کی تکمیل فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔

تبلیغی اصولوں اور نمبروں میں اضافہ کا مسئلہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی دعوت وتبلیغ کے جو چھ نمبر اور اصول وضع کئے وہ یکبارگی اور کیف ما اتفق نہیں بلکہ نہایت غور وفکر اور تفحص کے بعد مقرر کئے، نہ معلوم کتنی مرتبہ اللہ تعالیٰ سے التجا ودعا کی ہوگی، کتنے مرتبہ استخارہ اور مشورہ کیا ہوگا، اس

کے بعد بھی برابر غور وفکر جاری رہا، اسی وجہ سے ابتدا میں صرف پانچ نمبر ہی تجویز کئے تھے جس کا تذکرہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت'' میں کیا ہے جس میں صرف پانچ نمبر یعنی کلمہ طیبہ، نماز، علم وذکر، خروج فی سبیل اللہ، اکرام مسلم ہی کا تذکرہ ہے، بعد میں پھر ایک نمبر کا اور اضافہ فرمایا، اس کے بعد انہیں چھ نمبروں کی حفاظت اور استحکام کے لئے ساتواں نمبر ترک مالایعنی تجویز فرمایا، اصلاً تو یہ کل سات نمبر ہیں لیکن عنوان ان کا چھ نمبر ہے۔

اسکے بعد بھی مختلف موقعوں میں ضرورت اور حالات کے اعتبار سے ان نمبروں میں اضافہ کا تذکرہ فرمایا چنانچہ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

''غیر قوموں کے ساتھ وہ برتاؤ کرو جو اپنوں کے ساتھ کرتے ہیں تاکہ وہ اسلام میں داخل ہوں اسکو بھی نمبر میں (یعنی تبلیغی چھ نمبر میں) داخل کرلو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۹)

چنانچہ اس طرح کے چند اضافی نمبرات اس کتاب کے اخیر میں اسی عنوان سے جمع بھی کئے گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: از......تا......)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وفات کے بعد تبلیغی مقصد کی تحصیل وتکمیل یعنی احیاء جمیع ما جاء بہ النبی ﷺ (رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی پوری شریعت کو زندہ کرنا، اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کو نافذ کرنا) ان سارے مقاصد کی تحصیل وتکمیل کے لئے یہی نمبرات مقررہ کافی ہیں یا ان میں کچھ اضافہ کی ضرورت ہے؟ یہ ایک اہم سوال تھا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے اخلاف وجانشینوں نے ان نمبرات میں اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین وشریعت کی تنفیذ وتبلیغ کے سلسلہ کے ضروری کام تو سب ہی کئے جائیں گے لیکن انہیں نمبرات اور انہیں اصول

کے دائرہ میں رہ کر کیونکہ ان اصولوں اور نمبرات میں خود اتنی وسعت اور ہمہ گیری و ہمہ جہتی کی شان موجود ہے کہ اس کے بعد مزید نمبرات کے اضافہ کی ضرورت نہیں، خصوصاً تیسرے نمبر علم وذکر کی وسعت اور اس کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا جائے، تو دین کی ساری باتیں خواہ وہ اصولی ہوں یا فروعی، فضائل ہوں یا مسائل، فرض کفایہ ہوں یا فرض عین، محنت کا دائرہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اصلاح معاشرہ ہو یا اصلاح سیاست سب اس کے ضمن میں سمٹ کر آجاتے ہیں، اسی نمبر کے تحت مدارس کی تعلیم، اصلاح معاشرہ و اصلاح منکرات، نیز دوسرے شعبے بھی لائے جاسکتے ہیں، اسی وجہ سے ہمارے اکابرِ تبلیغ (جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وفات کے بعد بھی اس کام کی طرف سے بڑے فکرمند تھے) مثلاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ نے ان اصول اور نمبرات میں ترمیم نہیں فرمائی اور نہ ہی اضافہ کی بات ارشاد فرمائی، البتہ کام کے دائرہ کو وسیع کرنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ کاموں کا تنوع اور وسعت تبلیغی چھ نمبر اور اسکے اصل مقصد کے منافی نہیں بلکہ اس کے عین تقاضے کے مطابق ہے کیونکہ ان نمبرات میں خود اتنی وسعت موجود ہے کہ اب مزید نمبروں کے اضافے کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور ادا کرتا رہوں گا کہ اللہ نے مجھے ان کی (حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی) زیارت ہی نصیب نہیں کی بلکہ ان کی صحبت بھی نصیب کی، ان کے ساتھ سفروں میں بھی رہا، ان کا ترجمان بھی بنا اور انھوں نے میری ترجمانی پر اپنی خوشی اور اپنے اعتماد کا اظہار فرمایا۔''

آگے مولانا فرماتے ہیں:

یہ جو بچے اسکولوں میں پڑھتے ہیں ان کے نصاب میں ان کے کورس میں جو چیزیں رکھی گئی ہیں دیکھ لیجئے جو بچے اسکول سے پڑھ کر نکل رہے ہیں ان کی زبان سے کفریہ کلمات نکلتے ہیں، آج اگر حضرت (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) ہوتے تو ہمیں پورا یقین ہے کہ ہم نے حضرت کے ساتھ دن گزارے ہیں، تو آج حضرت بے چین ہو جاتے اور (اپنے تبلیغی اصولوں اور نمبروں میں) اسکو شامل کر لیتے کہ خود بھی مسلمان بنو اور اپنے بچوں کو بھی مسلمان بناؤ، یہ رسمیں جو ہمارے خاندانوں میں آ گئی ہیں میری مراد یہ فضول خرچیاں جو آ رہی ہیں.....، ایسی صورتحال میں ہم لوگ معاشرہ کی بھی اصلاح کی فکر کریں، یہ تبلیغ کے منافی بات نہیں ہے یہ تبلیغ میں شامل ہے، تو نمبر وہی رہیں گے اور ان کی ترتیب وہی رہے گی، ان کی اہمیت وہی رہے گی ان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن جو اس کی تشریح اور اس کا پھیلاؤ ہے (اس میں وسعت ہوگی)......میں اتنا کہنا چاہتا ہوں خاص طور پر ان لوگوں سے جو جماعتوں میں شامل ہیں اور کام کرتے ہیں ان کو پورے طور پر ذمہ داری سمجھ لینا چاہئے، تو نمبر اپنی جگہ پر نمبر وہی ہیں اور نمبر کے نمبر وہی ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی تعلیم کی فکر کرنی چاہئے اور اپنے اخلاق، اصلاح معاشرہ کا کام (اور دوسرے کام) بھی کرنا چاہئے۔

(حفاظت دین کی مکمل ضمانت، ملت اسلامیہ کا مقام و پیغام ص ۱۸۱ و ۱۴۹)

محمد زید مظاہری ندوی

استاد حدیث

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۸/ رمضان ۱۴۳۶ھ

تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت

از مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی

سیدالمرسلین محمدوعلی آلہ و أصحابہ أجمعین،امابعد

دعوت وتبلیغ کے اصول اور چھ نمبروں کے تجویز کی فکر

بانی تبلیغی جماعت مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

خاکسار کو تبلیغ کا ایک مدت سے خیال ہے جناب پر روشن ہے، ہمیشہ جس سلسلہ کو چھیڑا اس سے اعلیٰ اور اس کی جڑ اور اصل کی طرف طبیعت راجع ہوتی چلی گئی جو آیت ''وَالَّذِینَ جَاهَدُوا فِینَا'' الایۃ کی حقیقت کو واضح کرتا رہا۔

اس وقت جو میرا خیال ہے وہ یہ کہ سب سے ضروری اور اہم ایک خاص بات ہے، اس کی طرف عام مسلمانوں کو متوجہ کیئے بغیر اسلامی کوئی کام دنیا میں نہیں ہوسکتا، میرا جی چاہے ہے کہ وہ عالی حضرت کی خدمت میں بھی عرض کروں، خدا کرے حضرت عالی کے یہاں مسموع ومقبول ہو کر میرے لئے تقویت وبصیرت کا باعث ہو، وہ امر یہ ہے کہ:

مسلمان عام طور پر اپنی اسلامی زندگی بھول گئے، اسلامی زندگی یہی ہے کہ مقاصد خدا ورسول کو کامیاب بنانے میں ہر قوت جانی ومالی زور کے ساتھ مصروف رہے، مسلمان اس سے نہایت غافل ہیں۔

میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت عالی اس وقت اس بات کا ارادہ فرمالیں تو اس کے متعلق مناسب معروضات عرض خدمت کروں گا۔

میرے خیال میں چند اصول ہیں جو نہایت مختصر ہیں ان کے کاربند ہونے سے سب کام سہل ہوسکتا ہے اور دینی امور کو سرسبزی ہوسکتی ہے۔ بندہ محمد الیاس

(مکاتیب مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۱۹)

اس تبلیغ میں چھ نمبروں کی پابندی بہت ضروری ہے اصولوں کے خلاف کام کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا:

دوستو! اس تبلیغ میں اصولوں کی پابندی نہایت ضروری ہے، اگر کسی اصول میں ذرا بھی کوتاہی کروگے تو خدا کا وہ عذاب جو شاید بدیر آئے فوراً ہی تم پر آموجود ہوگا، اس تحریک کی تاریخ میں دو ایسے واقعات پیش آئے جب یہ تحریک ظاہراً اپنے بام ترقی پر پہونچ کر اصول کی غیر پابندی کی وجہ سے پھر نیچے گری، بس بھائیو! چھ نمبر کی سختی سے پابندی کرو۔ (مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت ۱۶۸)

تبلیغی مقاصد کی تکمیل کے لئے پانچ نمبروں کی تجاویز

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

تبلیغی مقاصد کی تشکیل کے طور پر ان چند چیزوں کو چھانٹ کر رکھا ہے:

(۱) اول کلمہ طیبہ جو کہ خدا کی خدائی کا اقرار نامہ ہے کہ اللہ کے حکم پر جان دینے کے علاوہ درحقیقت کوئی مشغلہ ہمارا نہیں ہوگا۔

اس کے لفظوں کی تصحیح کے بعد نماز کے اندر کی چیزوں کی تصحیح کرنے، پھر باقی علوم سیکھنے کی طرف اس وقت کو مشغول کرلینا۔

(۲) دوسرے نماز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بنانے کی کوشش میں لگا رہنا، جب تک ویسی نہ بنالے اپنے کو جاہل شمار کرنا۔

(۳) تیسرے تین وقتوں کو صبح وشام اور کچھ حصہ شب کا اپنی حیثیت کے مناسب ان دو چیزوں (یعنی علم وذکر کے حاصل کرنے) میں مشغول رکھنا، تین چیزیں یہ ہوگئیں۔

(۴) چوتھے ان چیزوں کو پھیلانے کے لئے اصل فریضۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر نکلنا ملک بہ ملک رواج دینا۔

(۵) پانچویں اس پھرنے میں خلق (یعنی اچھے اخلاق پیدا کرنے کی) کوشش کرنے کی نیت رکھنا، جس میں اپنے ماعلیہ (یعنی جن جن لوگوں کے جس قسم کے بھی جتنے حقوق اس پر عائد ہوتے ہیں ان سب کی معرفت کے بعد ان) کی ادائیگی کی سرگرمی ہو، خواہ خالق کی طرف سے ہو یا خلق کے ساتھ متعلق ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق ہوں یا مخلوق کے حقوق ہوں) کیونکہ ہر شخص سے اپنے ہی متعلق سوال ہوگا۔

(مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۷ مکتوب ۳)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے یہ تبلیغی نمبرات جن کو دعوت وتبلیغ کے اصول کا درجہ دیا ہے بہت غور وفکر اور مشورہ ودعاء کے بعد تجویز کیے ہیں، ابتداء میں صرف پانچ کا تذکرہ کیا، بعد میں ایک نمبر کا اضافہ کیا، اور ان چھ نمبروں کی حفاظت کے لئے بعد میں ساتویں نمبر "ترک مالایعنی" کا اضافہ فرمایا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اپنی اس تبلیغی تحریک کے ذریعہ اصل مقصد تو پورے دین کا زندہ کرنا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرے اس کام کا مقصد **جمیع ماجاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم** ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی باتیں اور جو پیغام لے کر آئے ہیں ان ساری باتوں کو زندہ کرنا اور رائج کرنا مقصود ہے، یہ چھ نمبر بمنزلہ اصول

کے ہیں کہ ان کے ذریعہ پورے دین پر عمل کرنا اور اس کا رواج دینا آسان ہو جائے گا۔

چھ نمبروں کو تفصیل سے مع فضائل کے بیان کرنے کی ضرورت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جلسہ اور اجتماع کے بعد اپنے کارکنان تبلیغ کو تنبیہ اور ہدایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

اپنے یہاں کے اصلی مقاصد چھ نمبروں میں سے ایک بھی خاطر خواہ نہیں بیان کیا گیا، صرف اجمالاً باہر نکالنے کو کہا گیا، حالانکہ چاہئے تھا کہ اپنے تمام (چھ) نمبروں کو مع اس کے اندر کی فضیلتوں اور اس کی برکات، اس کے اثرات اور ان پر جمنے کے ذریعہ تمام دین میں سمجھ پیدا ہونے اور جڑوں کے جمنے اور مسلمانوں کے پہلوؤں کے سرسبز کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہئے تھی، ہر ہر نمبر کی الگ یہ سب باتیں تفصیل وار ذہن نشین کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہئے تھی، اور اس کے برخلاف ایک نمبر کی بھی کوئی خوبی بیان نہیں کی گئی...... جلسہ میں نہایت ضعف و سستی رہی...... میری کوتاہ نظر میں اتنی باتوں میں کوتاہی رہی۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒص ۱۳۰)

ہر ہر نمبر سے متعلق نصوص معلوم کرنے کی ضرورت

فرمایا: ہر ہر نمبر کے نصوص معلوم کرو، اور ان کے دھیان کے ساتھ ان میں لگو۔ ہر نمبر کماً (یعنی مقدار میں) اور ذوقاً بڑھتا رہے (یعنی رفتہ رفتہ اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔) (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒص ۱۴ و ۱۶)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒ کو شروع سے اس ضرورت کا احساس تھا اور آپ کی دلی خواہش تھی کہ تبلیغی چھ نمبر جن کو حضرت تبلیغی اصول کا درجہ دیتے تھے، اور اس کے فضائل و محاسن اور خوبیوں کے بیان کرنے پر زور دیتے تھے، نہ بیان کرنے پر تنبیہ بھی

فرماتے تھے، حضرت کی خواہش تھی کہ ان تبلیغی نمبروں کے متعلق نصوص کو معلوم کیا جائے یعنی ہر ہر نمبر سے متعلق قرآن وحدیث میں جو فضائل اور ہدایات آئی ہیں اور اس کے دائرہ میں جو امور آتے ہیں ان سب کو یکجا اور مرتب کیا جائے، اس طرح کی کوشش کرنے سے ان شاء اللہ ہر ہر نمبر کی کیفیت میں اضافہ ہوگا، اور ذوق وشوق میں بھی ترقی ہوگی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جس اہم ضرورت اور کام کی طرف توجہ دلائی اس کی ضرورت اب بھی باقی ہے اور اسی سے ان شاء اللہ اس کام کا احیاء اور ترقی ہوگی ، اور افراط وتفریط اور غلو سے حفاظت بھی ہوگی، ظاہر بات ہے کہ یہ کام اہل علم ہی کے کرنے کا اور اس کے بعد اہل تبلیغ کو اس کے مطابق محنت کرنے اور اس کو اختیار کرنے کا ہے۔

الحمدللہ حضرتؒ کی اس خواہش کے مطابق ایک حد تک کام ہوا ہے، چنانچہ چھ نمبروں اور منتخب صفات سے متعلق نصوص کو جمع کیا گیا ہے، لیکن مزید کام کی اور چھ نمبروں سے متعلق نصوص کی تفسیر وتشریح کی ضرورت باقی ہے، احقر نے ارادہ کیا ہے کہ تبلیغی نمبروں میں سے ہر ہر نمبر کے متعلق جو نصوص قرآنیہ ہیں اور ان کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے ان کو یکجا کر دیا جائے، اور حسب ضرورت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایسے مضامین جمع کر دیئے جائیں جو انھیں چھ نمبرات سے متعلق ہوں، جس میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تجدیدی تعلیمات واصلاحات بھی شامل ہوں، اس طرح یہ مجموعہ تمام تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے ان شاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگا، اس میں غلو اور افراط وتفریط سے حفاظت بھی ہوگی، اور تبلیغی کام کی بنیادیں بھی انشاء اللہ اس سے مضبوط ہوں گی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس خواہش کے پورا کرنے سے اتنے فائدے حاصل ہوں گے، اللہ تعالیٰ جلد اس کی تکمیل فرمادے۔

چھ نمبروں کی تشریح

پہلا نمبر کلمہ طیبہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پہلا نمبر کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ کے الفاظ اور معنی یاد کرنے کی ضرورت

پہلا نمبر: کلمۂ طیبہ: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

فرمایا: کلمہ طیبہ کے الفاظ کو صحیح یاد کرانا جس میں تجوید کا لحاظ بھی ضروری ہے اور اصل چیز کلمہ کے مفہوم اور اس کی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا جس کے دو جز ہیں۔

(۱) اللہ سے رابطۂ قلبی جوڑنا (۲) صرف خدائے پاک کی جانب روئے قلب کو موڑنا، جس کی صورت صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی میں ہو سکتی ہے لہٰذا کلمہ کے معنیٰ میں توحید اور عقائد اور ہر وہ چیز جس سے خدا کی معرفت پیدا ہو داخل ہے، نیز (کلمہ کے دوسرے جزء) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شہادت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۱۰۸)

اللہ کے راستہ میں نکلنے کے وقت کلمۂ طیبہ کی محنت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ دعوت وتبلیغ میں نکلنے والوں کو ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

نکلنے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی چیزوں میں جو چیز جتنی زیادہ اہم ہے اس میں اسی کی حیثیت سے کوشش کرنا۔ اس وقت بدقسمتی سے ہم کلمہ تک سے ناآشنا ہو رہے ہیں، اس لئے سب سے پہلے اس کلمۂ طیبہ کی تبلیغ ہے جو کہ خدائی کا اقرار نامہ ہے، یعنی اللہ کے حکم پر جان دینے کے علاوہ درحقیقت ہمارا کوئی بھی مشغلہ نہیں ہوگا۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۸۷)

لا الہ الا اللّٰہ کی حقیقت اور اسلام کی وسعت

فرمایا: اسلام میں ایک تو وسعت کا درجہ ہے، یہ وسعت تو اتنی ہے کہ مسلمان کے گھر پیدا ہو جانا، دار الاسلام میں پیدا ہو جانا، خیر ابوین کا تابع ہونا بھی مسلمان شمار کیے جانے کے لئے کافی ہے، اور اس وسعت کے ساتھ مخلوق کو اس میں داخل کرنے کے بعد پھر حتی الوسع اس کو نکلنے بھی نہیں دیتے کہ اگر کسی کے کلام میں ننانوے وجوہِ کفر موجود ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کو مسلمان ہی کہا جائے گا، مگر یہ حقیقی اسلام نہیں، بلکہ رسمی اسلام ہے۔

حقیقی اسلام یہ ہے کہ مسلمان میں لا الہ الا اللّٰہ کی حقیقت پائی جائے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا اعتقاد کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بندگی کا عزم و ارادہ دل میں پیدا ہو، معبود کے راضی کرنے کی فکر دل کو لگ جائے، ہر وقت دھن رہے کہ ہائے وہ مجھ سے راضی ہے یا نہیں؟ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۶۱ ملفوظ نمبر: ۶۱)

کلمہ توحید کے معنیٰ اور اس کا تقاضا

فرمایا: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنیٰ نفس حکم اور اِلَّا اللّٰه کے معنیٰ اللہ کے حکم، یہ ہوئے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنیٰ اب اللہ کے حکموں کو کلمہ کے دوسرے جزء **محمدٌ رسولُ اللّٰه** سے تلاش کرنا چاہیے۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۶۷)

فائدہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کلمۂ توحید اور اسلام کی بنیاد ہے، جس کا حقیقی مفہوم اور اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بنانے کے لائق نہیں، غیر اللہ کو معبود و مسجود اور غیر اللہ کو مقصود بنانا توحید کے خلاف ہے، اسی کا نام شرک ہے، اگر غیر اللہ کو معبود بنایا جائے تو شرک جلی کہلاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف ہی نہیں کرے گا، اور اگر غیر اللہ کو مقصود بنا لیا جائے

تو شرک خفی کہلاتا ہے، شرک خفی کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو دکھلانے کے لئے کوئی کام کیا جائے، جو شخص دوسروں کو خوش کرنے یا دکھلانے کے واسطے کام کرے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے غیر اللہ کو مقصود بنا لیا، حدیث پاک میں اس کو شرک قرار دیا گیا ہے، لاالــــہ کے معنیٰ ہی یہی ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ معبود بنائے اور نہ مقصود بنائے، کلمہ طیبہ کا اصل مطلب یہی ہے، باقی اس کلمہ کی حقیقت کو اتارنے اور کامل توحید پیدا کرنے کے لئے آسانی سے سمجھانے کے لئے مختلف تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں، جیسے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس موقع پر فرمایا ہے کہ لاالہ کے معنیٰ نفس حکم کے اور اِلَّا اللّٰہُ کے معنیٰ اللہ کے حکم کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس کلمہ کا تقاضا یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں اور غیروں کے حکموں پر مت چلو لاالــــــہ میں اسی کی نفی کرائی گئی ہے، اور اِلَّا اللّٰہُ کے معنیٰ اللہ کے حکم ہیں یعنی غیر اللہ کے حکموں کو نہ مان کر اللہ کے حکموں کو مانو کلمہ میں اسی بات کا اقرار کرایا گیا ہے، اور اللہ کا حکم معلوم کیسے ہوگا؟ اس کے لئے آگے فرما دیا محــمــد رسول اللہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی و رسول ہیں انہیں کے فرمان اور انہیں کے طریقہ میں اللہ کا حکم تلاش کرو، اس کے علاوہ اللہ کا حکم معلوم ہونے کا کوئی راستہ نہیں، آگے آنے والی تعبیرات و تشریحات بھی اسی نوعیت کی ہیں۔ (مرتب)

لاالہ الا اللہ کے معنیٰ

لَااِلٰــــہَ اِلَّا اللّٰــہُ کے معنیٰ انقلاب کے ہیں (کہ) ہر حال میں کرنا سب کچھ ہے، لیکن بدلنا حکم کا ہے کہ بجائے نفس کے اللہ کے لئے ہو (اور نبی کے طریقہ کے مطابق ہو)۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۵)

فائدہ: ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی الوہیت کا دل

سے یقین اور زبان سے اقرار ہو، اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دل سے یقین اور زبان سے اقرار ہو، الوہیت اور وحدانیت کا مطلب یہ ہے کہ معبود یعنی عبادت کے لائق صرف ایک اللہ ہی کو جانے، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے، اس کے خلاف کرے گا تو شرک ہو جائے گا، پھر ایمان کے مختلف درجات ہیں، ادنیٰ درجہ ایمان کا یہی ہے کہ صرف اللہ ہی کو معبود جانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا قائل ہو، نجات کے لئے اتنا ایمان کافی ہے، گو سزا بھگتنے کے بعد ہو، کمال ایمان یہ ہے کہ اس کلمہ کا اقرار کر لینے کے بعد اس کا ہر کام اللہ ہی کے واسطے ہو، کرے گا سب کچھ لیکن مخلوق کے واسطے نہیں بلکہ اللہ کے واسطے، یہ ہے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا مطلب۔

کمال ایمان کی علامت

فرمایا: ایمان یہ ہے کہ اللہ و رسول کو جس چیز سے خوشی اور راحت ہو بندہ کو بھی اسی سے خوشی اور راحت ہو، اور جس چیز سے اللہ و رسول کو ناگواری اور تکلیف ہو بندہ کو بھی اس سے ناگواری اور تکلیف ہو، اور تکلیف جس طرح تلوار سے ہوتی ہے اسی طرح سوئی سے بھی ہوتی ہے، پس اللہ و رسول کو ناگواری اور تکلیف کفر و شرک سے بھی ہوتی ہے اور معاصی سے بھی، لہٰذا ہم کو بھی معاصی سے ناگواری اور تکلیف ہونی چاہئے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۵۵ ملفوظ: ۱۸۵)

فرمایا: اللہ کی کہی ہوئی بات کا یقین اس قدر ہو کہ سارے کہے ہوؤں سے غالب ہو، اس کو ایمان کہتے ہیں۔ (ارشادات و مکتوبات ص: ۹۵)

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نیکیوں اور اچھائیوں سے تم کو خوشی ہو اور برائیوں اور گناہ سے تم کو تکلیف ہو اور تم اس کو برا سمجھو تو تم مومن ہو۔ (مشکوٰۃ)

کمال ایمان کی تشریح وتوضیح

فرمایا: لَا اِلٰہَ کا (مطلب یہ ہے کہ) اپنی غرض اور خواہش پر نہیں چلیں گے۔

اِلَّا اللّٰہ (کا مطلب ہے کہ) اللہ کے حکم اور امر پر چلیں گے۔

لَا اِلٰہَ (یعنی) اپنی تدابیر سے نہیں چلیں گے۔

اِلَّا اللّٰہ (یعنی) تیرے حکم پر جان دے دیں گے۔

لَا اِلٰہَ (یعنی) یعنی اپنی ہویٰ (خواہشات) کے پیچھے مت چلو۔

اِلَّا اللّٰہ (یعنی) اللہ کے امر (اس کے حکم) کے پیچھے چلو۔

محمد رسول اللہ (یعنی) اور تجھ جیسے بندے کو اللہ کا امر پتہ کیسے چلے گا؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پتہ بتائیں گے۔

جس دین کو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنا گئے ہیں اس کا دروازہ لا الہ الا اللہ ہے، دوسرا نماز، بغیر اس دروازہ کے تم داخل نہیں ہو سکتے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۲۸ و ۲۶، ۲۴)

فائدہ: اصل ایمان تو وہی ہے جو ماقبل میں ذکر کیا گیا کہ حق تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کا دل سے یقین اور زبان سے اقرار کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بھی اسی طرح تسلیم کرے، بس یہ ہے ایمان، باقی اور جو کچھ لا الہ الا اللّٰہ کے تحت سمجھایا گیا ہے یہ گویا اس کی تشریح ہے، ایمان کے تقاضے ہیں، کمال ایمان کے درجات ہیں کہ ان اوصاف وخصوصیات کو اختیار کرے گا اور دینی مزاج کو بنائے گا تو اس کا ایمان پختہ اور کامل ہوگا، ورنہ نہیں، اسی کی محنت کرائی جاتی ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ پورا دین زندگی میں آجائے۔

دین کی حقیقت

فرمایا دین کیا ہے؟ ہر موقع پر اللہ کے اوامر کو تلاش کرتے ہوئے اور ان کا دھیان کرتے ہوئے، اور اپنے نفس کے تقاضے کی آمیزش سے بچتے ہوئے ان کی تکمیل میں لگے رہنا اور اللہ کے حکموں کی تلاش اور دھیان کے بغیر کاموں میں لگنا ہی دنیا ہے۔

اس طریقہ سے چند روز میں وہ بات حاصل ہو سکتی ہے جو دوسرے طریقوں سے ۲۵ سال میں بھی حاصل نہیں ہوتی۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب ص ۱۲۴ ملفوظ: ۱۵۰)

فرمایا: دین کی حقیقت ہے جذبات کو اللہ کے اوامر (اور احکام شرع) کا پابند کرنا صرف دینی مسائل کے جاننے کا نام دین نہیں ہے علماء یہود دین کی باتیں اور اپنی شریعت کے مسائل بہت جانتے تھے، لیکن اپنے جذبات کو انہوں نے اوامر الٰہیہ (احکام شرعیہ) کا پابند نہیں کیا تھا، اس لئے مغضوب (حق تعالیٰ کے غصہ کے مستحق اور) مردود ہو گئے۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص: ۱۵۰ ملفوظ نمبر ۱۲۵)

صحیح عقیدوں کی اہمیت اور ان سے واقفیت کی ضرورت

عقیدہ کا استخفاف (یعنی اس کو کمتر اور حقیر و معمولی سمجھنا) کفر اور انکار ہے۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۲)

فائدہ: عقائد و ایمانیات اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی شعبہ ہے، جس کے بغیر نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج و قربانی، نہ ہی دین کی بڑی سے بڑی خدمت مقبول خواہ تقریر و تصنیف ہو یا دعوت و تبلیغ، صحیح عقیدہ اور ایمان کے بغیر ساری محنت بے کار اور رائیگاں ہے۔

عقیدہ وایمان کا تعلق قلب سے ہے جب کہ دیگر اعمال صالحہ کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے، صحیح عقیدہ وایمان جو ہر انسان سے مطلوب ہے اس میں اللہ کی ذات اس کی توحید الوہیت وربوبیت اور نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا اسی طرح دیگر انبیاء کی نبوت اور ملائکہ، یوم آخرت، جنت ودوزخ، کتاب وسنت کی حقانیت اور تقدیر پر نیز دیگر آسمانی کتابوں اور صحیفوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے، اس کے بغیر آدمی کا ایمان معتبر نہیں، اس کی تفصیلات کتب عقائد اور کتب تفسیر میں آیت بر: (ولکن البِرّ من آمن باللّٰہ الخ) کے تحت موجود ہے، سب کا خلاصہ علماء حق نے علیحدہ طور پر مرتب کر دیا ہے، تعلیم الاسلام نامی کتاب (مؤلفہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ)، نیز بہشتی زیور کے اول حصہ میں اسی طرح ''راہ نجات'' نامی کتاب (مؤلفہ مولانا محمد علی پانی پتیؒ) جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام تبلیغی احباب کے لئے انفرادی طور پر اس کے مطالعہ اور اجتماعی طور پر اس کی تعلیم کی ہدایت کی ہے اور اپنی جماعت تبلیغ کے نصاب میں اس کتاب کو شامل فرمایا ہے، اس کے شروع میں بھی تمام ضروری اسلامی بنیادی عقیدوں کو کتاو سنت کی روشنی میں بیان کر دیا گیا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا معیار انہیں عقائد حقہ کو سمجھا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تمام دعوتی وتبلیغی احباب کو متنبہ فرمار ہے ہیں کہ خبر دار کسی ایک عقیدہ کا استخفاف یعنی اس کو کمتر اور حقیر مت سمجھنا کیونکہ یہ کفر ہے، عملی کوتاہی الگ چیز ہے اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے، لیکن عقیدہ کا انکار کر دینے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، مثلاً کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا یا تقدیر کا انکار کر دے، یا قرآن وحدیث کا انکار کر دے، یا قرآن وحدیث سے ثابت شدہ کسی مسئلہ کا انکار کر دے، قرآن وحدیث کی باتوں کو اور اس سے مستنبط شدہ مسائل اور فتاویٰ کو

کمتر سمجھے اور حقارت کی نگاہ سے دیکھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ یہ سب باتیں کفر وانکار کی ہیں جن سے خطرہ ہے کہ آدمی دائرہ اسلام سے نکل کر دائرہ کفر میں داخل ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

ہر شخص پر لازم ہے کہ اسلام کی صحیح بنیادوں اور اسلامی عقیدوں کو خود بھی سیکھے اور صحیح معلومات حاصل کرے اور اپنی اولاد کو بھی اسلامی عقیدوں کی پختہ تعلیم دلا دے، ایسا کرنا ضروری اور فرض عین ہے، تبلیغی چھ نمبر میں تیسرا نمبر علم وذکر ہے، اس علم کے دائرہ میں سب سے پہلی چیز یہی آتی ہے جس کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے توجہ دلائی ہے، باقی چیزوں یعنی فضائل ومسائل اور دیگر احکام کو سیکھنے کا نمبر بعد کا ہے سب سے پہلا درجہ عقائد سیکھنے کا ہے۔ (مرتب)

دوسرا نمبر

نماز

دوسرا نمبر نماز

ایمان کے بعد نماز سب سے اہم اور بڑا عمل

دوسرا نمبر: نماز، الصلوٰۃ و مایتعلق بھا (یعنی نماز اور اس کے متعلقات)

فرمایا: صلوٰۃ اعمال کے اعتبار سے سب سے اہم اور بڑا عمل ہے، یہ دروازہ ہے تمام اعمال کا، کلمہ طیبہ میں جس چیز کا عہد کیا گیا تھا کہ صرف خدا ہی کو احکم الحاکمین اور اپنا ہر چیز کا مرجع مانوں گا اور اس کے حکم کے ماتحت اپنی زندگی گذاروں گا، یہ اس کے ثبوت کا پہلا عملی قدم ہے۔ (نماز کے متعلقات میں مسجد، اذان، وضو سب شامل ہیں۔)

صلوٰۃ کے بھی دو جز ہیں: ایک ظاہری دوم باطنی۔

ظاہری: مقدمات صلوٰۃ کو درست اور حسن کے ساتھ ادا کرنا، مثلاً وضوء کو سنن ومستحبات کے ساتھ کرنا اور اس کو صحیح بنانا اور ہر ہر رکن کو سنت کے مطابق ادا کرنا،

باطنی: ہر ہر رکن میں خشوع کے کمال کی کوشش کرنا جس سے نماز میں تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَاۤءِ کی (یعنی برائیوں سے روکنے کی) صفت پیدا ہو، نماز ایک روشن دان ہے جس کے ذریعہ سے تمام اعمال پر نورانیت پہنچتی ہے یہ نماز کی روح ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۰۸)

کلمہ کی درستگی کے بعد نماز کو درست کرنے کی ضرورت

فرمایا: ہمارے نزدیک اصلاح کی ترتیب یوں ہے کہ (کلمۂ طیبہ کے ذریعہ ایمانی معاہدہ کی تجدید کے بعد) سب سے پہلے نمازوں کی درستی اور تکمیل کی فکر کی جائے، نماز کے برکات باقی پوری زندگی کو سدھاریں گے، نماز کی درستی ہی ساری زندگی کے

سدھارنے کا سرچشمہ ہے اور نماز ہی کے صلاح وکمال سے باقی زندگی پر صلاحیت اور کمال کا فیضان ہوتا ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۱۰ ملفوظ ۱۴۳)

فرمایا: کلمہ کے لفظوں کی تصحیح کے بعد نماز کے اندر کی چیزوں کی تصحیح کرنے (مثلاً ثنا، التحیات، درود شریف، قرآن شریف کو صحیح کرنا) اور نمازوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بنانے کی کوشش میں لگے رہنا۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۸۸)

فائدہ: نماز کی درستی میں تین باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں:

(۱) نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں سب بالکل درست ہوں اور صحیح صحیح یاد ہوں، مثلاً ثناء، التحیات، درود شریف، دعاء قنوت، وغیرہ اور اسی میں قرآن پاک بھی شامل ہے کہ وہ بھی تجوید کے مطابق بالکل صحیح یاد ہو، اور قراءت بھی سنت کے مطابق ہو۔

(۲) دوسری چیز یہ ہے کہ نماز کے جملہ ارکان کی ادائیگی سنت کے مطابق ہو، مثلاً یہ کہ ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ، رکوع وسجدہ، قومہ، قعدہ وغیرہ کی کیفیت اور ہیئت سب سنت کے مطابق ہونی چاہئے نیز لباس بھی شرعی ہونا چاہئے۔

(۳) تیسری چیز یہ ہے کہ پوری نماز پڑھنے کی حالت میں دل پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، اپنے اختیار سے دوسرے خیالات دل میں نہ لائے، غیر اختیاری طور پر جو خیالات آتے رہیں اور ذہن بٹنے لگے تو اس میں غور وخوض اپنی طرف سے نہ کرے، بلکہ اپنے ذہن کو ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ کرلے، اور غیر اختیاری طور پر جو وساوس اور خیالات آجائیں ان میں کوئی حرج نہیں، وہ خشوع وخضوع اور کمال صلوٰۃ کے منافی نہیں۔

یہ تین ایسی ضروری اور بنیادی چیزیں ہیں جن کے بغیر نماز کامل اور جامع نہیں ہوسکتی، خواہ کتنے ہی ایمان ویقین کے ساتھ ادا کی جائے، ایمان ویقین کی پختگی کے ساتھ ان امور کا لحاظ کرتے ہوئے جو نماز ادا کی جائے گی وہ نماز کامل اور جامع ہوگی۔

اس کے ساتھ چند باتیں اور بھی ہیں کہ جن کو نماز کے مکمل کرنے میں پورا پورا دخل ہے، اس میں کوتاہی کرنے سے بھی نماز کامل نہیں ہوسکتی، مثلاً وضو اور اذان، اور تکبیر کا بھی تجوید اور سنت کے مطابق ہونا ضروری ہے، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وضو کی سنتوں اور مستحبات کا علم ہو، وضو کی دعاؤں کے پڑھنے کا اہتمام ہو، مسواک کا بھی اہتمام ہو، مکروہات سے بھی اجتناب ہو، کیونکہ ان سب باتوں کا لحاظ کئے بغیر وضو کامل نہ ہوگا اور جب وضو کامل نہ ہوگا تو نماز بھی کامل نہ ہوگی، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کیا کرتے تھے کہ یا اللہ میرے وضو کو کامل کردے۔

تجوید کے خلاف اذان وتکبیر کہنے سے بسا اوقات لحن جلی کا ارتکاب ہوجاتا ہے، ایسی اذان وتکبیر کا کہنا اور سننا دونوں حرام ہے، اذان کامل نہ ہوگی تو نماز بھی ناقص ہوگی، اذان وتکبیر کا جواب دینا اور اس کے بعد کی دعاء پڑھنا بھی اسی میں شامل ہے، اور یہ ساری باتیں علماء وقراء اور ماہر ائمہ سے سیکھے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں، علماء وقراء سے سیکھنا اور ان کی نگرانی میں بار بار مذاکرہ کرتے رہنا ضروری ہے، اسی غرض سے دوسرے نمبر کے بعد علم وذکر کا نمبر متعین کیا گیا ہے تاکہ ہماری نماز کامل ہوسکے۔

کلمہ شہادت اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں کو صحیح کرنے اور مشق کرنے کی ضرورت

فرمایا: جو قوم کلمہ اور نماز کی چیزوں کی تصحیح اور کلمہ شہادت کے مضمون پر اب تک مطلع نہ ہوئی ہو اس کا اوپر کی چیزوں میں مشغول ہونا سخت غلطی ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، ص ۳۳)

فائدہ: کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت اسلام کی بنیاد ہے، نماز بھی ام العبادات اور ارکان اسلام میں سے ہے، اس کام میں لگنے کے بعد سب سے پہلے اور اہم کام یہ ہے کہ کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت یاد کرایا جائے، اس کے معانی ومطالب اچھی طرح سمجھائے جائیں، وضو کا طریقہ، وضو کی دعائیں، اذان، اذان کے بعد کی دعا، قرآن پاک اور نماز میں پڑھی جانے والی تمام چیزوں کو صحیح صحیح یاد کرانے کی مشق کرائی جائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں جو کام کی ترتیب ارشاد فرمائی ہے وہ ٹھیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کی تعلیم کے مطابق ہے، حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ ایمان میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے قرآن پاک اور نماز کو سکھایا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو وفود آتے تھے ان کو بھی عملی طور پر ایمان کے بعد پہلے نماز اور قرآن پاک سکھایا جاتا تھا، صحابہ کرامؓ نماز سیکھنے کے لئے سفر کر کے آتے تھے، اور آپ ان کو اور دوسرے صحابہ کو نمازوں کے اوقات اور نماز کا پورا طریقہ تعلیم فرماتے تھے، مسلم شریف اور ترمذی شریف میں اس سلسلے کی کئی روایتیں موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ جو قوم ہمارے اس کام سے منسلک ہوگئی ابتدائی درجہ میں ان کو کلمہ طیبہ وکلمہ شہادت سکھلاؤ، اس کے بعد نماز وقرآن کی مشق کراؤ، فضائل قرآن میں حضرت شیخؒ نے اور دوسرے علماء محققین نے بھی لکھا ہے کہ ایمان لانے کے بعد اتنا قرآن پاک صحیح سیکھنا اور یاد کرنا فرض عین ہے جس سے اس کی نماز درست ہو جائے، صحابہ کرام کے اس فرمان: "**تَعَلَّمْنَا الاِیْمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ**" کہ پہلے ہم نے ایمان سیکھا اس کے بعد قرآن، کا ایک مطلب یہ بھی ہے جو اوپر بیان ہوا کیونکہ ظاہر بات ہے کہ ایمان کے بغیر قرآن اور نماز سیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور ایمان میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا فریضہ نماز اور قرآن ہی

سیکھنے کا عائد ہوتا ہے، اب بہت سے لوگ ایمان کے عنوان سے تو برابر محنت کرتے چلے جاتے ہیں اور ایمان کے بعد کا فریضہ قرآن پاک اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں کی تصحیح کی طرف توجہ نہیں کرتے اور زبان پر یہ جملہ کثرت سے لاتے ہیں کہ "تعلَّمنا الایمانَ ثُمَّ تعلَّمنا القُرآنَ" یہ بڑی کوتاہی ہے، ایمان کے درجات تو بے شمار ہیں، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایمان کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو اس کے بعد قرآن پاک کی طرف توجہ کریں، اگر ایسا خیال ہے تو مرتے دم تک قرآن پاک سیکھنے کی نوبت نہیں آسکتی کیونکہ ایمان کے درجات تو بے شمار ہیں، جو مرتے دم تک سب حاصل نہیں ہوسکتے، موٹی سی بات ہے کہ ایمانی کلمہ یعنی کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت سیکھنے کے بعد قرآن پاک سیکھنے کی کوشش شروع کردینا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت تھی، اسی اہم بات کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے توجہ دلائی ہے کہ کلمہ اور نماز کے بغیر اوپر کی چیزوں اور بڑی بڑی باتوں میں مشغول کرنا جیسے آج کل نئے اور پرانے لگے ہوئے لوگ اونچی اونچی باتیں کرتے ہیں حالانکہ نماز اور قرآن سے کورے ہیں، یہ غلطی اور نادانی ہے۔

وضو میں کمال اور اخلاص کیسے پیدا ہو؟

فرمایا: وضو کے وقت گناہوں کے صاف ہونے کا دھیان کرو، پھر مسجد کا ادب کرتے ہوئے اللہ کا دل میں رعب لیتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھتے ہوئے ادا کرو۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۴)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے وضو کو کامل کرنے کا ایک طریقہ اور اس کی تدبیر ارشاد فرمائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعاء "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ" اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں میرے وضو کو کامل

کر دیجئے، معلوم ہوا کہ وضو کامل بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی، کامل وضو کی فضیلت میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ وضو کے تمام اعضاء سے گناہ دھل جاتے ہیں، اجر وثواب کا استحقاق ہوتا ہے، اسی حدیث کی طرف مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اشارہ فرمایا ہے کہ اعضاء وضو کے دھوتے وقت یہ تصور کرو کہ میرے گناہ دھل رہے ہیں، لیکن یاد رہے کہ اس سے صرف گناہ صغیرہ دھلتے اور معاف ہوتے ہیں، گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، جیسا کہ شرّاح حدیث نے اس کی تصریح فرمائی ہے، گناہ صغیرہ وکبیرہ کی تعریف اور اس کا معیار ماہر علماء اور مفتیوں سے معلوم کیجئے۔

کامل وضو اس کو کہتے ہیں کہ جو مسئلہ کے موافق سنت کے مطابق اور مسنون دعاؤں کے پڑھنے اور مکروہات وضو سے بچنے کے ساتھ ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ وضو کے شروع ، درمیان ، اخیر میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا التزام ہو، سنن وضو مثلاً مسواک وغیرہ کا بھی اہتمام ہو، اور مکروہات وضو ، مثلاً پانی میں اسراف، وضو کے درمیان باتیں کرنے سے بھی اجتناب ہو تو وضو کامل ہوگا۔

حضرت نے ایک تدبیر بتلائی ہے کہ وضو کرتے وقت یہ تصور کرو کہ وضو سے اعضاء وضو کے گناہ دھل جائیں گے، اس تصور سے وضو میں اخلاص بھی پیدا ہوگا، اور سنت کے مطابق وضو کرنے کی فکر اور توفیق بھی ہو جائے گی، ان شاء اللہ۔

نماز میں روح کیسے پیدا ہو؟

فرمایا: نماز کو تھام تھام کر پڑھتے ہوئے کہ اس عظیم الشان کی سرکار میں کھڑا ہوا ہوں، دھیان کے ساتھ، معنیٰ کا دھیان کرتے ہوئے اگر ہو سکے پڑھا کرو۔

نماز کو اس کی حرکت کرنے کے وقت سے لے کر اخیر تک اللہ تعالیٰ کی عظمت کا

دھیان کرتے ہوئے کہ اس سے دل لپٹتا ہوا ہوئے، اس طرح نماز ادا کرو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۳ و ۶۴)

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایمان والے کامیاب ہین جن کی نمازوں میں خشوع ہو، جو خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے والے ہیں وہی ایمان والے کامیاب ہیں: **قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ،اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ** (پ ۱۸) کا یہی مطلب ہے۔

نماز میں روح اور کمال پیدا ہونے کے لئے نماز میں خشوع وخضوع ہونا ضروری ہے ورنہ نماز ناقص ہوگی، خشوع کا تعلق باطن اور قلب سے ہے اور خضوع کا تعلق ظاہر سے اور اعضاء جوارح سے ہے، نماز کی حالت میں تمام اعضاء کو سنت کے مطابق رکھنا (حالت قیام میں، رکوع میں، سجود میں) اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں کو صحیح صحیح تجوید اور سنت کے مطابق پڑھنا، اس سے نماز میں خضوع پیدا ہوگا۔

اور نماز کی حالت میں دل اللہ کی طرف متوجہ رہے، ادھر ادھر ذہن نہ جائے، یہ خشوع ہے، اس کا ایک طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی عظمت کا استحضار ہو، الفاظ و معنی کی طرف توجہ ہو، اس سے خشوع پیدا ہو جائے گا، گویا حضرتؒ نے نماز میں خشوع پیدا ہونے کا ایک طریقہ بتلایا ہے۔

خشوع وخضوع والی نماز پورے دین کی ترقی کا ذریعہ ہے

خشوع کی تشریح

فرمایا: نماز کو حدیث میں عماد الدین (دین کا ستون) فرمایا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کہ نماز پر باقی دین معلّق ہے، اور وہ نماز ہی سے ملتا ہے، نماز میں دین کا

تفقّہ بھی ملتا ہے اور توفیق عمل بھی عطا ہوتی ہے، پھر جیسی کسی کی نماز ہوگی ویسی ہی اس کے حق میں یہ عطا بھی ہوگی، اس لئے نماز کی دعوت دینا اور لوگوں کی نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کی کوشش کرنا بالواسطہ پورے دین کے لئے سعی کرنا ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۶۱ ملفوظ: ۱۹۴)

فائدہ: کمال صلوٰۃ یعنی کامل نماز کے لئے نماز میں خشوع وخضوع ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز ناقص اور نکمی ہوتی ہے، ایسی نماز سے اس پر ہونے والے فوائد اور ثمرات مرتب نہیں ہوتے اور نہ ہی ایسی نماز بے حیائی کی باتوں اور دیگر منکرات سے روکنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس لئے نماز میں خشوع وخضوع پیدا ہونا ضروری ہے، جس کے حاصل ہونے کا طریقہ علماء ومشائخ اور بزرگوں سے پوچھنا اور سمجھنا چاہئے۔

خشوع وخضوع کا مطلب صرف نماز کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا، یا لمبی نماز پڑھنا، یا خاص دعاؤں کا پڑھ لینا نہیں ہے، بلکہ اس میں تفصیل ہے جو علماء ومشائخ ہی سے سمجھنے اور سیکھنے کی ہی ہے۔

مختصر یہ کہ خشوع کا تعلق باطن یعنی قلب سے ہے، اور خضوع کا تعلق ظاہر اعمال یعنی اعضاء جوارح سے ہے، خشوع کا مطلب یہ ہے کہ دل پورے طور پر اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو، غفلت کے ساتھ نماز نہ ہو، نماز میں ادھر ادھر کے خیالات سے بچا جائے، بچنے کی کوشش کے باوجود غیر اختیاری طور پر جو خیالات اور وساوس آجائیں اس میں کوئی حرج نہیں، اس سے خشوع باطل نہیں ہوتا، لیکن ان غیر اختیاری خیالات میں بھی اپنی طرف سے غور وخوض نہ کرے بلکہ حتی الامکان بچنے کی کوشش کرے۔

اسی طرح خضوع کا تعلق نماز کی حالت میں اعضاء جوارح سے ہے، یعنی جتنے اعمال وارکانِ صلوٰۃ ادا کئے جاتے ہیں ان سب کا مسئلہ کے مطابق اور سنت کے موافق ہونا ضروری ہے ورنہ نماز بے جان اور بغیر خضوع کے ہوگی۔

کلمہ اور نماز کسی اچھے قاری سے درست کراؤ

فرمایا: نماز اور کلمہ قاری سے درست کراؤ۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۶)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق دعوت و تبلیغ کا اصل مقصد ایمان کو پختہ کرنا ہے تاکہ ایمان کے پختہ ہونے سے دین کے سارے شعبے اور رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا پورا دین زندہ ہو جائے، خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو، یا معاملات اور اخلاق و معاشرت سے۔

دین کے اہم شعبے عقائد و عبادات سے متعلق حضرت اپنے تمام تبلیغی احباب کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ لوگوں کی نماز اور ان کا کلمہ کسی قاری سے درست کراؤ کیونکہ بڑی تعداد میں لوگ ایسے ہیں کہ ان کو صحیح کلمہ اور اس کا ترجمہ بھی نہیں معلوم، بہت سے لوگ جو نہ معلوم کتنے مرتبہ وقت لگا چکے ہیں، چلّے بھی ان کے لگ چکے ہیں، لیکن ابھی ان کی نماز وا ذان درست نہیں، نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں التحیات، دعاء قنوت، قرآن پاک اگر ان کا سنا جائے تو صحیح نہیں پڑھ سکتے، بس نکلنے ہی کو مقصود اصلی سمجھ رکھا ہے، حضرتؒ اپنے تمام تبلیغی بھائیوں کو اہم ہدایت اور تنبیہ فرما رہے ہیں کہ کسی ماہر قاری سے اپنے کلمہ اور نماز کو درست کراؤ، ہر مسجد میں اس کا نظم ہونا چاہئے، خواہ علیحدہ سے تنخواہ دار قاری مقرر کریں، یا امام صاحب ہی سے یہ کام لیں، جس طریقہ سے فضائل کی تعلیم اور مشورہ وغیرہ کے لئے سب مل کر جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اسی طریقہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس اہم ہدایت پر عمل کرنے کے لئے سب کو اس کی کوشش کرنا چاہئے، اور اپنے مقام پر رہتے ہوئے ایسا نظام بنانا چاہئے کہ سب کی نمازیں اور قرآن پاک سنا جائے اور اس کی

تصحیح کرائی جائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا یہ ارشاد ماقبل میں گذر چکا ہے کہ جماعت میں نکلنے کے وقت میں قرآن پاک کو صحیح تجوید کے مطابق پڑھنے سیکھنے کا موقع کم ملتا ہے، اپنے مقام پر آکر اس کام کو اہتمام اور پابندی سے کرنا چاہئے، ہر مسجد میں اس کا انتظام ہونا چاہئے۔

افسوس کہ ہمارے دعوت کے احباب عمومی پیمانہ پر اس کی کوشش نہیں کرتے، بس مشورہ، ملاقات، گشت، خروج تک ہی ان کی محنت محدود رہ گئی ہے اور صرف انہیں چند اعمال کو اصل مقصود بنا رکھا ہے اور دوسری اہم چیزیں جن کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تاکید فرمائی تھی اس کی طرف سے غفلت اور بے توجہی ہے۔

الاماشاء اللہ

تمام دعوت کے احباب اور ذمہ دار حضرات سے گذارش ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تمام ہدایتوں کی طرف توجہ کریں اور اس کے مطابق نظام بنائیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔

نمازوں کو سیکھئے اور سنت کے مطابق ادا کیجئے!

فرمایا: رسمی نماز منھ پر پھینک کر ماری جاتی ہے، نماز ترقی روزگار، وسعت رزق، سب غموں کا علاج، لیکن بے سیکھے نہیں آسکتی۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص٢١)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا یہ ارشاد ایک حدیث پاک کا مضمون ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے طبرانی اور الترغیب کے

حوالہ سے طویل حدیث نقل فرمائی ہے جس کے اخیر میں یہ مضمون ہے:

''جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے ، وقت کو ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، تو وہ نماز بری صورت سیاہ رنگ میں بددعاء دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا، اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منھ پر ماردی جاتی ہے''۔

(فضائل نماز، حدیث:۲، ملحقہ فضائل اعمال ص:۳۴۶)

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا، سجدہ کرتا تو رکوع پورا نہیں کرتا۔ (فضائل نماز تشریح حدیث:۵ ص:۳۶۹)

نماز کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اس میں اخلاص کامل ہو، یعنی اللہ کے واسطے ہی نماز پڑھی جائے اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں مثلاً التحیات ، درود شریف وغیرہ خصوصاً قرآن پاک بالکل تجوید کے مطابق پڑھا جائے، کیونکہ عربی زبان میں معمولی غلطی سے بھی معنی بدل جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات کفریہ معنی ہوجاتے ہیں، مثلاً قرآن پاک میں ہے ''وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا'' (پ۳۰) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے سات آسمان بنائے، اب اگر بَنَيْنَا میں الف کو حذف کرکے بَنَيْنَ پڑھ دیا جائے تو ترجمہ ہوجائے گا ''عورتوں نے سات آسمان بنائے'' کیا یہ کلمۂ کفریہ نہیں ہے؟ عربی زبان شاہانہ زبان ہے، جنت کی زبان ہے، معمولی غلطی سے معنی بدل جاتے ہیں، سین سے ''سیف'' کے معنی تلوار کے ہیں، اور صاد سے ''صیف'' کے معنی ''گرمی'' کے ہیں، ''قلب'' کے معنی ''دل'' کے ہیں اور چھوٹے کاف سے ''کلب'' کے معنی ''کتّے'' کے ہیں لیکن قراءت قرآن میں اس قسم کی غلطیوں سے بچنے کی طرف لوگ توجہ نہیں کرتے

حالانکہ نہ معلوم اس طرح کی غلطیوں سے کتنے معنی بدل جاتے ہوں گے، اس لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تجوید کے ساتھ قرآن سیکھنے اور نماز کے جملہ ارکان کو صحیح طریقہ کے مطابق ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

الغرض قبولیت صلوۃ کے لیے (۱) اخلاص بھی ضروری ہے (۲) اور نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں کا درست ہونا بھی ضروری ہے (۳) اور نماز کے ارکان کی ادائیگی یعنی رکوع سجدہ وغیرہ کی ہیئت کا سنت کے مطابق ہونا (۴) اور دل سے اللہ کی متوجہ رہنا بھی ضروری ہے (۵) اور اس سب کے ساتھ پوری نماز مسئلہ کے موافق ہونا بھی شرط ہے، ایسی ہی نماز خشوع والی نماز کہلاتی ہے جو عند اللہ مقبول ہوتی ہے ورنہ خطرہ ہے کہ وہ نماز سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی چلی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا ہے: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلٰوۃِ**. اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں میرا وضو اور میری نماز کو کامل کر دیجئے، اس سے معلوم ہوا کہ وضو اور نماز کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی، ناقص نماز کے متعلق ہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عند اللہ مقبول نہیں ہوتی، پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منھ پر پھینک کر ماردی جاتی ہے، بعض صحابہ کو آپ نے جلدی جلدی خلاف سنت نماز پڑھتے دیکھا تو نماز کے اعادہ کا حکم دیا اور فرمایا جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں اس طرح نماز پڑھو، ایک صحابی نے اس حال میں نماز پڑھی کہ ان کا لباس ٹخنوں سے نیچے تھا، آپ نے ان کو بلا کر فرمایا، پھر سے وضو کرو اور پھر سے نماز پڑھو، اور ارشاد فرمایا: **إن اللہ لایقبل صلوۃ رجل مسبلٍ** ''کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز کو قبول نہیں کرتا جس کا لباس ٹخنوں سے نیچے ہو۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام بھائیوں اور دعوت کے تمام

ساتھیوں کو اپنی نمازوں کو درست کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، نماز درست اور کامل کیسے بنے گی حضرتؒ فرما رہے ہیں بے سیکھے نہیں آسکتی، اس کو سیکھنا پڑے گا پوری نماز مسئلہ کے موافق ہو، رکوع سجدہ وغیرہ سب سنت کے مطابق ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ نماز کی جتنی سنتیں ہیں ان کا علم ہو اور اسی کے مطابق نماز ادا کی جائے، نماز کے مکروہات کا بھی علم ہو تا کہ اس سے بچا جائے، اس کے ساتھ ہی دل میں بھی خشوع کی کیفیت اور کامل اخلاص واستحضار ہو، ایسی ہی نماز کامل نماز ہوگی جس سے دنیا میں بھی فائدہ ہوگا کہ سب غموں کا علاج اور رزق میں برکت و وسعت کا ذریعہ بنے گی اور آخرت میں بھی اجر وثواب اور رفع درجات کا سبب ہوگی لیکن سیکھے بغیر یہ نعمت حاصل نہیں ہوسکتی اس کے لئے ضروری ہے کہ ائمہ اور قراء سے نماز میں پڑھی جانے والی چیزیں درست کی جائیں، علماء سے نماز کے مسائل و آداب سیکھے جائیں اور نماز کی عملی مشق کی جائے اور مشائخ سے اخلاص اور خشوع فی الصلوۃ کا طریقہ معلوم کیا جائے اور ان سب چیزوں کا بار بار مذاکرہ کیا جائے۔

کامل نماز اور کامل ذکر کی کوشش بھی کرو اور اللہ سے مانگو بھی

فرمایا: تھام تھام کر پڑھنے والی نماز اور ذکر کو مانگا کرو۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۴)

فائدہ: نماز تھام تھام کر پڑھو، یعنی ٹھہر ٹھہر کر، جس کو فقہاء کی اصطلاح میں تعدیل ارکان کہتے ہیں، اس کو علماء نے واجب قرار دیا ہے، اسی کی ہدایت مولانا فرما رہے ہیں، اور یہ نعمت اللہ کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، اسی لئے حضرت فرما رہے ہیں کہ اس نعمت کو اللہ سے مانگا بھی کرو، اس میں اشارہ اس دعاء کی طرف ہے "**اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ**" اے اللہ! اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد کیجئے۔

نماز کو کامل بنانے کے لئے "فضائل نماز" کتاب کا مطالعہ کرو

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"فضائل نماز" جو کتاب ہے اس کو پڑھے لکھے (حضرات) خود پڑھیں اور دوسروں کو بھی سنادیں، اور نماز کی اہمیت اور بے نمازی کے لئے خدا کی وعیدیں عام لوگوں کے ذہن نشین کرائی جائیں۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۳)

فرمایا: نماز کی رفتار یہ ہے کہ آج کے دن سے دوسرے دن کی نماز ترقی کرتی جائے، اس کے لئے فضائل نماز (مولفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ) دیکھو۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۲)

نماز کو کامل بنانے کی ایک تدبیر

فرمایا: نماز سے پہلے کچھ دیر نماز کا مراقبہ کرنا چاہئے جو نماز بلا انتظار کئے ہو پُھس پُھسی ہے، تو نماز سے پہلے نماز کو سوچنا چاہئے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۹ ملفوظ نمبر ۴۶)

فائدہ: ایک حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو نصیحت فرمائی تھی کہ جب نماز پڑھو تو یہ تصور اور مراقبہ کرو کہ گویا تم سب کو رخصت کر کے نماز پڑھنے والے ہو، یعنی یہ تمہاری آخری نماز ہے، پتہ نہیں آئندہ نماز پڑھنے کا موقع ملے یا نہ ملے، اس تصور اور مراقبہ کے ساتھ جو نماز ادا کی جائے گی اس میں روح اور جان پیدا ہوگی۔

ایک حدیث پاک میں آپ نے یہ مراقبہ تعلیم فرمایا کہ ایسی نماز پڑھو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، یا یہ تصور اور مراقبہ کرو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (مسلم شریف)

نماز کو کامل بنانے کے یہ طریقے اور مراقبے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں، انہیں باتوں کی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ یاددہانی فرمارہے ہیں کہ نماز سے پہلے کچھ دیر مراقبہ کرلیا کرو تا کہ نماز میں روح پیدا ہو، نماز ایسی اہم عبادت اور مہتم بالشان عمل ہے کہ اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں جناتوں کو پیدا کیا ہے، انسان کی خلقت اور پیدائش کا اصل مقصد یہی ہے، اس لئے اس کو کامل کرنے کی ضرورت ہے۔

قیام اللیل اور تہجد کا اہتمام اور اس کا آسان طریقہ

فرمایا: نوافل میں سب سے افضل تہجد ہے، اگر پچھلے کو (یعنی آخر رات کو سحر کے وقت) اٹھ سکے تو تہجد، ورنہ اس کی حسرت کے ساتھ سونے سے پہلے دو چار رکعات پڑھ لیا کرے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰)

فائدہ: شریعت میں صلوٰۃ تہجد کی بڑی اہمیت ہے، حدیث پاک میں اس کو دأب الصالحین یعنی صلحاء کا طریقہ کہہ کر ترغیب دی گئی ہے، حضرتؒ اپنے تمام تبلیغی احباب کو تہجد کی تاکید فرمارہے ہیں۔

اخیر رات میں اگر نہ اٹھ سکے تو کم از کم سوتے وقت ہی دو چار رکعت پڑھ لے، یہ بھی تہجد کے قائم مقام ہے۔

بعض علماء نے تہجد کے تین درجے بیان کئے ہیں، سب سے اعلیٰ درجہ یہی ہے کہ اخیر رات میں اٹھ کے پڑھے، لیکن اخیر رات میں کسی وجہ سے نہ اٹھ سکے، یا اٹھنے کی کوشش کرے تو دن کے ضروری کاموں میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو، مثلاً ایک شخص سرکاری ملازم ہے، دفتر میں کام کرتا ہے، یا کوئی مدرس درجۂ حفظ یا مکتب میں بچوں کو

پڑھاتا ہے، اگر تہجد میں اٹھتا ہے تو اپنی ڈیوٹی اور ذمہ داری کے وقت سوتا اور اونگھتا ہے، طلباء کی تعلیم کا نقصان کرتا ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ تم تہجد میں مت اٹھو، تہجد کا دوسرا درجہ یعنی سونے سے پہلے دو چار رکعت پڑھ لو یہ بھی تہجد کے حکم میں ہے، بعض علماء نے اس کو قیام اللیل سے تعبیر کیا ہے، اور اگر کسی کو اس کی بھی ہمت نہ ہو تو کم از کم آخری درجہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے ساتھ، وتر سے پہلے چند رکعتیں تہجد کی پڑھ لے یہ بھی تہجد کے حکم میں ہو جائیں گی۔

ورنہ سب سے آخری درجہ یہ ہے کہ عشاء اور فجر کی نماز با جماعت ادا کرے، عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے والا اس رات کے غافلین اور محرومین میں شمار نہ ہوگا یہ بھی حدیث پاک کا مفہوم ہے اور حضرت سعید ابن مسیّبؒ سے منقول ہے۔ واللہ اعلم

تیسرا نمبر علم وذکر

علم وذکر کی اہمیت اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ

تیسرا نمبر علم وذکر

علم وذکر کی اہمیت اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ

فرمایا: تیسرا نمبر: علم وذکر یعنی صبح وشام کا کچھ حصہ علم وذکر میں گذارنا۔

عمومی ذکر ہر شخص کے لئے ایک تسبیح سویم کلمہ کی صبح کو اور ایک شام کو اور درودو استغفار کی دو دو تسبیح ،قرآن پاک کی تلاوت ذکر میں شامل ہے۔

اگر کسی شیخ سے وابستہ ہو تو اس کے فرمودہ ذکر کا اہتمام۔

علم کے لئے (عوام کے لئے) فضائل نماز، (فضائل) ذکر، فضائل قرآن، حکایات صحابہؓ، جزاء الاعمال (مولفہ حضرت تھانویؒ) اگر قرآن نہ پڑھا ہو تو اس کو سیکھنا۔

اہل علم کے لئے کتاب الاعمال، کتاب العلم والاعتقادات یا کتاب السنۃ یا کتاب الجہاد، کتاب المغازی، کتاب الفتن، کتاب الرقاق، کتاب الامر بالمعروف۔

(ارشادات ومکتوبات مولانا محمد الیاسؒ ص ۱۱۰ و ۴۷)

فائدہ: حضرتؒ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ حضرات اہل علم جو تبلیغی کام سے وابستہ ہیں ان کو احادیث مبارکہ کے ان ابواب کا خصوصیت سے مطالعہ کرتے رہنا چاہئے، خواہ مشکوٰۃ شریف سے یا حدیث کی دوسری کتابوں سے، وہ ابواب یہ ہیں:

(۱) کتاب العلم (مشکوٰۃ شریف ۳۲ تا ۳۸)

(۲) کتاب الاعتقادات یعنی کتاب الایمان (مشکوٰۃ شریف ۱۱ تا ۲۶)

(۳) کتاب السنۃ یعنی باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ (مشکوٰۃ شریف ۲۷ تا ۳۲)

(۴) کتاب الامر بالمعروف (مشکوٰۃ شریف ۴۳۶ تا ۴۳۹)

(۵) کتاب الرقاق　　(مشکوۃ شریف ۴۳۹ تا ۴۶۰)

(۶) کتاب الفتن　　(مشکوۃ شریف ۴۶۱ تا ۴۶۹)

(۷) کتاب المغازی یا کتاب الجہاد　　(مشکوۃ شریف ۳۲۹ تا ۳۴۴)

تبلیغی کام کے ذمہ دار اور ارباب حل وعقد اہل علم ہی ہونا چاہئے جن کے ہاتھوں میں اس کام کی باگ ڈور ہو، اور اس کام سے منسلک اہل علم حضرات پر لازم ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس اہم ہدایت کے مطابق احادیث مبارکہ کے ان ابواب کا خصوصیت سے برابر مطالعہ کرتے رہیں، عربی اردو شروحات بھی دیکھتے رہیں، وقت میں گنجائش نہ ہونے کی صورت میں اردو کتاب معارف الحدیث، ترجمان السنہ، مظاہر حق وغیرہ میں بھی انہیں ابواب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

بہتر اور مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس ہدایت کی اہمیت کے پیش نظر کتب حدیث سے صرف انہیں ابوب کو منتخب کر کے علیحدہ کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے، خواہ صرف عربی میں، یا اردو شرح (مظاہر حق) کے ساتھ، تاکہ حضرات اہل علم کو جو کام سے وابستہ ہیں مطالعہ میں آسانی رہے، تبلیغی حضرات کو اس کام کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس ہدایت پر عمل ہوگا تو پورے اعتدال کے ساتھ کام چلتا رہے گا، اور افراط وتفریط اور غلو سے ان شاء اللہ حفاظت رہے گی، کیونکہ حضرات اہل علم میں اعتدال اسی وقت رہے گا جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس ہدایت کے مطابق عمل کرتے رہیں گے، ورنہ خطرہ بلکہ مشاہدہ ہے کہ لوگ بے اعتدالی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ (مرتب)

اس کام میں علم وذکر کی اہمیت

فرمایا: ہماری تبلیغ میں علم وذکر کی بڑی اہمیت ہے، بدون علم کے نہ عمل ہوسکے

نہ عمل کی معرفت، اور بدوں ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے، اس میں نور نہیں ہوسکتا، مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ تبلیغ خود بہت اہم فریضہ ہے اس کی وجہ سے ذکر میں کمی ہونا ویسا ہی ہے جیسا حضرت سید صاحب بریلوی قدس سرہ نے جس وقت جہاد کی تیاری کے لئے اپنے خدام کو بجائے ذکر و شغل کے نشانہ بازی اور گھوڑے کی سواری میں مشغول کر دیا تو بعض نے یہ شکایت کی کہ اس وقت پہلے جیسے انوار نہیں ہیں؟ تو حضرت سید صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں! اس وقت ذکر کے انوار نہیں ہیں، جہاد کے انوار ہیں اور اس وقت اسی کی ضرورت ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۶ ملفوظ: ۴۱)

علم و ذکر کی کمی پر رنج و افسوس

فرمایا: مگر مجھے علم و ذکر کی کمی کا قلق ہے، اور یہ کمی اس واسطے ہے کہ اب تک اہل علم اور اہل ذکر اس میں نہیں لگے ہیں، اگر یہ حضرات آ کر اپنے ہاتھ میں یہ کام لے لیں تو یہ کمی بھی پوری ہو جائے، مگر علماء اور اہل ذکر تو ابھی تک اس میں بہت کم آئے ہیں۔

فائدہ: اب تک جو جماعتیں تبلیغ کے لئے روانہ کی جاتی ہیں ان میں اہل علم اور اہل نسبت کی کمی ہے جس کا حضرت کو قلق تھا، کاش اہل علم اور اہل نسبت (یعنی علماء ومشائخ اور صوفیاء) بھی ان جماعتوں میں شامل ہو کر کام کریں تو یہ کمی پوری ہو جائے، الحمدللہ مرکز تبلیغ میں اہل علم اور اہل نسبت موجود ہیں مگر وہ گنتی کے آدمی ہیں، اگر وہ ہر جماعت کے ساتھ جایا کریں تو مرکز کا کام کون سرانجام دے گا۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۶ ملفوظ ۴۱)

علم وذکر کن لوگوں سے سیکھا جائے

فرمایا: علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا اس کی مجھے بڑی فکر ہے، اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو (یعنی تبلیغ والوں کو) اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم وصحبت سے بھی مستفید ہوں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۵۷ ملفوظ ۵۴)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ارشاد کا حاصل یہی ہے کہ تبلیغی احباب علماء ومشائخ سے ربط رکھتے ہوئے انہیں کی سرپرستی میں کام کریں۔

چنانچہ خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اس کے مطابق عمل بھی رہا جیسا کہ مندرجہ ذیل مکتوب سے معلوم ہوتا ہے، ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ...... جو (لوگ کسی شیخ سے) بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں؟...... جو (لوگ) ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائے پور (خانقاہ میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری کی خدمت میں) جا کر گزاریں۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۲۷)

تمام تبلیغی کام کرنے والوں کو علم وذکر کی سخت تاکید

فرمایا: ہمارے سب کام کرنے والوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ تبلیغ کے لئے باہر جانے کے زمانے میں بالخصوص علم اور ذکر کی طرف بہت زیادہ توجہ کریں، علم وذکر میں ترقی کے بغیر دینی ترقی ممکن نہیں، نیز علم وذکر کی

تحصیل وتکمیل اس راہ کے اپنے بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے اوران کے زیر ہدایت اوران کی نگرانی میں ہو۔

انبیاء علیہم السلام کا علم وذکر اللہ تعالیٰ کے زیر ہدایت اوراس کے حکم کے ماتحت ہوتا تھا، اور حضرات صحابہ کرام کا علم وذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے ماتحت اورآپ کی نگرانی میں ہوتا تھا، پھر ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے اس (زمانہ) کے اہل علم اور اہل ذکر گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں، لہٰذا علم وذکر میں اپنے بڑوں کی نگرانی سے استغناء نہیں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۴۷ ملفوظ: ۱۷۲)

علم علماء سے اورذکر مشائخ سے حاصل کیجئے

فرمایا: ہماری اس دینی دعوت میں کام کرنے والے سب لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دینی چاہئے کہ تبلیغی جماعتوں کے نکلنے کا مقصد صرف دوسروں کو پہنچانا اور بتانا ہی نہیں ہے بلکہ اس ذریعہ سے اپنی اصلاح اور اپنی تعلیم وتربیت بھی مقصود ہے، لہٰذا نکلنے کے زمانہ میں علم وذکر میں مشغولیت کا بہت زیادہ اہتمام کیا جائے، علم دین اور ذکر اللہ کے اہتمام کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں ہے......

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ علم وذکر میں یہ مشغولیت اس راہ کے اپنے بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے اوران کے زیر ہدایت اور نگرانی ہو، انبیاء علیہم السلام کا علم وذکر اللہ تعالیٰ کے زیر ہدایت تھا، اور صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم وذکر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پوری پوری نگرانی فرماتے تھے، اسی طرح ہر زمانہ کے لوگوں نے اپنے بڑوں (یعنی علماء ومشائخ) سے علم وذکر لیا اوران کی نگرانی اور رہنمائی میں تکمیل کی، ایسے ہی آج بھی ہم اپنے بڑوں (یعنی علماء ومشائخ) کی نگرانی کے محتاج ہیں، ورنہ

شیطان کے جال میں پھنس جانے کا بڑا اندیشہ ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۱۱۱ ملفوظ: ۱۳۴)

علم وذکر میں مشغولی کے ساتھ قلب کی نگرانی کی ضرورت

فرمایا: ایک کام کی بات ایک اہل کی طرف پہنچنے کی نیت سے یہ خادم آستانہ عرض پرداز ہے کہ میرے حضرت!......میرا مقصد اس معروض سے یہ ہے کہ (تبلیغ میں) نکلنے کے زمانے میں ظاہر عبادات میں (جس میں سب سے اعلیٰ طلب علم اور اشتغال فی الذکر ہے) اپنے قلب کی کیفیت پر زیادہ نگرانی کی ضرورت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التقویٰ ھھنا.(تقویٰ یہاں یعنی قلب میں ہے)

لہٰذا ان چیزوں کے قیامت میں کام دینے کے قابل ہیں یا نہیں، جس کا مدار خشیت ان امور کے قیامت میں کام دینے کے یقین اور ایمان کے بقدر وابستہ ہے، لہٰذا اس مجموعہ میں (یعنی علم وذکر میں) مشغولی رہنے کی سعی (کوشش) کو بہت زیادہ لازمی سمجھا جائے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۵۳)

علم وذکر اس کام کے دو بازو ہیں

اخیر عمر میں خاص طور پر علم وذکر کی طرف توجہ کرنے کی تاکید

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

ان دنوں میں (یعنی اپنی عمر کے اخیر ایام میں) چند باتوں کا زندگی بھر سے زیادہ اہتمام رہا، اول سب سے زیادہ علم وذکر کی ترغیب وتاکید اس تصور سے کہ یہ کام عام

عصری تحریکات کی طرح محض ایک بے روح ڈھانچہ، قواعد وضوابط کا مجموعہ اور ایک مادی نظام بن کر نہ رہ جائے، آپ برابر لرزاں وترساں رہتے تھے، اور طبیعت پر اس کا ایک بوجھ تھا، بار بار اس سے ڈراتے تھے، بار بار علم وذکر کے اہتمام کی تاکید فرماتے تھے، بار بار کہتے تھے اور کہلواتے تھے کہ:

علم وذکر اس گاڑی کے دو پہیے ہیں، جن کے بغیر یہ گاڑی نہیں چل سکتی، دو بازو ہیں جن کے بغیر اس کی پرواز نہیں، علم کے لئے ذکر اور ذکر کے لئے علم کی ضرورت ہے، علم بغیر ذکر کے ظلمت ہے، ذکر بغیر علم کے فتنہ ہے، اور یہ تحریک ونظام ان دونوں کے بغیر سراسر مادّیت ہے۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۱۸۵)

چوبیس گھنٹہ میں ذکر وعلم کے لئے خاص وقت مقرر کرلیجئے

علم وذکر کو خاص مناسبت ہے اس کام سے

فرمایا: تین وقتوں کو (صبح شام اور کچھ حصہ شب کا) اپنی حیثیت کے مناسب تحصیل علم وذکر میں مشغول رکھنا۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۸۸)

چوبیس گھنٹہ میں ذکر اور علم کے لئے وقت متعین کرو، اس کو خاص مناسبت ہے اس کام سے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۹)

فائدہ: ذکر کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں: ذکر قلبی، ذکر لسانی، ذکر حکمی، ذکر قلبی تو یہ ہے کہ دل میں اللہ کو یاد رکھنا، کسی کام میں لگنے کے ساتھ بھی یہ ذکر ہو سکتا ہے، ذکر حکمی یہ

ہے کہ جس وقت میں اللہ تعالیٰ نے جس کام کو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کام کو اللہ کا حکم سمجھ کر کرنا، یہ ذکر حکمی ہے، مثلاً والدین یا بیوی بیمار ہے ان کی خدمت و تیمارداری کا اللہ نے حکم دیا ہے یہ وقت اور حال کا حکم ہے، اللہ کا حکم سمجھ کر ان کی خدمت اور تیمارداری کرنا ذکر حکمی ہے، ضرورت کے وقت تعلیم و تعلم اور تدریس کے حلقے، دعوت و تبلیغ سب ذکر حکمی کے دائرہ میں آتے ہیں، کیونکہ اس وقت اور حال کا حکم یہی ہے کہ اس کام میں مشغول ہوا جائے۔

ذکر لسانی وہ ہے حدیثوں میں جس کی ترغیب اور فضائل وارد ہوئے ہیں، مثلاً پہلا کلمہ، تیسرا کلمہ، استغفار، درود شریف، تلاوت قرآن پاک، وغیرہ، کون سا ذکر اور کتنی مقدار میں کن اوقات میں کرنا چاہئے اس کو علماء و مشائخ سے دریافت کر لینا چاہئے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ چوبیس گھنٹہ میں ایک خاص وقت ذکر لسانی یعنی زبان سے ذکر کرنے کے لئے متعین کر لو، اور اس کو پابندی سے کرو، اس طور پر کہ ذکر قلبی بھی حاصل ہو، یعنی دل بھی پورے طور پر متوجہ ہو، نور نبوت حاصل ہونے کا یہی طریقہ ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ علم کے لئے بھی وقت متعین کر لو، واضح رہے کہ ان دونوں باتوں کا تعلق صرف نکلنے کے زمانے سے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کے لئے آپ نے یہ ہدایت فرمائی ہے۔

علم کے لئے وقت متعین کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ علم جو مشکوٰۃ نبوت سے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہم تک پہنچا اس کے لئے وقت متعین کر لو، اس علم میں فضائل کا علم بھی آتا ہے اور مسائل کا بھی، فضائل کا علم عمل کا ذریعہ اور واسطہ ہے، ترغیب و تحضیض کے لئے ہوتا ہے، مسائل کا علم اللہ کے قوانین و احکام اور حدود اللہ

سے واقفیت اوراس کے مطابق عمل کرنے کے لئے ہوتا ہے،فضائل کے ساتھ مسائل اور احکام کا علم بھی ضروری ہے،جیسی آدمی کی ضرورت ہو، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ کے مسائل، بیع وشراء، تجارت، ملازمت، کاشتکاری وغیرہ کے مسائل واحکام، ان سب کو سیکھنا بھی ضروری ہے۔

حدیث پاک میں ایک مسئلہ سیکھنے کو ایک ہزار رکعات سے افضل قرار دیا ہے، گووہ مسئلہ اس وقت عمل کا نہ ہو۔ (منتخب احادیث ص......)

پھر اس علم دین حاصل کرنے کے دوطریقے ہیں، انفرادی، اجتماعی، پڑھے لکھے حضرات جو انفرادی طور پر خود مطالعہ کر سکتے ہیں مطالعہ کریں، اور گھر والوں کو سنائیں۔

اور جو اس کی اہلیت نہیں رکھتے ان کو چاہئے کہ ایسا اجتماعی نظام بنائیں کہ کوئی واقف کار عالم دین متعین وقت میں ضروری مسائل سب کو پڑھ کر سنائے اور سمجھائے، اور لوگ متعینہ وقت میں اس کو غور سے سنیں اور سمجھیں، درس قرآن، درس حدیث، درس فقہ کا نظام بھی اس کا آسان طریقہ ہے۔

یہ مطلب ہے حضرتؒ کے مذکورہ بالا ارشاد کا۔ واللہ اعلم

فائدہ: حضرتؒ نے اپنے اس کام کو ذکر وعلم سے جوڑا ہے، اور فرمایا ہے کہ ہمارے اس کام کو علم و ذکر سے خصوصی مناسبت ہے، لہٰذا اس دعوت وتبلیغ سے ہر لگنے والے کو چاہئے کہ چوبیس گھنٹہ میں علم وذکر کے لئے کوئی وقت متعین کرلے۔

ذکر اپنے وقت کے علماء ومشائخ جن سے مناسبت اور عقیدت ہو ان سے دریافت کرے، یا حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جن بعض اذکار کی تلقین فرمائی ہے (جو آگے آرہے ہیں) اس کے مطابق عمل کرے، یا خود ہی احادیث مبارکہ کی کتابوں فضائل ذکر وغیرہ سے اپنے حالات اور وقت کی گنجائش کے مطابق ذکر کا اہتمام کرے۔

خلاصہ یہ کہ ضرورت کے مطابق احکام ومسائل سے واقف ہونا ضروری ہے، خواہ مساجد میں عالم دین ومفتی کے واسطے سے اجتماعی طور پر ہو، یا کتابوں کے مطالعہ سے انفرادی طور پر اور ذکر کا اہتمام بزرگوں کی ہدایت کے مطابق، تمام کارکنان تبلیغ کے لئے ضروی ہے، یہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایت ہے۔ (مرتب)

علم وذکر کو مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت

فرمایا: علم وذکر کو مضبوطی سے تھامنے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے، مگر علم وذکر کی حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے۔

ذکر کی حقیقت ہے عدم غفلت اور فرائض دینی کی ادائیگی میں لگا رہنا اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے، اس لئے دین کی نصرت اور اس کے فروغ کی جدوجہد میں مشغول رہنا ذکر کا اونچا درجہ ہے، بشرطیکہ اللہ کے اوامر اور مواعید کا خیال رکھتے ہوئے ہو۔

اور ذکر نفلی اس واسطے ہے کہ آدمی کے جو اوقات فرائض میں مشغول نہ ہوں وہ لایعنی میں نہ گذریں، شیطان یہ چاہتا ہے کہ فرائض میں لگنے سے جو روشنی پیدا ہوتی ہے اور جو ترقی حاصل ہوتی ہے، وہ لایعنی میں لگا کے اس کو برباد کردے، پس اس سے حفاظت کے لئے ذکر نفلی ہے، الغرض فرائض سے جو وقت فارغ ہو اس کو ذکر نفلی سے معمور رکھا جائے تا کہ شیطان لایعنی میں مشغول کر کے ہمیں نقصان نہ پہنچا سکے (نیز ذکر نفلی کا ایک خاص اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے عام دینی کاموں میں ذکر کی شان پیدا ہوتی ہے اور اللہ کے اوامر کی تعمیل میں اور اس کے مواعید کے شوق میں کام کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے)۔

اسی سلسلہ میں فرمایا...... فرائض میں لگنا حتی کہ نماز پڑھنا بھی اگر اللہ کے اوامر کی تعمیل میں اور اس کے مواعید کے دھیان کے ساتھ نہ ہو تو اصلی ذکر نہیں بلکہ صرف

جوارح کا ذکر اور قلب کی غفلت ہے، اور حدیث میں قلب ہی کے متعلق ہے کہ:

اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله. (مسلم شریف)

کہ انسان کے وجود میں یہی وہ مرکز ہے کہ اگر وہ ٹھیک ہو تو پھر سب ٹھیک ہے اور اگر وہ خراب ہو تو پھر سب خراب ہے۔

تو اصلی چیز ہے بس اللہ کے اوامر اور اس کے مواعید کے دھیان کے ساتھ اللہ کے کاموں میں لگا رہنا، یہی ہمارے نزدیک ذکر کا حاصل ہے۔

اور علم سے مراد دینی مسائل اور دینی علوم کا صرف جاننا نہیں ہے، دیکھو یہود اپنی شریعت اور آسمانی علوم کے کیسے عالم تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ و سلم کے نائبوں کے نائبوں تک کے حُلیے اور نقشے، حتی کہ ان کے جسموں کے تل کے متعلق بھی ان کو علم تھا، لیکن کیا ان باتوں کے صرف جاننے نے ان کو فائدہ دیا؟

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۵۲ ملفوظ: ۱۸۱)

فائدہ: ذکر کی مختلف قسمیں ذکر حقیقی و حکمی وغیرہ کی تفصیل ما قبل میں گذر چکی ہے، ملاحظہ فرمالیجئے۔

علم و ذکر میں لگو وقت ضائع نہ کرو

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

نماز کے بعد حضرتؒ نے ہمیں مخاطب کر کے کہا: دیکھو تم لوگ مسند نشینی کے لئے نہیں آئے، اپنا وقت ضائع نہ ہونے دو، ہمیشہ ذکر و تعلیم میں مصروف رہو، دوستو! ذکر کی کثرت کرو۔ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۱۶۴، ۱۶۸)

علم کا بیان

دین کی عمومی تعلیم وتربیت کا طریقہ

فرمایا: دین کی عمومی تعلیم وتربیت کا جو طریقہ ہم اپنی اس تحریک کے ذریعہ رائج کرنا چاہتے ہیں صرف وہی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھا اور اسی طرز سے وہاں عام طور پر دین سیکھا اور سکھایا جاتا تھا، بعد میں جو طریقے اس سلسلہ میں ایجاد ہوئے، مثلاً تصنیف وتالیف اور کتابی تعلیم وغیرہ، سو ان کو ضرورت حادثہ نے پیدا کیا، مگر اب لوگوں نے صرف اسی کو اصل سمجھ لیا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے طریقے کو بالکل بھلا دیا گیا ہے، حالانکہ اصل طریقہ وہی ہے اور عمومی پیمانہ پر تعلیم وتربیت صرف اسی طریقہ سے دی جاسکتی ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۷ ملفوظ: ۸۴)

فائدہ: دینی تعلیم وتعلم کے دو طریقے ہیں، زبانی تعلیم، کتابی تعلیم۔ زبانی تعلیم کا مطلب یہی ہے کہ جب کبھی کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے، جاننے والوں سے پوچھ لے، سمجھ لے، پھر یہ پوچھنے اور سمجھنے والا دوسرے اپنے جیسے لوگوں کو بتلادے، اس طرح وہ مسائل عام ہوجائیں گے، مثلاً تجارت، ملازمت، زراعت وغیرہ کے مسائل پوچھنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کا زبانی طریقہ یہ ہے کہ کسی معتبر عالم دین، یا مفتی سے اور اگر وہ میسر نہ ہو تو دارالافتاء سے مسئلہ پوچھ لے، پھر اپنے ماحول اور تاجروں کے درمیان اس کو بیان کردے، دوسرے لوگ اس سے اچھی طرح سمجھ لیں، پھر یہ لوگ دوسروں کو بتلادیں، اس طرح یہ دینی مسائل عام ہوجائیں گے، یہ طریقہ ہے زبانی تعلیم کا، اس

کے لئے بنیادی طور پر تین باتیں ضروری ہیں، ایک تو یہ کہ ضرورت کے جتنے مسائل درپیش ہوں ان سب کے معلوم کرنے کی فکر اور اسکی طرف سب کو توجہ ہو، پیش آمدہ مسائل کو مستحضر کر کے ان کو پوچھنے کا اہتمام ہو۔

دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ ایسے معتبر جید عالم و مفتی یا دارالافتاء موجود ہوں جن سے رابطہ کر کے اس قسم کے سارے مسائل کو سمجھنا ممکن ہو۔

تیسرے یہ کہ یہ سمجھنے والے حضرات اپنے جیسے تاجروں اور ہم پیشہ لوگوں کو بتلا دیں اور سمجھا دیں اور پورے ماحول میں وہ مسائل عام ہو جائیں، یہ طریقہ ہے زبانی تعلیم کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ کرام اسی طرح زبانی تعلیم حاصل کر کے لوگوں کو پہنچاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اعلان فرما دیا تھا کہ ہمارے بازار میں صرف وہی کاروبار و تجارت کرے جو تجارت کے مسائل سے واقف ہو۔ (ترمذی شریف)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں اس دعوت و تبلیغ میں زبانی تعلیم کے ذریعہ دینی تعلیم کو عام کرنا چاہتا ہوں، اب ہم تبلیغ والوں کی ذمہ داری ہے کہ صرف چلہ، چار ماہ اور شب گذاری اور ڈھائی گھنٹہ میں اپنا سارا وقت صرف کرنے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایت کے مطابق ان کاموں کے ساتھ تیسرے نمبر علم و ذکر کے خاطر حسب ضرورت وقت نکال کر اہتمام سے اہل علم وارباب افتاء سے پیش آمدہ مسائل سمجھیں، پھر اپنے بھائیوں کو سمجھائیں اور ان کو عام کریں، ایسا کرنا فرض عین کے دائرہ میں آتا ہے۔

تعلیم و تعلم کا دوسرا طریقہ کتابی ہے یعنی کتابوں اور تدریس کے واسطے سے علوم شرعیہ کا سیکھنا اور سکھانا یہ فرض کفایہ ہے، کیونکہ تمام علوم شرعیہ کی حفاظت اور اس میں

مہارت اور کمال کتابی علوم اور درس وتدریس کے بغیر نہیں ہوسکتا، اس لئے اس کا نظام بنانا اور اس نظام کو باقی رکھنا، پوری امت پر مجموعی طور پر فرض کفایہ ہے، الحمدللہ علماء کرام مدارس میں اس فرض کفایہ کی ادائیگی کررہے ہیں۔

علم دین علماء کی صحبت سے سیکھئے!

فرمایا: صحبت سب سے بڑی چیز ہے، جو علوم صحبت کے ذریعہ سے آئیں گے وہ ہرگز کتابوں کے ذریعہ سے نہیں آئیں گے، عام طریقہ علم سیکھنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں یہی تھا، ہر شخص ایک وقت میں معلم ہے اور دوسرے وقت میں متعلم ہے، جتنا علم آتا جائے گا اس کا معلم ہے اور بقیہ کا متعلم ہے، بہرحال ایک ایک کا چھوٹا ہے اور ایک کا بڑا، چھوٹوں سے چھوٹوں میں علم کو پہنچاؤ اور بڑوں سے حاصل کرتے رہ کر چھوٹوں میں اس کی مشق کرو۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۷)

فائدہ: علم دین حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں، کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ، اور علماء وبزرگان دین کی صحبت میں رہ کر ان سے استفادہ کے ذریعہ، حضرتؒ نے عمومی طور پر کتابی علم کے مقابلہ میں علماء کی صحبت سے حاصل ہونے والے علم کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ کتابوں کے واسطے سے جو علم حاصل ہوگا اس میں بہت ممکن ہے کہ آدمی پورے طور پر مسئلہ کو سمجھ نہ سکے، کچھ کا کچھ سمجھ جائے، اور علماء کی صحبت کے واسطے سے جو علم حاصل ہوگا وہ عملی طور پر واقعات اور تجربات کی روشنی میں ہوگا جس سے مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے، عام طور پر صحابہ کرام نے اسی طریقے سے علم حاصل کیا ہے کہ حسب ضرورت بروقت علماء سے مسئلہ پوچھتے، اور عمل کرتے پھر دوسروں کو بھی سمجھاتے، اس سے مراد ضرورت کا علم ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح

میں فرض عین کہا جاتا ہے،اس کے علاوہ باقی تمام علوم شرعیہ کی حفاظت اور اس میں مہارت حاصل کرنا، پورے قرآن وحدیث اور فقہ کو درس وتدریس اور کتابوں کے واسطے سے حاصل کرنا یہ پوری امت پر مجموعی طور پر فرض کفایہ ہے، جس کے لئے نہ صرف صحبت کافی ہے اور نہ صرف کتابوں کا مطالعہ، بلکہ کتابوں کے ساتھ اساتذہ کی صحبت ورہنمائی ضروری ہے، جو مدارس میں درس کے واسطے سے ہوتی ہے۔

علم بغیر صحبت کے نہیں آتا

طالب علم کا مقام اور صحبت علماء کی اہمیت

فرمایا: دین میں دوجگہ صرف ستر ہزار فرشتوں کا پر بچھانا آیا ہے، ایک طالب علم کے لئے ،دوسرے مومن کی زیارت والے کے لئے ،یعنی اس کی صحبت صحبتِ دین میں سب سے بڑی چیز ہے، دراصل علم بھی بغیر صحبت کے نہیں آتا جو علوم صحبت سے آتے ہیں وہ دیگر طریقے سے نہیں آتے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۶)

فائدہ: یہ حدیث پاک کا مضمون ہے کہ طالب علم کے لئے اس کی محبت وعظمت کی وجہ سے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں، مچھلیاں اور چونٹیاں تک اس کے لئے دعا کرتی ہیں، طالب علم کا طلب علم میں نکلنا اللہ کے راستہ میں نکلنا ہے، جب تک وہ طلبِ علم میں گھر سے باہر ہے اللہ کے راستے میں ہے، یہ حدیث پاک کا مضمون ہے، من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع. (مشکوۃ شریف)

علم عمل کے لئے تو مقصود اور اس کا زینہ ہے ہی، علم دین کی تعلیم اور اس کا تعلّم خود بھی مقصود ہے، کیونکہ اس سے فرض کفایہ کی ادائیگی ہوتی ہے، ایک مسئلہ کا سیکھنا

سکھانا ہزار رکعت سے بڑھ کر ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

دوسرا شخص جس کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں، اپنے پر بچھاتے ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق اس کا راز بھی یہی ہے کہ جس اللہ کے نیک بندہ اور عالم دین کی زیارت کی جائے گی، گو تھوڑی دیر کے لئے ہو وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں، ان کی مجلس میں شرکت سے بھی دین اور علم دین آتا ہے، جو علوم علماء ومشائخ کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں وہ دیگر طریقوں، مثلاً کتابوں کے ذریعہ نہیں آسکتے، کتابوں کے سمجھنے میں بسا اوقات آدمی غلطی بھی کرسکتا ہے، علماء کی صحبت میں اس غلطی کا احتمال کم ہوتا ہے۔

زندگی میں دین کیسے آئے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زندگی سے سبق لینے کی ضرورت

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوامر (یعنی احکام) کو لے کر آئے ہیں، اور آپ نے ان پر عمل کر کے دکھلایا، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم عملی قرآن ہیں، اور حدیث شریف قرآن کی تفصیل ہے، اور صحابہ کی زندگی اس کا خلاصہ ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۸)

فائدہ: حضرت مولاناؒ نے انسان کی اپنی زندگی میں پورے دین آنے کا طریقہ بتلایا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق اللہ کے اوامر (یعنی احکام شرعیہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا عمل معلوم کرو، مثلاً عبادات زندگی کا اہم

حصہ ہیں، معاملات ومعاشرت اور اخلاق زندگی کے اہم شعبے ہیں، زندگی کے ہر ہر شعبہ میں دین آنے کے لئے ضروری ہے کہ اسی شعبہ سے متعلق اللہ کے اوامر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل معلوم کیا جائے، اور یہ بات علم حاصل کئے بغیر نہیں ہوسکتی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے صرف ایک شعبہ مثلاً تزکیہ وتصوف یا تعلیم وتبلیغ کے شعبہ پر اکتفا کرنا اور باقی سے غفلت برتنا یا غیر ضروری سمجھنا صحیح نہیں، بلکہ پورے دین آنے کے لئے تمام شعبوں سے متعلق اللہ کے اوامر اور احکام شرعیہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے، اس کے بغیر کامل دین زندگی میں نہیں آسکتا، اس سے علم دین حاصل کرنے، مسائل معلوم کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہماری تبلیغ کا خلاصہ

خوف وخشیت وہ معتبر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ ہو

فرمایا: تمام خیر وبرکت کی جڑ خشیت ہے، یہ خلاصہ ہے ہماری تبلیغ کا، اور یہ خشیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر کامل یقین کرو کیونکہ یہ دین تمام پہلے دینوں کی روح ہے، یعنی کرنے میں کم اور نفع میں بے شمار ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۴)

فائدہ : ہماری تبلیغ کا خلاصہ خشیت یعنی تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف کا پیدا ہونا ہے، جب اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہوگا تو آدمی کرنے والے کاموں کو

کرے گا اور نہ کرنے والے کاموں سے بچے گا، یہی خشیت کا تقاضا ہے، پھر کرنے والے کاموں کو کرنا اور بچنے والے کاموں سے بچنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آپ کے طریقہ کے مطابق ہی ہونا چاہیئے ورنہ وہ عنداللہ مقبول نہیں ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ اپنے دل میں خوف وخشیت کو پیدا کیا جائے اور یہ پیدا ہوتا ہے اللہ کے راستہ میں نکلنے سے، خشیت پیدا ہونے کے بعد پھر زندگی کے تمام شعبوں اور تمام کاموں میں شریعت کا علم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ معلوم کیا جائے، حلال وحرام کا پورا علم حاصل کیا جائے تب جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب ہو سکے گی، خلاصہ یہ کہ دین نام ہے خشیت کا اور خشیت وہی معتبر ہے جو آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ڈال دے، اس کے لئے زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق شریعت کا علم ہونا ضروری ہے ورنہ خشیت معتبر نہیں۔

طالب علم کی حقیقت اور طلبِ علم کے صحیح معنیٰ

فرمایا...... طالب علم کے کیا معنیٰ ہیں؟ طالب علم کے معنیٰ ہیں جن احکام کا سیکھنا ضروری ہے ان کے سیکھنے کے لئے بے چین ہونا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۷)

فائدہ: علم سے مراد ہے شریعت کا اور دین کا علم، یعنی قرآن وحدیث کا علم، جس میں فضائل بھی ہیں، احکام اور مسائل بھی ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں علم کا ایک درجہ وہ ہے جس کا سیکھنا اور حاصل کرنا ہر ایک پر ضروری یعنی فرض عین ہے، اس کا معیار یہ ہے کہ آدمی کو زندگی کے جس شعبہ میں جیسی ضرورت سامنے آئے اس کے مطابق شریعت کا حکم اور مسئلہ معلوم کرے، عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا موقع آیا تو بقدر

ضرورت ان کے مسائل اور احکام کا معلوم کرنا ضروری اور فرض عین ہے، نکاح کا موقع آیا، یا ملازمت، کاشت کاری، باغبانی، تجارت وغیرہ کا موقع تو اس نوع کے تمام ضروری احکام جن سے سابقہ پڑ سکتا ہے اور جن کی ضرورت قدم قدم پر پڑتی ہے ان سارے احکام ومسائل کو سیکھنا فرض عین ہے، علم دین کی یہی وہ مقدار ہے جس کو شریعت نے فرض عین قرار دیا ہے، مقدمۂ درمختار، شامی، احیاء العلوم، حقوق العلم وغیرہ میں اس کی صراحت ہے۔

علم دین کی دوسری مقدار یعنی علم دین میں مہارت اور کمال پیدا کرنا، پوری جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ اس کو حاصل کرنا، پورا عالم کورس کرنا، مفتی قاضی بننا، جن مسائل کی فی الحال ضرورت نہیں بھی ہے، لیکن چونکہ شریعت کا علم ہے جس کی حفاظت سب پر فرض ہے ان علوم شرعیہ کو حاصل کرنا یہ فرض کفایہ کے دائرہ میں آتا ہے، یہی وہ علوم شرعیہ ہیں جن کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مسئلہ کا سیکھنا سکھانا اگرچہ اس وقت عمل کا اور ضرورت کا نہ ہو ہزار رکعات پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

منتخب احادیث میں بھی اس حدیث پاک کو علم کے بیان میں نقل کیا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ علم تو ایک نور ہے، قرآن وحدیث کے واسطے سے یہ نور حاصل ہوتا ہے، قرآن وحدیث اور پورے علوم شرعیہ کی حفاظت فرض کفایہ ہے، لہٰذا ایسے مسائل کا سیکھنا سکھانا جن کی اس وقت ضرورت نہیں بھی ہے، تب بھی ان کا پڑھنا پڑھانا، سیکھنا سکھلانا، سمجھنا سمجھانا اور اس کی حفاظت کرنا، ان علوم کا باقی رکھنا پوری امت پر مجموعی طور پر فرض کفایہ ہے، اگر اس میں کوتاہی ہوگی تو پوری امت گنہگار ہوگی، لہٰذا ایسے علوم کو پڑھنے پڑھانے والے فرض کفایہ کی ادائیگی میں مشغول ہیں اور پوری امت کو گناہ سے بچانے کا ذریعہ ہیں، یہی وہ علوم ہیں جو دینی مدارس میں پڑھے پڑھائے جاتے

ہیں، انہیں علوم شرعیہ کی بابت ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ دو آدمی ہیں، ایک وہ شخص جو غیر عالم ہے بڑے درجہ کا عابد وزاہد ہے، رات بھر تہجد پڑھتا ہے، دن کو روزہ رکھتا ہے عبادت میں مشغول رہتا ہے، دوسرا شخص عالم دین ہے، نہ نوافل نہ روزہ بس صرف فرائض پر اکتفا کرتا ہے اور فرض یعنی نمازوں کے بعد علم دین کے سیکھنے سکھانے میں مشغول ہو جاتا ہے، لوگوں کو خیر کی باتیں، احکام ومسائل بتلاتا اور سمجھاتا ہے، یا تعلیم وتدریس اور تصنیف میں مشغول ہو جاتا ہے (کمافی المرقاۃ)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ان دونوں شخص میں کون شخص زیادہ افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے جواب دیا عالم دین اور معلم دین کی فضیلت اس عابد وزاہد کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔

(دارمی، مشکوٰۃ شریف ۳۶)

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ نوافل اور روزوں وغیرہ کا ثواب لازم ہے، یعنی اس کی ذات تک محدود ہے، آگے سلسلہ نہیں بڑھتا، اور علم دین سیکھنے سکھانے کا فائدہ متعدی ہے دیر تک، دور تک بعد والوں تک اس کا نفع اور ثواب پہنچے گا، اور سلسلہ آگے بڑھتا رہے گا، نیز اس سے فرض کفایہ کی ادائیگی ہو رہی ہے، کیونکہ علم دین یا تو فرض عین ہے یا فرض کفایہ، دونوں ہی نوافل سے افضل ہیں۔ (مرقاۃ)

یہ ہے علم دین کی اہمیت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کا پڑھنا پڑھانا خود بھی مقصود ہے اس کے بغیر فرض کفایہ کی ادائیگی نہیں ہو سکتی۔

رہ گئی علم دین کی پہلی مقدار جس کا حاصل کرنا ضروری ہے جس کو فرض عین سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ طالب علم کے معنیٰ ہیں جن احکام کا سیکھنا ضروری ہے (وہی فرض عین والا درجہ) اس کے

حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو جانا یعنی بے چینی اور پورے اہتمام سے اس کے سیکھنے کا انتظام کرے، خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر۔

داعی کے نصابِ تعلیم کا اہم جزء تجوید کے ساتھ قرآن شریف سیکھنا بھی ہے

فرمایا: تبلیغی جماعت کے نصاب کا ایک اہم جزء تجوید بھی ہے، قرآن شریف اچھی طرح پڑھنا ضروری چیز ہے، ”**ما أذن الله لشئ ما أذن لنبي يتغنى بالقرآن**“۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ سبحانہ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو قرآن پاک خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

تجوید دراصل وہی تغنی بالقرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کر ہم تک پہنچی ہے۔

لیکن تجوید کی تعلیم کے لئے جتنا وقت درکار ہے جماعت میں اتنا وقت نہیں مل سکتا، اس لئے ان ایام میں تو صرف اس کی کوشش کی جائے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت کا احساس ہو جائے اور کچھ مناسبت ہو جائے اور پھر اس کو سیکھنے کی کے لئے وہ مستقل وقت صرف کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص ۶۵ ملفوظ نمبر ۲۰۲)

ہر داعی و مبلّغ کو تجوید کے ساتھ قرآن پاک سیکھنا ضروری ہے

فرمایا: قرآن کے لئے تجوید ضروی ہے، تاکہ ان کی زبان کے موافق ہو

جیسے حضور ﷺ پڑھتے تھے۔

ہر مبلغ تبلیغ کے زمانے میں دس پندرہ منٹ تجوید کے سیکھنے میں خرچ کرے۔
قرآن ہی سے انسان پھلے پھولے گا، اس کی تجوید کا وقت تھوڑا سا روزانہ نکالو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۶۵ و ۱۷۴)

فائدہ: ایمان لانے کے بعد سب سے پہلے اور ضروری کام علم دین حاصل کرنا ہے جس میں تجوید کے مطابق قرآن پاک سیکھنا بھی ہے، جس کے بغیر ہماری نماز کامل نہیں ہوسکتی، علماء محققین نے تجوید کے مطابق اتنا قرآن پاک سیکھنے کو فرض عین قرار دیا ہے جس سے ہماری نماز تو کم از کم درست ہوسکے، جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں اور جو ہماری زندگی کا اصلی مقصد ہے، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنْ. (پ ۲۷ سورۂ ذاریٰت) (میں نے جناتوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ فضائل قرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے۔ (فضائل اعمال، رسالہ فضائل قرآن ص:۲۱۱)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس کی تشریح میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ فضائل قرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں، پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آداب تلاوت کو بکمالہ ادا کرتے ہیں، اس لیے ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا ظاہر ہے، پھر جب کہ حسن آواز اس کے ساتھ مل جائے، تو سونے پر سہاگہ ہے۔　　(فضائل قرآن، تشریح حدیث نمبر ۲۵ ص:۲۴۴)

(خلاصہ یہ کہ ترتیل و تجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا مطلوب ہے، قرآن پاک میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے اور حدیث پاک میں بھی، ترتیل سے پڑھنا کس کو کہتے ہیں اس کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ فضائل قرآن میں شاہ عبد العزیزؒ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:)

"ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں، اور شرع شریف میں کئی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں:

(۱) اول حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا، تاکہ طا کی جگہ تا، اور ضاد کی جگہ ظانہ نکلے۔

(۲) دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جائے (یعنی بے موقع سانس نہ توڑے)۔

(۳) تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر، زبر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا

(۴) چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں پر پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں (بشرطیکہ اس سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو، مثلاً سونے کے وقت میں سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو، نماز کے وقت میں زور سے پڑھنے سے نمازیوں کو خلل نہ ہو)۔

(۵) پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلدی اثر کرے اور درد والی آواز دل پر جلد اثر کرتی ہے۔

(۶) چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔

(۷) ساتویں آیاتِ رحمت وعذاب کا حق ادا کرے (یعنی آیاتِ رحمت میں

اللہ سے امید رکھے اور اللہ سے رحمت کا سوال کرے، اور آیاتِ عذاب میں اللہ سے ڈرے اور اس کی پناہ مانگے)۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے (جس کا قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے، وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً، (پ:۲۹، سورۂ مزمل) اور قرآن پاک کو ترتیل سے پڑھا کیجئے)۔ (فضائل قرآن، تشریح حدیث نمبر ۹ ص ۲۲۲)

فائدہ : ظاہر بات ہے کہ ان سب چیزوں کی رعایت کے ساتھ قرآن پاک کو پڑھنا کسی ماہر قاری سے سیکھے اور مشق کیے بغیر عادۃً ناممکن ہے، اس لیے اس کی کوشش کرنا بہر حال ضروری ہے، اسی کی طرف حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب نے اپنے تمام دعوت و تبلیغ سے منسلک حضرات کو تجوید کے مطابق قرآن پاک سیکھنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، خواہ اپنی مسجد کے امام یا قاری صاحب انفرادی طور پر سیکھیں یا اجتماعی طور پر اس کے سیکھنے سکھانے کا نظم بنائیں، بہر حال یہ کام ضروری ہے، ورنہ پرانے اور برسہا برس سے کام میں جڑے اور وقت لگائے ہوئے حضرات ایسے بھی ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس ہدایت پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں اب تک ان کی اذان اور قرآن تجوید کے مطابق نہیں، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کے زمانے میں بھی اس کام کے لئے تھوڑا وقت نکالو! اس میں وقت کم ملتا ہے تو گھر آ کر مستقل اس کا نظام بناؤ۔ افسوس کی بات ہے کہ حضرتؒ کے اس ارشاد کی طرف سے لوگ غفلت میں مبتلاء ہیں، محض نکلنے ہی کو کافی سمجھتے ہیں اور آگے کوشش نہیں کرتے۔

اصحاب تبلیغ کے لئے چند کتابوں کی تعین

فرمایا: علم کے لئے میرا جی چاہتا ہے کہ محکمہ تبلیغ سے نصاب مقرر کیا جاوے،

اس سلسلہ کے ترقی پکڑ جانے پر آپ جیسے (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) اہل علم کے مشورہ کی ضرورت ہوگی۔

بالفعل میں نے نارساطبیعت سے پانچ کتابیں تجویز کرر کھی ہیں:

(۱) جزاء الاعمال (مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ)

(۲) راہ نجات (مصنفہ مولانا محمد علی صاحب پانی پتیؒ)[1]

(۳) فضائل نماز (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

(۴) حکایات صحابہ (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

(۵) چہل حدیث شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ (یعنی فضائل قرآن)۔

ان کو تنہائی میں دیکھنا اور مجمع میں سنانا دونوں مستقل جزء ہیں، صرف تنہائی میں دیکھنا مجمع میں سنانے کی برکات کو شامل نہیں ہوسکتا، اور مجمع میں سنانا تنہائی کے انوارات کو حاوی نہیں ہوسکتا۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۸ مکتوب نمبر ۳)

تبلیغ والوں کو کن کتابوں کو پڑھنا چاہیے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

تعلّم اور تعلیم (یعنی خود سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے) کے لیے بندہ ناچیز کی رائے میں مبلغین اور امکنۂ تبلیغ (جن موقعوں میں تبلیغ کی جارہی ہے ان موقعوں) میں امور ذیل کی (یعنی نیچے لکھی ہوئی) کتابوں کا رچ جانا (اور عام ہوجانا) بہت ضروری ہے۔

(۱) جزاء الاعمال۔ (مصنفہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

(۲) رسالہ تبلیغ (مصنفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

---

[1] ''کارکنانِ تبلیغ'' نامی کتاب میں ''راہ نجات'' مصنفہ شاہ عبد الحقؒ لکھ دیا گیا ہے جو غلط ہے صحیح یہ ہے۔

(۳) چہل حدیث شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ جو قرآن شریف کے بارے میں ہیں (یعنی ''فضائل قرآن'' جو فضائل اعمال میں شامل ہے)۔

(۴) فضائل نماز۔ (حضرت شیخؒ کی) (۵) فضائل ذکر۔ (حضرت شیخؒ کی)

(۶) حکایات صحابہ۔ (حضرت شیخؒ کی)

ان سب کتب کو اصل بطور متن ٹھہرا کر انھیں مضامین کی اور کتب سے (یعنی دوسری کتابوں کے ذریعہ) تکمیل (وتشریح) کی جائے تو اور بہتر ہے، حق تعالیٰ سہل فرماویں اور قبول فرماویں۔ (مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۳)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقۂ تبلیغ میرا ہو کہ ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص: ۵۸ ملفوظ نمبر ۵۶)

نیز حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تبلیغی کارکنوں کے لئے ایک مکتوب میں جو پندرہ ہدایتوں پر مشتمل ہے اس کی ہدایت نمبر ۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت تھانویؒ سے منتفع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جائے (یعنی ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے) ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آوے گا اور ان کے آدمیوں سے عمل، اس وقت یہ چند ضروری باتیں عرض کر دیں۔ (مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص: ۱۳۸)

فضائل کی تعلیم کے ساتھ احکام ومسائل کی تعلیم بھی ضم کر دینا چاہئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ آگے تحریر فرماتے ہیں:

"ان مضامین کے ذریعہ جذبات کو پرواز دینے کے ماتحت دوئم درجہ میں پھر مسائل کو ساتھ ساتھ ضم کر دینا چاہئے۔ (یعنی کتب فضائل اور فضائل کے مضامین کے ساتھ ساتھ احکام ومسائل کی کتابیں شامل کر دینا چاہئے) ہر جگہ کی حسب ضرورت (یعنی جس زمانہ میں جن مسائل واحکام کی ضرورت ہو ان احکام ومسائل کو تبلیغی نصاب میں ضم کر دینا چاہئے، مثلاً عید الفطر، عید الاضحیٰ کے موقع پر عیدین کے احکام اور شعبان ومحرم کے موقع ان دونوں کے احکام ومسائل سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور فضائل کی تعلیم کے ساتھ احکام ومسائل کی تعلیم کو بھی شامل کیا جائے۔"

(مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۳)

تبلیغ میں لگنے والے حضرات ان کتابوں کو ضرور مطالعہ میں رکھیں تنہائی میں بھی دیکھیں مجمع میں بھی سنائیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

بندہ ناچیز ایک امر کا بڑا متمنی ہے کہ تبلیغ کے سلسلہ کی یہ چند کتابیں ان کے ساتھ تبلیغ کی لائن میں قدم دھرنے والے تین طرزوں کے ساتھ بہت اشتغال رکھیں، قلیل وقت ہو مگر مداومت ہو (یعنی گو تھوڑے وقت کے لیے ہو لیکن پابندی کے ساتھ ہو)۔

(۱) اول تبلیغ کے نکلے ہوئے زمانہ میں تنہائی میں دیکھنا۔

(۲) دیگر مجمعوں میں ان مضامین کی دعوت دینا۔

(۳) دیگر مجمعوں میں اور خصوصی تذکروں میں ان مضامین کا اپنے غیروں سے سننا اور وہ کتب تبلیغ یہ ہیں جو اب تک تجویز ہو چکی ہیں اور بہت سے مضامین ذہن میں ہیں، اہل علم کے استقلال سے کھڑے ہو جانے کے بعد ان مضامین میں تصانیف کا

خیال ہے۔

(۱) جزاء الاعمال۔(مصنفہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

(۲) چہل حدیث فضائل قرآن (شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ)۔

(۳) فضائل نماز۔

(۴) فضائل ذکر۔

(۵) حکایات صحابہ۔

(۶) دونوں رسائل تبلیغ مولوی احتشام و مولوی زکریا والا۔

(مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص:۴۰، مکتوب ۵)

اہل تبلیغ کے لیے ایک ضروری نصاب جس کو ہر صاحب تبلیغ کو پڑھنا یا سننا چاہیے

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

تبلیغ کے سلسلہ میں میرا جی چاہ رہا ہے کہ ایک نصاب مقرر ہو کر وہ ہر ہر شخص کے رگ و پے میں سما جاوے، جس کو یوں جی چاہتا ہے کہ اگر ایک شخص پڑھا لکھا ہے (وہ تو) اول تنہائی میں دیکھا کرے پھر سنایا کرے، اور اس میں جو اعمال ہوں اس پر اول اپنے آپ کو جمانے کی کوشش کرے، اس کو مجمع میں پھیلاوے۔

بالفعل پانچ کتابوں کا اہتمام ہے۔

(۱) راہ نجات (مولانا محمد علی صاحبؒ پانی پتی کی)

(۲) جزاء الاعمال۔(حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی)

(۳) چہل حدیث (شیخ الحدیث والی، یعنی فضائل قرآن)۔

(۴) فضائل نماز۔ (شیخ الحدیث) (۵) حکایات صحابہ۔ (شیخ الحدیث)

ان پانچوں کے جزو زندگی ہونے پر اہتمام کیا جاوے لہٰذا آپ بھی اس کی پابندی سے مجھے مطلع فرماویں۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۹۲)

اجتماعی تعلیم کے علاوہ تنہائی میں بھی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت

تنہائی اور مجمع میں پڑھنے کے الگ الگ خواص ہیں اور اثرات ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۰)

فائدہ: یہ اہم مضمون حضرتؒ نے کئی موقعوں میں بیان فرمایا ہے اور لکھا بھی ہے کہ جن کتابوں کا پڑھنا مفید اور مطلوب ہے ان کو مجمع میں پڑھنا یعنی اجتماعی طور سے اس کی تعلیم ہونا ضروری ہے، اس کے الگ خواص اور منافع ہیں لیکن انہیں کتابوں کا تنہائی میں مطالعہ بھی کرنا چاہیئے، اس کے خواص اور اثرات بالکل جداگانہ ہیں جو اجتماعی تعلیم سے حاصل نہیں ہوسکتے۔

انفرادی مطالعہ کے خواص اجتماعی تعلیم میں حاصل نہ ہوں گے، اور اجتماعی تعلیم کے منافع انفرادی مطالعہ میں حاصل نہ ہوں گے، اس لئے دونوں کے اہتمام کی ضرورت ہے۔

علم دین کیسے حاصل کریں

انسان کو چاہیئے کہ علم کو اس کے طریقے سے حاصل کرے:

(۱) خلوت میں بذریعہ کتاب کے پڑھنے کے۔

(۲) اور جلوت میں سننے یا سنانے میں مشغول رہے۔

ان تین باتوں سے دین آئے گا خدا ملے گا، قرآن، نماز، تبلیغ۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۰)

فائدہ: حضرتؒ نے علم دین حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا ہے کہ زندگی کے جس شعبہ کا علم حاصل کرنا ہو، مثلاً عبادات سے متعلق، یا معاملات اور معاشرت واخلاق سے متعلق تو اسی موضوع سے متعلق قابل اعتماد علماء سے پوچھ کر معتبر کتابوں کا تنہائی میں بیٹھ کر مطالعہ کرنا، یعنی کتاب کے ذریعہ علم حاصل کرنا، جو سمجھ میں نہ آئے اس کو معتبر علماء سے پوچھنا اور سمجھنا، یہ تو ہوا خلوت اور تنہائی کا کام۔

دوسرے علم کی اشاعت اور سیکھنے کے لئے جلوت کا طریقہ ہے کہ جو جاننے والے ہیں ان سے سنو، پڑھو، سیکھو، بس یہی دو طریقے علم سیکھنے سکھانے کے ہیں، یا تو کتابوں کے ذریعہ خلوت میں یعنی انفرادی طور پر، یا جلوت میں اجتماعی طور پر پڑھنے اور سننے سنانے کے ذریعہ۔

زندگیوں میں دین آئے گا قرآن کے ذریعہ، نماز اور تبلیغ کے ذریعہ، قرآن کے الفاظ پڑھنا، اس میں ذکر کردہ احکام ومضامین کو سننا یا پڑھنا، جس طرح بھی ممکن ہو، مثلاً درس قرآن کے ذریعہ۔

اسی طرح زندگی میں دین آئے گا نماز کے ذریعہ کیونکہ اس کے اہتمام سے (بشرطیکہ نماز سنت اور شرع کے مطابق ہو) تمام منکرات ومعاصی چھوٹ جائیں گے اور نیک کاموں کی توفیق ہوگی، اور ان دونوں باتوں کی فکر وتڑپ اور ذوق کیسے پیدا ہوگا؟ تبلیغ کے ذریعہ، یہی مقصود ہے تبلیغ کا کہ قرآن ونماز کے ذریعہ پورا دین زندگی میں آجائے، خلاصہ یہ کہ تبلیغ وقرآن اور نماز کے ذریعہ پورا دین زندگیوں میں لایا جاسکتا ہے، اسی لئے ان تین چیزوں کی طرف خصوصی توجہ کرنا چاہئے۔

مدرسوں یا مکتبوں کا سست پڑ جانا یا بند ہو جانا نہایت خطرناک حالت ہے

شیخ حاجی رشید احمد صاحبؒ کے نام جو متعدد مرکزی دینی مدارس کے معاون اور رکن ہیں ان کے نام حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرنے میں آپ ہمت فرماویں کہ سیکڑوں مدرسوں کا سست پڑ جانا یا بند ہو جانا اہل زمانہ کے لئے نہایت وبال اور نہایت باز پرس کا خطرہ رکھتا ہے کہ قرآن دنیا سے مٹتا چلا جائے اور ہمارے پیسوں میں اس کا کوئی حصہ اور ہمارے دلوں میں اس کا کوئی درد نہ ہو، یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دینی دعوت ص ۲۸۱)

مکاتب کی اہمیت اور مکاتب قائم کرنے کی تحریک میں سو مکاتب کا خرچ دینے کو تیار ہوں

مکاتب کے سلسلہ میں فرمایا کہ: سو مکتبوں کے اخراجات میں دینے کو تیار ہوں، مکاتب قائم کرو، ان سے (بڑے) مدارس کو پانی ملے گا، مگر اس طرح کہ ایک عملۂ انتظامیہ (یعنی انتظامی کمیٹی) قائم ہو، جو مواقع ضرورت کی تلاش (کہ کہاں اور کس گاؤں میں مکتب قائم کرنے کی ضرورت ہے) مدرسین کا انتخاب اور مکاتب و مدرسین کی نگرانی کے نظام کو اپنے ذمہ لے کر مجھے مطمئن کر دے۔

اس تحریک (یعنی مکاتب کے قیام کی تحریک) کے فروغ سے موجودہ معتمد حقانی مدارس جیسے ہزاروں مرکزی مدارس قائم ہوں گے اور ہر ہر مرکز کے ساتھ لاکھوں مکاتب

وابستہ ہوں گے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰)

کافی کوشش کے بعد ڈھائی سو مکاتب کا قیام

ایک خط میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

بحمد اللہ جمعرات میں رات دن کی سعی کے بعد ڈھائی سو تین سو کے قریب مکتب قائم ہو گئے ہیں، دوسرے لوگ ایک بہت بڑے جلسے کی تیاری کر رہے ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۴۶)

قیام مکاتب کی فکر وجدوجہد

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

میاں جی محمد......صاحب کو ایک جگہ پر رہنے کے لئے نہیں بھیجا ہے، بلکہ جا بجا مکاتب قائم کرنے کے لئے اور صوم وصلوٰۃ پر آمادہ کرنے کے لئے بھیجا ہے، مکاتب کی ازحد خصوصاً سعی (کوشش) فرمائیں۔ فقط والسلام

بندہ محمد الیاس

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۳۰)

مکتب چلانے کے سلسلہ میں چند اہم ہدایات

☆ گاؤں والے مدرس کے خرچہ (کھانے وتنخواہ وغیرہ کا نظم کرنے) کو اپنی بہبودی (کامیابی) اور دارین (یعنی دنیا وآخرت) کی فلاح خیال کریں۔

☆ مدرسہ اور مدرسہ کی نگرانی کا پورا پورا انتظام کریں، اور انتظام ہر جزوی نگرانی کا ہو

(یعنی تعلیم وتربیت پر پوری نظر ہو اور مدرس کے قیام وطعام اور تنخواہ کا بھی معقول انتظام ہو)

☆ضلع کے جس قدر اجزاء ہیں (یعنی شہر کے مختلف محلے اور اطراف کے گاؤں) ہر ہر چیز کی علمی درآمد کی کوشش اور اس کو چالو کریں، (یعنی علمی حلقے قائم کرنے اور مکتب ومدرسہ قائم کرنے کی کوشش کریں) اور پھر اس کی نگرانی کا انتظام کریں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس ص:۱۲۹)

اہل تبلیغ کے لئے اہم ہدایت مدرسہ کیسے چلے؟

فی گھر ایک طالب علم کا خرچ برداشت کرے

فرمایا: جن گاؤں میں پہلے سے مکتب موجود ہین ان میں فی گھر ایک بیرونی طالب علم رکھیں جس کا سارا خرچہ گھر والوں ہی کے ذمہ رہے، (ایک طالب علم کا سالانہ خرچ اندازہ لگا کر مدرسہ میں خرچ کریں) اور میوات میں جس قدر گاؤں ہیں کہ جن میں مدرسہ نہیں ہے ہر ایک میں اسی طرح مدرسہ قائم کریں کہ جس سے مدرس اخروی اجر (ثواب) کا شوق لئے ہوئے کوشش کرے، اور گاؤں والے مدرس کے خرچہ (تنخواہ وغیرہ) کو اپنی بہبودی اور دارین (دنیا وآخرت) کی فلاح خیال کریں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۲۹)

تبلیغی کام کے استحکام کے ساتھ مدارس کے قیام کی فکر کیجئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

مکتب کے بارے میں ایسی کش مکش کی رائے رکھتا ہوں، میری دلی رغبت وخواہش یہ ہے کہ اس میں جلدی نہ کی جائے، کیونکہ مکتب جس قدر جذبات سے چل سکتی

ہے وہ ابھی بہت بعید ہے، ابھی ایک طویل مدت تک صرف اسی تبلیغ پر اقتصار کر کے استقامت اور ترقی فرماتے رہیں، استعداد عمومی جب پیدا ہو جائے اور اسلام کی رغبت پر کم سے کم کچھ ترقی کرنے لگیں تو اللہ چاہے تھوڑی کوشش میں بہت سے مدارس ہو سکیں گے، بہر حال میری رائے میں ابھی قبل از وقت ہے کہ تعجیل کار شیطان بود، ہر امر میں رفق اور تانّی (یعنی نرمی اور اطمینان وسکون سے کام کرنا جلدی نہ کرنا) محبوب رحمانی ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۰ مکتوب نمبر ۲۰)

مختصر یہ ہے کہ مکاتب و مدارس اسلامیہ کا وجود وقیام دینی جذبات اور شوق وقدر اور عمومی طلب واحساس کے بغیر صحیح نہیں، اس استعداد عمومی سے پہلے جب مکاتب و مدارس قائم ہو جائیں گے تو قائم نہ رہ سکیں گے، اس لئے کہ قوم نہ ان کی ضرورت کا احساس رکھتی ہے نہ ان کی خدمت کا اس میں جذبہ ہے، یا ان کے متوقع اصلاحی نتائج برآمد نہ ہو سکیں گے، اس لئے کہ ان کے ہضم کی اس میں استعداد نہیں، دینی جذبات اور عمومی طلب واحساس کے پیدا کرنے کے لئے عمومی دعوت وتبلیغ کے ذریعہ پہلے ایمان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

(از مولانا علی میاںؒ حاشیہ کتاب "مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاسؒ" ص۲۰ مکتوب ۲۰)

مدارس ومکاتب کی اہمیت اور ان کے قائم کرنے کی تاکید

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے آپ صاحبان کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے ذرا آپ صاحبان دھیان کریں، میوات کے اندر اس وقت اللہ کے فضل وکرم سے یہ قابلیت ہوگئی ہے کہ

اگر مکاتب کی طرف توجہ دلائی جائے تو تھوڑی سی کوشش سے مکاتب ہو سکتے ہیں، لیکن جو لوگ پڑھانے کے قابل ہیں ان میں سے اکثر تو زیادہ تر بے کار ہیں اور جو پڑھنے پڑھانے میں بھی لگ رہے ہیں ان کی بہت سی باتوں کی نگرانی اور خبر گیری نہ ہونے کی وجہ سے جتنا نفع ہوسکتا ہے وہ نہیں ہو رہا ہے، ان میں سے بعض آدمی تو ایسے ہیں کہ وہ تھوڑی سی توجہ سے بہت اچھا کام کر سکتے ہیں، لیکن ان کی طرف توجہ بہت کم کی جارہی ہے، اور ماہانہ امتحانات اور نگرانی سے بہت غفلت ہو رہی ہے، ایسا نہ ہونا چاہئے، اپنے مرکز کے امتحانات کی سختی سے پابندی کی جائے، اس کی سخت ضرورت ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۲۵)

طلبِ علم کی دعوت بھی ضروری ہے

علم ملے گا بزرگوں کی صحبت سے

ارشاد فرمایا: دینی امروں کی تلاش کا نام طلب علم ہے، گویا طلب علم فرض ہے، اس طریق کے ساتھ گھروں سے طلب علم کے لیے بے طلبوں میں نکلو اور ان کو طلب کی دعوت دو، اور طلب والوں کو علم کی دعوت دو، اور علم ملے گا بزرگوں کی صحبت سے وہ حضرات علم کو مع عمل کے لیے بیٹھے ہیں۔ وہ خزانہ ہیں علم و عمل کا۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۶۸)

فائدہ: دینی امروں کا تلاش کرنا یعنی احکام خداوندی اور احکام شرعیہ کو معلوم کرنا یہی طلب علم ہے، جس کو شریعت نے فرض قرار دیا ہے، جس کے ذریعہ حلال و حرام، جائز ناجائز کا علم ہوتا ہے۔

حضرتؒ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ جن کے اندر دین کی بالکل ہی طلب اور پیاس

نہیں ہے ان میں جا کر پہلے طلب اور پیاس پیدا کرو، اور جن کے اندر طلب پیدا ہو چکی ہے اور وہ کام سے جڑ چکے ہیں ان کو علم دین اور احکام خداوندی سیکھنے کی دعوت دو، اور یہ علم دین محض کتابوں کے مطالعہ سے اور آج کل انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ سے کما حقہ حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ صحیح طریقہ پر علم دین حاصل کرنے کے لیے علماء ومشائخ کی صحبت یعنی ان سے ربط رکھنے اور ان کے مشورے اور ان کی زیر نگرانی علم حاصل کرنے سے صحیح علم حاصل ہوگا۔

یہ حضرات علماء کرام اور مشائخ دین علم وعمل دونوں کے جامع ہیں، وہ علم وعمل کا خزانہ ہیں، ان کی صحبت سے مستفید ہو کر اور ان کے مشورہ کے تحت دینی امروں یعنی احکام شرعیہ کا علم حاصل کریں، یہ ہدایت اور نصیحت ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی، ان لوگوں کے لیے جن کے اندر طلب پیدا ہو چکی ہے، اور وہ کام سے جڑے ہوئے ہیں۔

نکلنے کا مقصد

مسائل سیکھنے کے بعد ان کو عمل میں لانے کی کوشش کیجئے

ارشاد فرمایا: ہر مسئلہ اپنے موقع پر (مثل) کلمۃ اللہ ہے، خواہ سونے کا ہو خواہ کھانے کا ہو، اپنے مقام پر (دعوت کی محنت) کرتے رہنا جو کچھ ہے وہ زمانہ تبلیغ میں اپنے اعمال کو مضبوط کرنے کے لیے ہے۔

اسی طرح کئی دفعہ پھرنے کے بعد مسائل کو سیکھنے کا درجہ درست ہوگا، ورنہ اس سے پیشتر جو مسائل آجائیں گے ان پر عمل نہ ہوگا، وہ باعث لعنت ودوزخ کے ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمادیں گے جب کہ تم کو معلوم تھا (تم نے عمل) کیوں نہیں کیا؟

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۷۱)

فائدہ: حضرتؒ کی مسئلہ سے مراد ہے ''دین کی بات اور نبی کا طریقہ'' خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت اور عادات سے، ہر کام سنت اور نبی کے طریقہ کے مطابق ہونا چاہئے۔

حضرتؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ تبلیغ یعنی نکلنے کے زمانہ میں ان اعمال کی (یعنی اس بات کی کہ ہر کام ہمارا سنت کے مطابق ہونے لگے) خوب مشق کرنی اور عادت ڈالنی ہے، اپنے اعمال کو خوب مضبوط کرنا یعنی پختہ عادت ڈالنا ہے تا کہ واپس آ کر اپنے مقام پر رہتے ہوئے اسی کے مطابق کام کرے اور محنت کرے۔

حضرت والا نے نہایت اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے ورنہ عام طور پر نکلنے کے زمانہ میں لوگ خوب محنت و مجاہدہ کرتے ہیں اور اپنے مقام پر آ کر سست اور ڈھیلے پڑ جاتے ہیں بلکہ بھول جاتے ہیں، حضرت فرما رہے ہیں کہ یہ نکلنا اسی واسطے ہے کہ نکلنے کے زمانہ میں جو کچھ تم نے سیکھا ہے اور جن اعمال کی عادت ڈالی ہے اپنے مقام پر رہ کر اسی کے مطابق زندگی گذارو۔

حضرتؒ نے دوسری اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نکلنے کے زمانہ میں جو طلب اور جو ذوق وشوق پیدا ہو جائے گا اس ذوق وشوق سے کام لینے کی ضرورت ہے وہ اس طرح کہ اب دینی مسائل اور احکام شرعیہ کو سیکھنے کی کوشش کریں، کیونکہ اس سیکھنے میں محنت و مشقت بھی ہوتی ہے پھر عمل کا نمبر آئے گا، جماعت میں نکلنا بذات خود مقصود نہیں بلکہ حضرتؒ کے فرمان کے مطابق نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے اندر فکر اور ذوق وشوق پیدا ہو جائے تا کہ اس کے بعد احکام و مسائل سیکھنے کی کوشش کرو اور اس کے مطابق عمل بھی کرو۔

حضرت کے فرمان کے مطابق اس ذوق وشوق کے پیدا ہونے سے پہلے اولاً تو

احکام ومسائل سیکھنے کی طرف طبیعت راغب نہ ہوگی اور اگر سیکھ بھی لیا تو عمل کی طرف رجحان نہیں ہوگا، یہ بھی گناہ کا باعث ہوگا کہ جانتے ہوئے عمل کیوں نہیں کیا، اس کے لیے حضرت نے ایسی تدبیر بتلائی کہ نکلنے کے زمانہ میں ایسی طلب وشوق پیدا ہو جائے کہ آدمی کی طبیعت خود ان احکام شرعیہ کو سیکھنے اور عمل کرنے کی طرف راغب ہو جائے، گویا یہ نکلنا ذریعہ اور واسطہ ہے مقصد کے حاصل ہونے کا، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے بھائیوں نے صرف نکلنے ہی کو اصل مقصود سمجھ لیا اور اس کے بعد زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق احکام شرعیہ کو سیکھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے غافل ہو گئے۔

علوم شرعیہ کی تحصیل وتکمیل مدارس وخانقاہوں کے ذریعہ ہوگی، دعوت وتبلیغ مدارس وخانقاہ کے لیے بمنزلۂ وسیلہ کے ہے

ارشاد فرمایا: تحصیل علوم (یعنی علوم شرعیہ دینیہ کے) مروجہ طرق (یعنی) مدارس اور خانقاہیں تکمیل علوم کے لیے ہیں اور (ہماری) یہ تبلیغ ان کی ابتدائی تعلیم وتعلّم اور بنیادی پرائمری ہے، بنیاد کی صحت کے بغیر اگلے علوم صحیح نہیں ہو سکتے، اور طریق استعمال سیکھے بغیر علوم نفع اور انتفاع پر نہیں پڑ سکتے بلکہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۱)

تشریح: حضرتؒ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جن مقاصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقاصد

یہ ہیں، جن کو قرآن نے بیان کیا ہے "یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیھِم "یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور لوگوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح یعنی قلوب کا تزکیہ، چنانچہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی انجام دیئے، صفہ (چبوترہ) اور دربار نبوی بیک وقت مدرسہ بھی تھا اور خانقاہ بھی جہاں تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ کے سارے کام ہوتے تھے، اصحاب صفہ ان سارے علوم کے حامل تھے، وہی طلبۂ علم اور وہی اپنے قلوب کا تزکیہ کرانے والے بھی تھے، مختلف موقعوں پر مختلف صحابہ حسب ضرورت وگنجائش حاضر ہوکر مستفید ہوتے رہتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کاموں کو جو کرنے والے ہیں وہی نبی کے وارث اور جانشیں ہیں یعنی علماء اور مشائخ، خود ہی آپ نے فرمادیا "إن العلماء ورثة الأنبیاء" (ابوداؤد، جمع الفوائد ۱/۱۰۹ حدیث: ۱۶۵) چنانچہ علماء ومشائخ تعلیم کتاب و حکمۃ اور تزکیہ نفوس کے کام کو انجام دیتے ہیں، اور یہ تمام کام مدراس اور خانقاہوں میں انجام پاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ علوم شرعیہ کی تحصیل وتکمیل تو انہیں مدارس اور خانقاہوں کے ذریعہ ہوگی، اور ہماری یہ تبلیغ ان مدارس اور خانقاہوں کے لیے ایسی ہے جیسے پرائمری کی ابتدائی تعلیم۔ جس طرح ابتدائی اور پرائمری تعلیم کے بغیر اگلے علوم حاصل نہیں کیئے جاسکتے، اور پرائمری اور مکتب کی تعلیم بمنزلہ وسیلہ اور ذریعہ کے ہے تاکہ اس کے ذریعہ اگلی منزل طے کرنا آسان ہو، اسی طرح ہماری یہ تبلیغ بھی دیگر علوم عالیہ اور علوم شرعیہ کی تکمیل وتحصیل اور مدارس وخانقاہوں کے لیے بمنزلہ وسیلہ اور ذریعہ کے ہے۔ اس مرحلہ میں قدم رکھنے اور قدم مضبوط ہوجانے کے ساتھ ہی مدارس اور خانقاہوں کی آبادی کی بھی فکر کرنا چاہیئے اور اپنی حیثیت ووسعت کے مطابق مدراس

وخانقاہوں سے ربط رکھتے ہوئے ان علماء ومشائخ اور اہل مدارس وخانقاہ سے یعنی علماء و مشائخ سے فائدہ اٹھانا چاہئے ،تب ہی جا کر ان علوم سے پورا نفع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق نصیب فرمائے ، بلاشبہ حضرتؒ کے اس فرمان پر عمل کیا جائے تو مدارس اور خانقاہیں کثرت سے آباد ہو جائیں۔

علوم سیکھنے کی ترتیب اور نصاب کا خاکہ

فرمایا :بذریعہ امہات العقائد کے،عقائد کو مضبوط کرنا، پھر عبادات، معاملات،معاشرت، اخلاق کو درست کرنا۔

ترتیب علوم سیکھنے کی (یہ ہے:)

فرض چیزوں کو معلوم کرنا، پھر ان کے اندرون فرائض وواجبات کو سیکھنا، اور پھر اور فرضوں میں بھی اہم فرض بعدہ دوسرا، تیسرا اور چوتھا بعدہٗ باقی تمام دین سیکھنا۔

سنت، نفل اور مستحب ہر عمل میں خلوص وخشوع کا سیکھنا، اللہ کو حاضر وناظر رکھنے کی مشق کرنا، بذریعہ اعمال اس کی ذات وصفات کو پہچاننا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:٦٦)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تمام تبلیغی احباب اور تبلیغ سے منسلک حضرات کے لیے علم دین سیکھنے کا پورے نصاب کا خاکہ بیان فرمادیا ہے، اسی کے مطابق نصاب مرتب کر کے اس کو عمومی پیمانہ پر نافذ کرنا چاہئے ،نصاب ایسا ہونا چاہئے (جیسا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ) جس میں اسلام کے بنیادی عقائد اور عبادات سے متعلق ضروری مسائل بھی ہوں، اسی طرح اس نصاب میں معاملات، تجارت بیع وشراء کے مسائل واحکام، حقوق زوجین، حقوق اولاد، حقوق والدین، حقوق پڑوسی اور ان سب

کے شرعی احکام اور ہدایات بھی بیان کئے گئے ہوں، اسی طرح اس نصاب میں اصلاح باطن سے متعلق ضروری امور مثلاً اپنے اخلاق کو درست کرنا، تکبر نہ ہونا اللہ کی محبت کا غالب ہونا وغیرہ وغیرہ ایسے ضروری امور کو بھی اس نصاب میں بیان کیا گیا ہو، باطنی امراض اور رذائل کیا ہیں ان کا علاج کیسے ہوگا، نماز میں خشوع خضوع کیسے پیدا ہوگا، ایسی ضروری ہدایات پر بھی وہ نصاب مشتمل ہونا چاہئے۔

الغرض حضرتؒ کے فرمان کے مطابق اصحاب تبلیغ کے لیے ایک ایسا جامع نصاب ہونا چاہئے جو دین کی ضروریات اور ظاہری و باطنی اصلاح کے لیے کافی ہو، ہر زمانہ کے اہل تبلیغ اور ارباب حل وعقد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے نصاب کی فکر کریں اور اس کی طرف لوگوں کی رہنمائی کریں اور اس کی عملی شکل بھی بتلائیں۔

یہ تو علم دین سیکھنے اور اصلاح ظاہر کے لیے نصاب کی تشکیل ہوئی، باقی اصلاح باطن کے لیے مثلاً یہ کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا استحضار رہے، اس کی ذات وصفات پیش نظر رہیں، عبادات میں خشوع کی شان پائی جائے اس کا تعلق صرف ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے ہے اس کے لیے مشائخ اور صوفیاء سے ربط رکھ کر ان کے واسطے سے باطن کی اصلاح کرنا ضروری ہوگا۔

حضرتؒ نے تمام اصحاب تبلیغ کی کامیابی کے لیے یہ جامع نسخہ تجویز فرمایا ہے اصحاب تبلیغ کو اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اگر اب تک عمل نہیں ہوسکا تو اب اس کی فکر کرنا چاہئے، صرف خروج مقصود نہیں ہے خروج سے تو طلب اور فکر مقصود ہے، اس کے بعد ان عمال میں لگنا اور ان کو زندہ کرنا مطلوب ہے۔

اصحاب تبلیغ کے لیے مختصر نظام العمل اور نظام الوقت

کچھ وقت احکام شرعیہ، مسائل فقہیہ کے سیکھنے میں خرچ کیجئے

فرمایا: راتوں کو ذکر سے اور دن میں تبلیغ سے اور باقی وقت کو ضروریات سے فارغ رہتے ہوئے علوم کے سیکھنے میں اپنے آپ کو مشغول رکھے۔

علوم کی تفصیل: کچھ وقت ان علوم میں صرف کرے جس سے جذبات پیدا ہوں (یعنی عمل کا شوق پیدا ہو جسے فضائل کا علم کہتے ہیں) اور باقی کو مسائل وغیرہ کے سیکھنے میں خرچ کرے (جس سے اعمال صحیح اور سنت کے مطابق ادا ہوں گے، جسے مسائل کا علم کہتے ہیں)۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۹۷)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام تبلیغی کام کرنے والوں کو خاص طور پر توجہ دلائی ہے کہ انفرادی و اجتماعی اعمال مثلاً اذکار مسنونہ اور تبلیغی مشاغل میں لگنے کے ساتھ علم کی طرف سے غافل نہ ہوں، کچھ وقت علوم شرعیہ کے سیکھنے میں ضرور صرف کریں، اور ۲۴ گھنٹہ میں اس اس کے لیے ضرور وقت متعین کریں، جس میں دونوں طرح کے علوم سیکھنے کی کوشش کریں یعنی فضائل کا علم جس سے عمل کا جذبہ و شوق اور اخلاص پیدا ہوگا، اور احکام و مسائل کا علم جس سے ہمارے تمام اعمال شریعت کے مطابق ہوں گے۔ ورنہ ساری محنت بیکار ہو جائے گی اس لیے تمام احباب تبلیغ کی ذمہ داری ہے کہ مسائل سیکھنے سکھانے کا نظام بتائیں خواہ کتاب پڑھ کر یا کسی عالم و مفتی کا انتخاب کر کے وقت معینہ میں اس سے سیکھنے سمجھنے کا نظام بنائیں، اور سارے تبلیغی احباب اس میں شرکت کو لازم سمجھیں۔

احکام ومسائل سیکھنے کے لئے

جاہل کو عالم کے پاس جانا فرض ہے

فرمایا: جہالت کے مقابلہ میں علم ہے، اللہ اور اس کے رسول کی خوشی کے لیے اللہ کے امروں کو (یعنی احکام شرعیہ کو) سیکھنا فرض ہے، (اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے) جاہل کو عالم کے پاس جانا فرض ہے۔

اور اسی طرح جس قدر عالم جاہل سے بڑا ہے اسی قدر عالم کو جاہل سے ملنا، اور علم سکھانا فرض ہے، تو پھر جہالت علم سے بدل جائے گی۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۷۶)

فائدہ: علم سے مراد علم شرعی اور علم دین ہے، اللہ کے امروں سے مراد احکام شرعیہ اور مسائل فقہیہ ہیں، مطلب یہ ہے کہ زندگی گذارنے کے لیے جس جس موقع پر حکم شرعی کو معلوم کرنے کی ضرورت ہو اس کا سیکھنا فرض ہے، خواہ معتبر کتابوں کو دیکھ کر یا علماء سے پوچھ کر، اس غرض کے لیے ضرورت کے وقت عالم کے پاس جانا بھی فرض ہوگا اور جس طرح جاہل کو عالم کے پاس طالب بن کر جانا فرض ہے اسی طرح عالم دین پر بھی فرض ہے کہ اس طالب کی قدر کرے، اس سے ملاقات کا موقع دے اور اس کو علم دین سکھلائے، اس طرح عوام وعلماء کا باہمی ربط ہونے سے جہالت ختم ہو جائے گی، علم کی روشنی آئے گی، عوام اور علماء دونوں کو مل کر مشورے سے اس کا نظام بنانا چاہئے، اجتماعی طور پر نظام چلانے کے لیے جگہ کا انتخاب، تنخواہ کا انتظام عوام پر ضروری ہوگا، اور وقت فارغ کر کے لوگوں کو دین سکھلانا یہ علماء کی ذمہ داری ہوگی۔

ذکر کا بیان

تبلیغی کام کے ساتھ ذکر کی بھی پابندی کیجئے عجیب نفع ہوگا

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تحریر فرمایا......

اگر تم تبلیغ کی کوشش کے ساتھ ساتھ ذکر پر بھی مداومت (پابندی) رکھو گے تو ان شاء اللہ عجیب وغریب برکات دیکھو گے، تہجد کی نماز شروع کر دینا، یہ قابل مبارکباد ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۱۰۳)

تبلیغی کام کی مضبوطی کے لئے ذکر بہت ضروری ہے

جب تک ۲۴ رگھنٹہ میں کوئی وقت ذکر کا مقرر نہیں کریں گے یہ تبلیغ جڑ نہیں پکڑ سکتی۔ (ارشادات وملتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۲)

علم وعمل کی پونجی کو چور چرالے جائے گا جب تک ذکر کے چراغ سے اس کو محفوظ نہ رکھا جائے، ورنہ شیطان چور لایعنی کی آندھی سے اس کو بجھا کر اس کو چرالے جائے گا۔

(ارشادات وملتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۳)

انسان جب شریعت کے مطابق عمل کرنے لگتا ہے تو پھر شیطان ونفس چوری کرتا ہے یعنی عمل کو اللہ کی رضا کے لئے نہیں کرنے دیتا، اغراض کو شامل کر دیتا ہے، اس سے بچنے کے لئے تنہائیوں میں ذکر کی مشعل (چراغ) سے چور کی حفاظت کرنا (ضروری ہے)، یعنی علم وعمل سے حفاظت یہ طریقت ہے۔

(ارشادات وملتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۸)

فائدہ: تعلیم وتبلیغ سب کاموں میں خطرات ہیں، شیطان ونفس کے مکائد سے بچنا بہت مشکل ہے، اس سے حفاظت کا طریقہ یہی ہے کہ تمام رذائل سے نفس کی حفاظت کی جائے، پابندی سے ذکر کی کثرت سے قلب کو روشن رکھا جائے، یہ کام مشائخ کے واسطے سے ہوتا ہے، یہی مقصد ہے تصوف اور خانقاہ کا۔

ذکر کی کثرت سے تبلیغ میں برکت ہوگی

فرمایا: تبلیغ کی جڑ اللہ کے خوف اور جنت کی طمع (لالچ) میں ذکر کی کثرت ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے شوق میں اور پھیلانے کا چاؤ ہے، اس چاؤ سے جب تبلیغ کی جائے گی تو بڑی برکت ہوگی۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۹۶)

فائدہ: حضرتؒ نے ایک نسخہ بتلایا ہے کہ تمہاری تبلیغی کاوشوں میں ترقی اور برکت کیسے ہوگی؟

اس کا حاصل دو باتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ کے خوف اور جنت کے شوق کے ساتھ ذکر کا اہتمام کیا جائے، اس سے مراد ذکر لسانی ہے۔

دوسرے تبلیغ میں اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت میں ہم یہ کام کر رہے ہیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اور آپ کا لایا ہوا طریقہ عام ہو جائے، اس فکر اور لگن کے ساتھ جب تبلیغ کی جائے گی تو پھر تبلیغ میں بڑی برکت ہوگی، اس کے لئے ضروری ہوگا کہ پہلے خود تبلیغی احباب زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو معلوم کریں، اس کے مطابق عمل کریں، پھر ان کو پھیلانے کی کوشش کریں۔

ہر مبلغ کو تنہائی میں وقت گذارنے اور ذکر کرنے کی ضرورت

فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ وقت تنہائی میں گذرتا تھا، اس واسطے اللہ تعالیٰ کا ذکر مع فکر کے تنہائیوں میں زیادہ گذارا کرو، اور پھر اللہ کا نام للکار کر چلوں میں بلند کرنے کی جہد کیا کرو۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۴)

فائدہ: حضرتؒ نے اس ارشاد میں تبلیغی کارکنوں کو خاص طور پر خلوت میں وقت گذارنے کی ہدایت فرمائی ہے، ذکر کی کثرت اور خلوت کی عادت، اور اس کے ساتھ تبلیغ کا اہتمام یہ ساری باتیں علماء و مشائخ اور مدارس و خانقاہ سے ربط رکھنے کے ساتھ ہی اچھی طرح حاصل ہوتی ہیں۔

ذکر کی اہمیت اور اس کے متعلق چند ضروری ہدایات

فرمایا: سری ذکر (یعنی آہستہ ذکر) کہ بندہ ہو اور اس کا خدا ہو، لیکن مجمع میں سری ذکر ہوئے تو اس سے بدرجہا بہتر ہے، دعوت (بھی ہو تو) ذکر کرتے ہوئے،

صفات محمودہ کی حیات: ذکر، زہد، تقویٰ، توکل

صفات ذمیمہ کی موت: ذکر ہے

نااہل کو ذکر بتلانا گناہ ہے، کیونکہ وہ دنیوی اغراض کی وجہ سے اس کی ناقدری کرے گا۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۱)

فائدہ: حضرتؒ نے ذکر کی اہمیت کو بتلایا ہے کہ اگر ذکر کا اہتمام ہوگا تو صفات محمودہ یعنی زہد تقویٰ، توکل وغیرہ جیسی صفات پیدا ہوں گی، ذکر کی برکت سے صفات محمودہ زندہ ہوں گی اور باقی بھی رہیں گی، ذکر نہ ہوگا تو یہ صفات مردہ ہو جائیں گی، ان

میں کمزوری آجائے گی، دعوت وتبلیغ کا کام بھی ذکر کے اہتمام کے ساتھ ہونا چاہئے، حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاد کے موقع پر بھی کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

ذکر سرّی یعنی آہستہ بھی ہوتا ہے اور جہری یعنی آواز سے بھی، آہستہ ذکر کرنا جہری ذکر سے افضل ہے، اُدعُوا رَبَّکُم تَضَرُّعاً وَّ خُفیَةً میں اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے، نیز جہری ذکر میں ریاء کا، دوسروں کی نیند خراب ہونے کا، یا تشویش کا بھی احتمال ہوتا اس لئے بھی ذکر جہری غیر افضل ہے، البتہ دلجمعی ویکسوئی کے لئے، قلب میں رقت وحرارت پیدا کرنے کے لئے اپنے شیخ کی اجازت کے بعد علاج کے طور پر ذکر جہری کیا جاسکتا ہے، اس میں بھی جہر مفرط نہ ہو، یعنی بہت چلّا کر نہیں بلکہ ہلکی آواز سے، جملہ شرائط وآداب کے ساتھ جو ذکر ہوگا اس سے صفات ذمیمہ کا بھی ازالہ ہوگا۔

نااہل کو ذکر کی تلقین کرنے یا خود سے ذکر کرنے میں خطرات ہیں، نااہل سے مراد ایسا ذاکر جو اپنے ذکر میں شرائط وآداب کی رعایت نہ کرے جس کو علماء ومشائخ نے بیان فرمایا ہے، یا وہ شخص جو ذکر کرکے کبر وعجب میں مبتلاء ہونے لگے، یعنی اپنے کو بڑا سمجھنے لگے، یا وہ شخص جو ریاء ودکھلاوے کی وجہ سے ذکر کرتا ہو، یا ذکر کرنے میں حدود شرعیہ کا لحاظ نہ کرتا ہو، مثلاً سونے کے وقت میں ذکر جہری کرے جس سے لوگوں کی نیند خراب ہو، یا ضروری اور فرض کام چھوڑ کر ذکر میں مصروف ہو یا دنیاوی اغراض کی وجہ سے ذکر کرتا ہو ایسے ذاکرین نااہل ہیں۔

ایسے لوگوں کو ذکر بتلانا، یا ان کا خود ذکر کرنے لگنا جس میں حدود شرعیہ کا لحاظ نہ ہو گناہ ہے، اسی وجہ مختلف اذکار میں کسی ذکر کے انتخاب کرنے اور ذکر جہری وسرّی کرنے میں کسی شیخ کامل اور مبصر ماہر کی ضرورت پیش آتی ہے، اسی واسطے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ذکر کو مشائخ سے لینے کی ہدایت اور تلقین فرمائی ہے، مشائخ کی

بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ذاکر کے حالات وکیفیات پر نظر رکھنے اور جائزہ لینے کے بعد ہی ذکر کی تلقین کرے سب کو ایک ہی ذکر کی تلقین نہ کرے بلکہ اس کے حالات نظر کرے، اور وقت میں گنجائش دیکھ کر اذکار تکویز کرنے اس کے خلاف کرنے میں خطرات اور اندیشے ہیں۔

ذکر کی خاصیت اور اس کا فائدہ

فرمایا: تنہائیوں میں اور شبوں (یعنی رات) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر دھیان سے کرنے سے حکمت کے چشمے جاری ہو جاویں گے۔

جب تک کہ ذکر سے دل کو چین نہیں ہوتا ہم سے دوسروں کو ہرگز چین نہیں ہوسکتا، اس کا طریقہ یہی ہے کہ تنہائیوں میں پچھلی شبوں میں (یعنی سحری کے وقت) بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرو، اس سے چین (وسکون) ہوگا، پھر تمہارے کہنے کا اثر دوسروں کے دل کو چین دے گا، اور اسی کا اثر ہوگا، کسی کی تحقیر نہ کرو۔

اول ذکر کے اوقات میں دلجمعی اور پوری ہمت اور شوق وذوق کے ساتھ ذکر میں مشغول رہیں۔　　(ارشادت ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص۶۰،۶۱)

فائدہ: قرآن وحدیث میں کثرت سے ذکر کرنے کی تاکید آئی ہے ''یٰاَیُّھا الَّذِینَ آمنوا اذْکُرُوا اللّٰہ ذِکراً کَثِیراً'' فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کیا کرو، ذکر کی برکت یہ ہوتی ہے کہ اس سے قلب منور اور روشن ہو جاتا ہے، جب قلب روشن ہو جاتا ہے تو حکمت کی باتوں کا قلب میں القاء ہوتا ہے، حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں، اور یہ بات حاصل ہوتی ہے خلوتوں میں بہت دھیان وتوجہ اور یکسوئی کے ساتھ ذکر کرنے سے۔

ذکر کا دوسرا اہم فائدہ جس کو حضرت مولانا نے بیان کیا یہ ہے کہ اس سے قلب کو چین وسکون نصیب ہوتا ہے، خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب'' اچھی طرح سن لو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، اس کے بغیر دلوں کو ہرگز چین نصیب نہیں ہوتا۔

ذکر کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ اخیر شب میں بوقت سحر تھوڑی دیر بیٹھ کر نہایت توجہ اور یکسوئی کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جائے، اس ذکر سے اگر ایک طرف یہ فائدہ ہوگا کہ تمہارے قلب کو سکون نصیب ہوگا تو دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری زبان میں تمہاری بات میں اثر ہوگا، تمہاری نصیحت سے بھی دوسروں کو چین وسکون نصیب ہوگا، اور اگر ذکر نہ کرنے کی وجہ سے خود تمہارے قلب ہی کو سکون نہ ہوگا تو تمہاری بات سے دوسرے کے قلب کو کیا سکون حاصل ہوگا؟ اس لئے مصلحین، مربیین اور مبلغین، علماء مشائخ پر بہت ضروری ہے کہ وہ یکسوئی اور پابندی سے خود بھی ذکر کا اہتمام کریں، تاکہ خود ان کو بھی سکون حاصل ہو اور ان کے واسطے سے دوسروں کو بھی اطمینان نصیب ہو۔

ذکر کا ایک اہم اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ ذاکر اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے، ملأ اعلیٰ اور فرشتوں کے مجمع میں اس کا ذکر ہونے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُم'' تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔

ذکر کے اہتمام کے بغیر عبادات دشوار بھی اور بے لذت بھی

فرمایا: بغیر ذکر کے عبادات دشوار ہیں اور بے لذت ہیں، اس واسطے سب سے اول ذکر کی مقدار زیادہ کرنی چاہئے، کیونکہ جب محبوب کا ذکر کیا جائے گا تب ہی اس کو مانا جائے گا، اس واسطے اللہ کا ذکر مع فکر کے کثرت سے کرنا چاہئے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۳)

فرمایا: ذکر نماز کا جز ہے، چور سے محفوظ رہنے کے لئے یہ حصار ہے، نماز کے بعد تسبیحات فاطمہ پڑھنا تمام کاموں کو آسان کرتا ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۵)

ذکر نفلی کی یہ خوبی ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ میں اس بندہ کا کان ہو جاتا ہوں، ہاتھ ہو جاتا ہوں، اور جب فرض ذکر کیا جائے گا تو اللہ کے دین کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۲)

تنہائیوں میں ذکر اللہ کا جتنا اہتمام کرو گے مجمعوں میں اس کے اثرات ظاہر ہوں گے

فرمایا: نوافل ذکر فرض ذکر کے خدام ہیں، خدام سے بادشاہ کو قوت ہوتی ہے، نہ اِس کو اُس سے چارہ، نہ اُس کو اِس سے..... لہٰذا ذکر کو ہر وقت جاری رکھو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۹)

فرمایا: اللہ کے ذکر کو تنہائیوں میں اتنا مضبوط کرو کہ مجمعوں میں اس کے اثرات ظاہر ہونے لگیں۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۱)

فائدہ: ذکر کی اہمیت اور اس کی تفصیل ماقبل میں بار بار گذر چکی ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے اس ارشاد میں بھی خاص انداز سے ذکر کی اہمیت و ضرورت کو سمجھایا ہے وہ یہ کہ نفل نمازیں اور ذکر یہ فرائض کے خدام ہیں، مطلب یہ کہ نوافل اور ذکر کے اہتمام سے فرائض میں بھی قوت پیدا ہوتی ہے، ذکر کی پابندی سے فرائض کی پابندی بھی ہوتی رہتی ہے، اور اگر نوافل اور ذکر میں کوتاہی ہونے لگے تو دل کی

حالت بدلنے لگتی ہے، جس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ فرائض میں بھی کوتاہی ہونے لگتی ہے۔

نیز ذکر کی پابندی سے دل میں ایسی باطنی قوت وکیفیت اور دلجمعی نصیب ہوتی ہے، جس سے نماز میں خشوع وخضوع کی کیفیت پیدا ہونے میں مدد ملتی ہے۔

حضرت مولاناؒ نے اپنے تمام تبلیغی ساتھیوں کو نہایت تاکید سے فرمایا کہ تنہائیوں میں ذکر کا خوب اہتمام کرو، خلوت وعزلت اور گوشہ نشینی اختیار کرو، اس کا اتنا اہتمام کرو کہ مجمعوں میں بھی اس کے اثرات ظاہر ہونے لگیں۔

تنہائیوں میں کلمہ کی کثرت سے دل کو روشن کرو اور جاہلوں میں کلمہ کے پہنچانے کی کوشش کرو

فرمایا..... کلمہ جو خانقاہوں میں سکھایا جاتا ہے وہ نفل ہے، اور جاہلوں کو جو انجان ہیں ان کو (کلمہ) سکھانا فرض ہے، تو مخلوق میں وقت نکال کر اس کی دعوت دو، یہ اصل نور لینا ہے۔

تکمیل کے لئے تنہائیوں میں مشق کرو، اس کو مخلوق میں پہنچانے کو جزء زندگی بنالو، کلمہ کے نور سے دل کو تنہائیوں میں روشن کرو تو نفس کے عیب معلوم ہوتے رہیں گے، اور دین میں ترقی کرتے رہو گے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۲)

فائدہ: حضرتؒ نے اپنے احباب اور تبلیغی کارکنوں کو کلمہ کے تعلق سے دو باتوں کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، ایک اپنی ذات کے تعلق سے دوسرے ان لوگوں کے لئے جن کو کلمہ بھی نہیں آتا۔

یعنی بہت سے ایسے جاہلوں کو جن کو کلمہ بھی نہیں آتا ان کو کلمہ سکھانا، اس کا تلفظ صحیح

کرانا، اس کے معنیٰ اور مطلب سمجھانا اس کے تقاضوں سے آگاہ کرنا یہ تو فرض ہے، جب لوگوں کو کلمہ سکھادیا فریضہ ادا ہو گیا، سبکدوشی ہوگئی کیونکہ فرض ادا ہو گیا۔

کلمہ کی ایک محنت اپنی ذات کے تعلق سے بھی ہے، یعنی خلوتوں میں، تنہائیوں میں، خانقاہوں میں کلمہ کی کثرت اور اس کا ذکر و وِرد کرنا، اور کلمہ کی کثرت سے اپنے دل کو روشن کرنا، یہ زندگی بھر کا وظیفہ اور لازمی معمول ہے، اسی سے دل منور ہوتا ہے، اپنے نفس کے عیوب کا علم ہوتا ہے، کلمہ کے تعلق سے یہ دونوں محنتیں ضروری ہیں، ایک تو اپنی ذات کے تعلق سے، دوسرے لوگوں کے تعلق سے۔

ذکر کا اہتمام اس درجہ کیوں ضروری ہے؟

ذکر کے نافع اور مفید ہونے کی شرط اور اس کے کرنے کے طریقہ

فرمایا : یہ سب عمل نماز، روزہ درست نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت نہ ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ذکر و شغل نہ کیا جائے، اور ذکر و شغل درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ وساوس کو دفع نہ کیا جائے، اور وساوس کیا ہیں؟ صفات رذیلہ کا پھل ہیں، اور یہ دفع نہیں ہو سکتے جب تک قرآن اور اللہ تعالیٰ کی عظمت نہ پیدا کی جائے، اور یہ پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ مسلمانوں سے الفت ومحبت نہ پیدا کی جائے۔

ذکر و شغل میں جب تک کہ صفات رذیلہ کا اخراج نہ ہوگا نفع نہیں ہو سکتا، اس کا طریقہ مسلمان کے ساتھ الفت ومحبت ہے، پھر اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرآن پاک کی محبت ہو جائے گی، جب یہ ہو گیا تو سب کچھ ہو گیا۔

ذکر کی مداومت (اور پابندی) سے غفلت دور ہوگی، بیداری پیدا ہوگی، ذکر اللہ

تعالیٰ کی عظمت کا دھیان کرتے ہوئے شوق اور محبت کے ساتھ، شد و مد، تشدید وغیرہ کا خیال کرتے ہوئے (کرنا چاہئے)۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۳ تا ۱۰۶)

شیطان سے حفاظت کے لئے بھی ذکر اللہ کا اہتمام ضروری

فرمایا: ذکر اللہ شرِ شیاطین سے بچنے کے لئے قلعہ اور "حصن حصین" ہے، لہٰذا جس قدر غلط اور برے ماحول میں تبلیغ کے لئے جایا جائے، شیاطین جن و انس کے برے اثرات سے اپنی حفاظت کے لئے اسی قدر زیادہ ذکر اللہ کا اہتمام کیا جائے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۶۶ ملفوظ ۶۹)

فائدہ: اس سے مراد ذکر حقیقی یعنی ذکر لسانی ہے۔

ذکر کرتے رہو تا کہ شیطان تم پر حملہ آور نہ ہو

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

اس کے بعد بشدت اور بکرات ومرات (یعنی بڑے اہتمام وتاکید سے بار بار) ذکر کرتے رہنے کی تلقین فرمائی۔

فرمایا: ذکر حصن (محفوظ قلعہ) کے مانند ہے تا کہ شیطان تم پر حملہ اور غلبہ نہ حاصل کرے، أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب (سن لو! اللہ کے ذکر سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے) آخر وقت تک ذکر کے فضائل اور تاکید فرماتے رہے۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص۱۷۰)

ذکر شیطان کے حملہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے

فرمایا: حدیث میں ہے کہ شیطان قلب پر چمٹے ہوئے ہیں، جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تب ان پر چوٹ لگتی ہے۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒ ص ۲۶)

فائدہ: یہ حدیث پاک کا مضمون ہے، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اتنی قدرت اور قوت دی ہے کہ وہ انسان کے دل میں اثر انداز ہوتا ہے، وہ انسان کے باطن میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جیسے رگوں میں خون بہتا ہے، اس کا علاج ذکر اللہ کی کثرت ہے، شیطان دل پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے لیکن دل کے استحضار کے ساتھ زبان سے جب حق تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو شیطان پر چوٹ لگتی ہے اور وہ دور بھاگ جاتا ہے، شیطان سے حفاظت کا واحد ذریعہ شریعت کے حکم پر عمل کرنا، سنت کا اہتمام کرنا، اوقات مقررہ کی مسنون دعائیں پڑھنا اور ذکر اللہ کا اہتمام کرنا، یہی اعمال ہیں جن کی وجہ سے حق تعالیٰ کی رحمت سے شیطان کے شر سے پوری حفاظت رہتی ہے، ورنہ شیطان عابدین زاہدین، مبلغین سب کے پیچھے پڑا ہوا ہے، اور غیر شعوری طور پر سب کو گمراہ کر سکتا ہے، اس لئے اس کے شر سے بچنے کے لئے اتباع شریعت اور سنتوں نیز مسنون دعاؤں کے اہتمام کے ساتھ ذکر اللہ کا خوب اہتمام ہونا چاہئے۔

بعض طبائع پر شیطان کا زبردست حملہ ہوتا ہے، شیطان کے مسلسل حملہ سے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں ایسے قلوب کے لئے ذکر کے اہتمام کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور ذکر بھی اس انداز کا جس سے شیطان کے مسلسل حملہ پر چوٹ لگے، اسی واسطے بعض علماء و مشائخ بعض لوگوں کے لئے ایسے انداز سے ذکر کرنے کو بتلاتے ہیں جس

سے قلب پر ضرب لگے، جھٹکے کا سا احساس ہو، یہ اصلاً شیطان کے مسلسل حملہ کا جو اس نے کر رکھا ہے اس کا علاج ہے، بطور علاج کے اس طریقہ کو صوفیاء نے اختیار کیا ہے ورنہ اصلاً حدیث پاک سے اس طرح ضربیں لگا کر ذکر کرنا ثابت نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ کے قلوب شیطان کے اس نوع کے حملوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے محفوظ تھے، اور ہم لوگ شیطان کے اثر سے مغلوب ہو گئے اس وجہ سے بطور علاج کے ایک مدت کے لئے شیطان کے اثر کو مغلوب کرنے کے لئے ذکر ضرب کے ساتھ بعض صوفیاء ومشائخ کراتے ہیں، لیکن یہ سب کے لئے نہیں، اس میں بھی علماء ربانیین اور مشائخ کی ہدایت ضروری ہے، اصل ذکر جو سنت سے ثابت ہے اس میں نہ جہر مفرط یعنی نہ بہت بلند آواز سے ذکر کرنا ہے اور نہ ہی اس میں ضربیں لگانا ہے، باقی مشائخ سے جو منقول ہے وہ صرف بطور علاج کے ہے مخصوص مدت کے لئے۔ واللہ اعلم

انبیاء علیہم السلام کو بھی خلوتوں اور تنہائیوں میں جانے کی ضرورت پیش آتی تھی

ہر مبلغ اور داعی کو خلوت میں ذکر اللہ کی ضرورت

فرمایا: انبیاء علیہم السلام پر براہ راست اللہ کی جانب سے امر آئے ہیں، لیکن مخلوق میں پیش کرنے کی بنا پر ان میں بھی مخلوق کی ظلمت کا اثر ہوتا تھا اس لئے تنہائیوں میں اللہ کے ذکر کے ذریعہ اس زنگ وظلمت کو دھوتے تھے۔

فرمایا: انبیاء علیہم السلام باوجودیکہ معصوم اور محفوظ ہیں اور علوم وہدایت براہ راست حق تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں، لیکن جب ان تعلیمات وہدایات کی تبلیغ میں ہر

طرح کے لوگوں سے ملنا جلنا اور ان کے پاس آنا جانا ہوتا ہے تو ان کے مبارک اور منور قلوب پر بھی ان عوام الناس کی کدورتوں کا اثر پڑتا ہے، اور پھر تنہائی کے ذکر و عبادت کے ذریعہ وہ اس گرد و غبار کو دھوتے ہیں۔ (ارشادات و مکتوبات مولانا محمد الیاس صاحب ص ۸۷)

تعلیم و تبلیغ کرنے والوں کو ذکر و فکر کی زیادہ ضرورت ہے

فرمایا: سورۂ مزمّل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام لیل کا حکم دیتے ہوئے جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ''اِنَّ لَکَ فِی النَّھارِ سَبْحاً طَوِیلاً'' (اے رسول! دن میں تم کو بہت چلنا پھرنا رہتا ہے) تو اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دن کی دوڑ دھوپ اور چلت پھرت کی وجہ سے رات کی اندھیری اور تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ عبادت کی ضرورت تھی، پھر اس آیت سے اگلی آیت میں جو متصلاً فرمایا گیا ''وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیلاً'' (اور اپنے رب کے نام کی یاد کر اور یکسوئی سے ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو) تو اس سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ تبلیغی دوڑ دھوپ کرنے والوں کو ذکر و فکر اور یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کی خصوصیت سے ضرورت ہوتی ہے، پس ہم کو بھی اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے...... بلکہ ہم اس کے بہت زیادہ محتاج ہیں، کیونکہ اولاً تو ہم خود کچے اور ظلمتوں سے بھرے ہوئے ہیں، پھر جن بڑوں سے ہم دینی فیوض اور ہدایات حاصل کرتے ہیں وہ بھی ہماری ہی طرح غیر معصوم ہیں، اور جن میں تبلیغ کے لئے جاتے ہیں وہ بھی عام انسان ہی ہیں، غرض ہم میں خود بھی کدورتیں ہیں اور ہمارے دونوں جانب بھی بشری کدورتیں ہیں، جن کا ہم پر پڑنا لازمی اور فطری ہے، اس لئے ہم اس کے بہت ہی زیادہ محتاج ہیں کہ رات کی اندھیریوں اور تنہائیوں میں اللہ کے ذکر و عبادت کا اہتمام اور التزام

کریں، قلب پر پڑے ہوئے برے اثرات کا یہ خاص علاج ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۹۱ ملفوظ:۱۱۱)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کا معمول

فرمایا: مجھے بھی جب میوات جانا ہوتا ہے تو ہمیشہ اہل خیر اور ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے ''سہارنپور'' یا ''رائے پور'' کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔

دوسروں سے بھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ...... دین کے کام کرنے والوں کو چاہئے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر وفکر کے ذریعہ دھویا کریں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۷۵ ملفوظ:۸۵)

ذکر سیکھنے کے لئے اللہ والوں کے پاس جاؤ

فرمایا: ذکر کے معلوم کرنے کے لئے کسی اللہ والے کے پاس جاؤ۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۴۵)

فائدہ: ذکر کے مختلف درجات مختلف طریقے اور مختلف انواع ہیں، کس شخص کے لئے کس حالت میں کون سا ذکر مناسب ہے ہر شخص اس کا فیصلہ خود نہیں کر سکتا، جائز تو سب ہیں، لیکن ہماری حالت کے مناسب کون سا اور کتنا ذکر ہے، اس کے لئے علماء ومشائخ کی خدمت میں جا کر ان سے معلوم کرنا چاہئے، یہ مطلب ہے حضرت کے اس فرمان کا کہ ذکر معلوم کرنے کے لئے کسی اللہ والے کے پاس جاؤ۔

تنبیہ: آج کل بہت سے نئے عالم اور مشائخ عدم تفقہ اور ناتجربہ کاری کی بنا پر غور وفکر کے بغیر سب کو ایک ہی طرح کا ذکر بتلا دیا کرتے ہیں، مثلاً ہر ایک کو بارہ تسبیحات، سب کو خاص نوع کا مراقبہ، مخصوص تسبیحات، پاس انفاس وغیرہ خواہ اس کے اندر اس کی صلاحیت واستعداد اور وقت میں گنجائش ہو یا نہ ہو، یہ طریقہ نامناسب ہے، صحیح طریقہ وہ ہے جس کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے کہ طالب کی لیاقت، باطنی استعداد، وقت میں گنجائش اور اس کی صلاحیت کے لحاظ سے جو ذکر مناسب ہوتا تھا اس کو بتلاتے تھے، اس میں بہت غور وفکر اور احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

ذکر اللہ کی خاص قسم ذکر حکمی

احکام خداوندی اور مسائل شرعیہ کے مطابق تمام کاموں کو انجام دینا ذکر کے حکم میں ہے

فرمایا: ہر موقع کا اصلی اور اعلیٰ ذکر خاص اس موقع کے متعلق احکام خداوندی کی رعایت ہے ”لَا تُلۡهِكُم اَموَالُكُم وَلَا اَولَادُكُم عَن ذِكرِ اللّٰه“ پس جو شخص اولاد کے ساتھ برتاوے میں اور خرید وفرخت جیسے معاملات میں احکام خداوندی کی اطاعت اور حدود اللہ کی رعایت کرتا ہے وہ ان مشاغل میں مشغول رہتے ہوئے بھی اللہ کا ذاکر ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲ے ملفوظ:۷۸)

فائدہ: علماء کی تحقیق کے مطابق ذکر کی ابتداء دو قسمیں ہیں، ذکر حقیقی، ذکر حکمی، ذکر حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو یاد کرنا، خواہ زبان سے ہو خواہ قلب سے، زبان سے ذکر کیا جائے اس کو ذکر لسانی کہتے ہیں، جس کی مختلف شکلیں ہیں تکبیر تہلیل، تسبیح

وتقدیس یعنی سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، لاالہ الااللہ، کہنا یہ سب ذکر لسانی ہے، اور بغیر زبان کے دل دل میں اللہ کو یاد کرنا، اس کا مراقبہ کرنا ذکر قلبی کہلاتا ہے، سب سے بہتر ذکر وہ ہے جس میں زبان وقلب دونوں جمع ہوں، یعنی ذکر لسانی کے ساتھ ذکر قلبی بھی ہو۔

ذکر کی ایک قسم یہ ہے کہ جس موقع پر جس کام کا اللہ نے حکم دیا ہے شریعت کا حکم سمجھ کر اس موقع پر وہی کام کرنا یہ ذکر حکمی ہے، چونکہ اللہ کا حکم سمجھ کر شریعت کے مطابق یہ شخص کام میں لگا ہے اس لئے حکماً یہ بھی ذاکر ہے، مثلاً ماں باپ کی خدمت کرنے کا حکم ہے، کوئی بیمار ہے اس کی مزاج پرسی اور عیادت کا حکم ہے، گھر والوں کے حقوق ادا کرنے اور نفقہ پہنچانے کے لئے کسب معاش کا حکم ہے، اللہ کا حکم سمجھ کر شریعت کے مطابق جو بھی کام کیا جائے یہ سب ذکر حکمی کے دائرہ میں آئے گا، عورت اپنے شوہر کی خدمت اللہ کا حکم سمجھ کر کرے یہ بھی ذکر حکمی ہے، ذکر حکمی کی ایک دو نہیں سیکڑوں ہزاروں قسمیں ہوسکتی ہیں، اللہ کا حکم سمجھ کر جو پوری زندگی گذارے گا وہ اللہ کا مطیع بھی ہے اور ذاکر بھی ہے، لیکن ذکر حقیقی اور ذکر لسانی کے جو فوائد اور انوار و برکات اور اس کی جو خصوصیات ہیں وہ محض ذکر حکمی سے حاصل نہیں ہوسکتیں، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر حکمی کے علاوہ خاص طور پر ذکر حقیقی و ذکر لسانی کا تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا حکم دیا ہے، فَاذْکُرُونِی اَذْکُرکُم، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمنوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکراً کَثِیراً، ان آیات میں ذکر لسانی ہی مراد ہے، ذکر لسانی کی اس قدر اہمیت ہے کہ جہاد جیسے موقع پر بھی ذکر لسانی کی ترغیب دی گئی ہے۔

پھر ذکرِ لسانی کی بھی دو قسمیں ہیں ذکرِ لسانی مؤقّت اور غیر مؤقّت، ذکرِ مؤقت کا مطلب یہ ہے کہ مخصوص اعمال اور متعین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں

پڑھنے کو بتلائی ہیں ان کو انہیں اوقات میں پڑھنا ذکرِ مؤقّت ہے، مثلاً صبح وشام اور سوتے جاگتے وقت کی دعائیں، کھانا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد کی دعاء، گھر میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعاء، کپڑا پہننے اور آئینہ دیکھنے کے وقت کی دعاء پڑھنا یہ سب ذکرِ مؤقّت ہے، اور ذکرِ غیر مؤقّت کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے ان اذکار کا کوئی وقت متعین نہیں کیا بلکہ جب چاہیں وہ ذکر کرسکتے ہیں مثلاً قرآن پاک کی تلاوت، درود شریف، استغفار، کلمۂ طیبہ، تسبیح وتحمید وغیرہ یہ سب ذکرِ غیر مؤقّت ہیں، ذکر کی یہ دونوں قسمیں ذکرِ لسانی ہی کی قسمیں ہیں، چونکہ ذکر لسانی کے مختلف انواع ہیں اس لئے بزرگوں کے مشورے سے ہی اپنے لئے ذکر کا معمول تجویز کرنا چاہئے۔

حقیقی ذکر

فرمایا: حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقع پر اور جس حال اور جس مشغلہ میں ہو، اس کے متعلق اللہ کے جو احکام واوامر ہوں ان کی نگہداشت رکھے، اور میں اپنے دوستوں کو اسی ذکر کی زیادہ تاکید کرتا ہوں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۷ ملفوظ: ۱۹)

فائدہ: اس سے مراد بھی ذکر اللہ کی وہی قسم ہے جس کو ذکر حکمی کہا جاتا ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر تاکہ ہر آدمی ہر لمحہ اور ہر آن اللہ کا مطیع اور ذاکر شمار کیا جائے، اطلاقات وتعبیرات میں کبھی اس کو ذکر حقیقی سے بھی تعبیر کردیا کرتے ہیں ورنہ اصل اور حقیقی ذکر یہی ہے کہ مذکور کو یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی زبان ودل سے یاد کیا جائے ان کلمات کے ذریعہ جو احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں، باقی اوامر یعنی احکام خداوندی کی اطاعت کرنا یہ بھی حکماً ذکر اللہ میں شامل ہے۔

دین کے سلسلہ میں تھوڑی دیر کا غور وفکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے

فرمایا: گھڑی بھر کا سوچنا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے، شیطان فوراً بھلا دے گا، اگر سوچنے کا وقت نہ نکالو گے تو سب بھول جاؤ گے۔

(ارشادات مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۶)

فائدہ: یہ بھی ذکر قلبی کی ایک قسم ہے، اور اصلاً یہ حدیث پاک کا مضمون ہے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: **فكرة ساعة خير من عبادة ستين سنة. اخرجه ابو الشيخ فى كتاب العظمة.**

(دیلمی عن انس حدیث: ۲۳۹۷، احیاء العلوم ص ۳۶۱ ج ۴)

یعنی تھوڑی دیر فکری اور باطنی عبادت ساٹھ سال کی بدنی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ تفکر اور غور وفکر بہت وسیع معنیٰ رکھتا ہے، اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، ضرورت وحالات اور موقع محل کے لحاظ سے اس کی اہمیت وفضیلت اور ثواب ودرجات میں بھی فرق ہوگا، مثلاً تفکر فی خلق اللہ، تفکر فی آلاء اللہ، یعنی اللہ کی قدرت اور اس کی خلقت اور نشانیوں میں غور کرنا اور عبرت حاصل کرنا مطلوب ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے: اَلَّذِینَ یَتَفَکَّرُونَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض. (پ۴ آل عمران)

اللہ کے نیک بندوں کی علامات واوصاف میں اس کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی خِلقت وقدرت میں غور وفکر کرتے ہیں۔

اسی طرح تفکر فی کلام اللہ، تفکر فی احکام اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام میں اور اللہ

تعالیٰ کے نازل کردہ احکام ومسائل میں غور وفکر کرنا، مطالعہ اور تحقیق کرنا، احکام کے سمجھنے سمجھانے میں، لکھنے پڑھنے میں غور وفکر کرنا بھی اس میں شامل ہے، اور بڑے درجہ کی عبادت ہے، حدیث پاک میں اس کو نوافل سے بڑھ کر اور ایک مسئلہ سیکھنے سکھانے کو ہزار رکعت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ (ابن ماجہ)

اسی طرح دین حق کی اشاعت اور دعوت وتبلیغ میں کوشش کرنا اور اس سلسلہ میں غور وفکر کرنا، خلوت میں ذکر ومراقبہ، اور اللہ تعالیٰ کا تصور واستحضار کرنا بھی اس میں شامل ہیں کہ تھوڑی دیر کا غور وفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

ذکر لسانی کا ابتدائی مرحلہ اور مبتدی سالک ومبلغ کے لئے ابتدائی معمولات

فرمایا: میں ابتداء میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں:

(۱) ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمہ

(۲) اور تیسرا کلمہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیم)

(۳) اور صبح وشام سو سو بار درود شریف (کوئی بھی مثلاً: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ)

(۴) استغفار، (سو بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ یا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہ)

(۵) تلاوت قرآن پاک مع تصحیح قراءت

اور نوافل میں تہجد کی تاکید، اور اہل ذکر کے پاس جانا

علم بدون ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بدون علم کے بہت سے فتنوں کا دروازہ ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۱ ملفوظ: ۴۹)

فائدہ: ذکر لسانی کے چونکہ مختلف انواع اور مختلف درجات ہوتے ہیں، کون سا ذکر کتنی مقدار میں کس شخص کے لئے زیادہ مفید ہے اس کو مشائخ ہی زیادہ بہتر سمجھتے ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنا معمول بیان فرمایا کہ میں ابتداء میں اس ذکر کی ہدایت کرتا ہوں، ذکر بارہ تسبیحات وغیرہ کا نمبر بعد میں آتا ہے، حضرتؒ کے اس فرمان سے مشائخ سے ذکر لینے اور سیکھنے کی ضرورت اور اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

حضرتؒ کے اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کے ساتھ ذکر بھی بہت ضروری ہے، اہل علم کو خاص طور پر ذکر کا اہتمام کرنا چاہئے ورنہ علم روشنی نہیں بلکہ ظلمت ہے، اسی طرح ذکر کے ساتھ علم ضروری ہے ورنہ جہالت کے ساتھ محض ذکر بہت سے فتنوں کا ذریعہ ہے، اس سے مراد وہ علم شرعی ہے جس کا سیکھنا سکھانا فرض عین ہے۔

چند اذکار مسنونہ اور معمولات جن کا اہتمام ہر ایک کو کرنا چاہئے

ارشاد فرمودہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ

(۱) سوم کلمہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ) صبح و شام ایک ایک تسبیح،

(۲) ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمہ، (سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمدللہ ۳۳ مرتبہ، اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ)

(۳) درود شریف، (کوئی بھی مثلاً یہ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ)

(۴) استغفار کی دو دو تسبیح پڑھا کرو، (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ یا

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ)

وقت مقرر کرو، پھر اس کو نباہے، اس میں برکت ہے۔

(۵) اشراق، چاشت اور مغرب کے بعد اوابین، پھر تہجد پڑھے،

(۶) اور کچھ قرآن شریف پڑھے ذوق وشوق کے ساتھ۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۹و۲۰)

ذکر کرنے کا طریقہ

ذکر عام ذکر خاص

فرمایا: ذکر عام تو یہ ہے کہ سوم کلمہ کو صحیح اور معنیٰ کے ساتھ دھیان سے اس کی عظمت کو دیکھتے ہوئے صبح وشام سو، سو مرتبہ پڑھ لیا کرو۔

ذکر خاص: دوسرے ذکر خاص، تہجد کی نماز کے بعد تنہائی میں نہایت طمانیت (سکون) کے ساتھ اللہ کی عظمت کا دھیان کرتے ہوئے کر لیا کرو۔

فرمایا: کلمہ طیبہ پڑھنے سے اطمینان قلب، چین اور سکھ پیدا ہوگا، اس کے پڑھنے کے وقت چین کی نیت سے پڑھا کرو، قرآن پاک کی تلاوت ذکر میں شامل ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۶۳و۶۴و۴۷)

فائدہ: ذکر خاص سے مراد غالباً ۱۲ بارہ تسبیحات ہیں، جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

ذکر عمومی ہر ایک کے لئے

صبح کی سنت اور فرض کے درمیان ایک تسبیح:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم"

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ وَاَتُوْبُ اِلَيْه.

(اس کو پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ ثواب کے علاوہ) رزق کشادہ ہوتا ہے، اس کلمہ کو روزی سے خاص نسبت ہے۔

اور چلتے پھرتے، سوتے بیٹھتے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي" پڑھا کرے۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۴ و ۱۰۲)

عصر کے بعد ستر ۷۰ دفعہ استغفار سے ستر برس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

آیۃ الکرسی ہر نماز کے بعد پڑھنے والا مرنے کے فوراً بعد جنت میں جائے گا۔ (یہ حدیث پاک کا مفہوم ہے)

درود شریف ۱۰-۱۰ مرتبہ نماز کے بعد پڑھنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں داخل ہوگا۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۹)

ذکر خاص

ذکر بارہ تسبیحات کی تفصیل اور اس کی پابندی کی ترغیب

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک طالب کو ذکر کا طریقہ اور نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه　　دو تسبیح (یعنی دو سو بار)

پھر اِلَّا اللّٰه　　چار تسبیح (یعنی چار سو بار)

پھر اَللّٰهُ اَللّٰه　　چھ تسبیح (یعنی چھ سو بار)

سب میں قوت وہمت اور تعظیم وحلاوت ملحوظ خاطر رہنی ضروری ہے۔ (یعنی پورے اہتمام اور دلجمعی ویکسوئی کے ساتھ یہ ذکر کیا جائے)

ہمیشہ مواظبت رہے ترک نہ ہو۔ (یعنی ان بارہ تسبیحات کا پابندی سے اہتمام کیا جائے، ناغہ نہ ہو)

کبھی کبھی اپنا بندوبست کر کے یہاں بھی چلے آیا کرو، اپنے شاگردوں اور نمازیوں کو سلام علیکم کہہ دیں۔

فقط والسلام

محمد الیاس عفی عنہ

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۳)

ذکر کرنے کا طریقہ

فرمایا: ذکر کو خلوص کے ساتھ اور دل کو علائق سے صاف کر کے کرے تو کیا ہی عمدہ بات ہے، اگرچہ تھوڑا ہو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۵)

فائدہ: حضرتؒ نے ذکر کا طریقہ ارشاد فرمایا ہے، اس طریقہ سے اگر ذکر کیا جائے تو نہایت مفید ہے اگرچہ تھوڑی ہی مقدار میں ہو، اس طریقہ کا حاصل دو چیزیں ہیں:

(۱) ذکر خلوص کے ساتھ کیا جائے ،خلوص کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا حکم سمجھ کر اس کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے ، ذکر کے وقت اگر اس آیت کا استحضار کرلیا جائے ''فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُم ''حق تعالیٰ کا فرمان ہے: تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا، اس آیت اور اس کے معنیٰ کے تصور کے ساتھ ذکر کیا جائے کہ میرے اللہ نے مجھے یاد کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس ذکر کی وجہ سے میرا اللہ مجھے یاد کرے گا تو ذکر میں خلوص کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

ذکر میں اللہ کا حکم ، یا اس کی رضا و قرب ، یا اس کے ثواب وجنت کے حصول کا قصد کیا جائے ، یا گناہوں کے معاف ہونے اور درجات کے بلند ہونے ، اللہ کی محبت حاصل کرنے ، اتباع سنت اور حکم شریعت پر عمل کرنے کی نیت سے ذکر کیا جائے تو یہ سب اخلاص ہی کے دائرہ میں آتا ہے، الغرض ذکر کے مفید ہونے کی ایک اہم شرط تو یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ ہو۔

نیز اس میں اس بات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ ذکر سے کسی ناجائز امر کا ارتکاب نہ ہو ورنہ خلوص حاصل ہی نہیں ہو سکتا اور ایسے خلوص کا شرعاً اعتبار ہی نہ ہوگا، مثلاً لوگوں کے سونے اور آرام کے وقت میں ذکر جہری کرنا، خواہ گھر کے بیوی بچے ہی کیوں نہ ہوں اور ان کے سونے کے وقت میں مثلاً تہجد میں اٹھ کر بلند آواز سے ذکر و دعاء کرنا جس سے لوگوں کی نیند خراب ہو تو ایسا ذکر ناجائز ہے، خواہ کتنے ہی خلوص کے ساتھ ہو، کیونکہ خلاف شرع ہونے کی وجہ سے ایسے خلوص کا اعتبار ہی نہیں۔

ذکر کے مفید ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ ذکر کے وقت دل تمام قسم کے علائق یعنی تعلقات سے خالی ہو، ذکر کے وقت میں کسی دوسری چیز کا خیال قصداً نہ لائے نہ دکان مکان کا ، نہ بیوی بچوں کا ، بالکل خالی الذہن ہو کر یکسوئی اور توجہ کے ساتھ اللہ

کا ذکر کرے، بلا ارادہ کوئی خیال آجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس میں کوئی نقصان نہیں، ذکر کا یہ نہایت اہم ادب اور ذکر کے نافع ہونے کی اہم وہ شرط ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دیا ''وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً'' (پ۲۹ سورۂ مزمل) اس کا مطلب یہی ہے کہ اپنے رب کا ذکر اس طرح کرو کہ دل پورے طور پر اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو، اس وقت دوسرے خیالات کو جگہ مت دو۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ذکر فاسد نیت سے خالی ہو، مثلاً یہ نیت نہ ہو کہ ذکر کرنے سے لوگ ہمارے معتقد ہو جائیں گے، ہم کو بزرگ سمجھیں اور ہمارے ذکر کی تعریف کریں اور ہم سے خوش رہیں، یہ سب فاسد نیتیں ہیں، فاسد نیت سے بچتے ہوئے خلوص کے ساتھ جو ذکر ہوگا تھوڑی مقدار میں بھی بہت نافع اور کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ذکر کی دو قسمیں ذکر مقبول، ذکر مردود

فرمایا: ذکر کی بھی دو قسمیں ہیں: ذکر مردود، ذکر مقبول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس (ذکر) میں ثواب نہ بتایا ہو اس میں ثواب کی امید رکھنا ذکر مردود ہے، اور زندگی کے ہر شعبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا بنانے کی کوشش کرنا ذکر مقبول اور محبوب ہے۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۱)

فائدہ: ذکر مقبول اس کو کہتے ہیں شریعت سے جس ذکر کی اجازت ہو، اور ذکر مردود وہ ہے شریعت سے جس ذکر کی اجازت نہ ہو، شریعت سے جس ذکر کی اجازت ہے ایک تو اس کا معیار یہ ہے کہ وہ سنت سے ثابت اور ماثور ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذکر کی فضیلت بیان فرمائی ہو، مثلاً قرآن پاک کی تلاوت کرنا، سورۂ اخلاص، سورۂ یٰسین وغیرہ پڑھنا کہ اس کے خاص فضائل وارد ہوئے ہیں اور سنت سے ثابت بھی ہے۔

اسی طرح ذکر مقبول میں وہ ذکر بھی حکماً شامل ہے جس ذکر کی شریعت سے اجازت ہو اگرچہ وہ ماثور و منقول نہ ہو، مثلاً سورۂ اخلاص، سورۂ یٰسٓ کو زبانی یاد کرنے کے لئے، دل میں راسخ اور ذہن نشین کرنے کے لئے کوئی شخص سورۂ یٰسٓ کے ایک ہی لفظ اور ایک ہی آیت کو بار بار دہرائے اور رٹے، مثلاً یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ...آیت کو زبانی یاد کرنے کے لئے دس مرتبہ پڑھتا ہے، جس لفظ کو بھولتا ہے اس لفظ کو مکرر پڑھتا ہے، اسی طرح آگے: اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ کو، یا صرف لفظ اِنَّكَ کو دس بار پڑھتا ہے تاکہ اچھی طرح ذہن میں محفوظ ہو جائے تو بلاشبہ یہ جائز ہے اگرچہ صراحۃً اس طرح ایک ایک لفظ کا اتنے مرتبہ پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، لیکن چونکہ یہ مقصود کا ذریعہ ہے یعنی قرآن پاک حفظ ہو جائے، دل میں راسخ ہو جائے، استحضار ہو جائے جو کہ مقصود و مطلوب ہے اور یہ اعادہ یعنی بار بار ایک لفظ کا پڑھنا اس کا ذریعہ ہے، اس لئے یہ بھی درست ہے اور باعث اجر و ثواب بھی۔

اسی طرح مثلاً کسی شخص کی عادت ہے کہ آہستہ یاد کرنے سے اس کو زبانی یاد نہیں ہوتا، جہراً یعنی باآواز بلند پڑھتا ہے، ہل ہل کر یاد کرتا تو جلدی یاد ہو جاتا ہے، تنہا یاد کرتا ہے تو دیر میں یاد ہوتا ہے اور جماعت کے ساتھ یاد کرتا ہے تو جلدی یاد ہو جاتا ہے تو شرعاً اس کی بھی اجازت ہے کہ باآواز بلند یاد کرے، جماعت کے ساتھ یاد کرے بشرطیکہ بذات خود اس عمل کو باعث اجر و ثواب نہ سمجھے، بلکہ مقصود کی تکمیل و تحصیل کا ذریعہ سمجھے، نیز اس میں دوسری کوئی شرعی خرابی بھی لازم نہ آئے، مثلاً لوگوں کے سونے یا عبادت کے وقت میں کوئی بلند آواز سے پڑھے جس سے لوگوں کو تشویش ہو، یا نیند خراب ہو تو پھر باآواز بلند قرآن پڑھنا بھی ممنوع ہوگا۔

الغرض ذکر مقبول کی ایک قسم یہ بھی ہے جو اگرچہ حدیث میں ماثور و منقول نہیں

لیکن شرعاً اس کی اجازت ہے اس لئے اس میں بھی ثواب ہوگا۔

اسی ذکر میں وہ ذکر بھی شامل ہے جس کو بعض صوفیاء ذکر مفرد اور ذکر بسیط کے طور پر کرتے ہیں، مثلاً لفظ اللہ۔ اللہ کا تکرار کرتے ہیں جس کا ذکر ماقبل میں ''ذکر خاص'' کے عنوان سے کیا جا چکا۔

نیز اس میں جہر یعنی بآواز بلند بھی کرتے ہیں، بعض لوگ گردن کو ہلا ہلا کر قلب پر ضرب لگانے کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، بعض لوگ اجتماعی طور پر ذکر کو ترجیح دیتے ہیں، سو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے اس طرح لفظ اللہ کے تکرار سے جہراً ذکر کرنا سنت سے ثابت نہیں، نہ ہی گردن ہلا ہلا کر ذکر کرنا ثابت ہے، نہ ہی اس نوعیت وہیئت کا اجتماع منقول ہے، اس لئے اگر اس کو کوئی سنت مقصودہ سمجھ کر کرے تو یہ غلط ہوگا، البتہ اس نوع کا ذکر مثلاً ۱۲ تسبیحات کوئی اس نیت سے کرے تا کہ لفظ اللہ دل میں راسخ ہو جائے، ذہن نشین ہو جائے، ہل ہل کر ذکر کرنے، ضرب لگانے سے دل میں چوٹ پڑنے سے خاص اثر ہوتا ہے، تجربہ سے ثابت ہے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے، رقت طاری ہوتی ہے، قلب میں صلاحیت واستعداد پیدا ہو جاتی ہے، حضور قلبی کا مقام حاصل ہوتا ہے، دلجمعی ویکسوئی نصیب ہونے لگتی ہے، جو نماز میں خشوع وخضوع میں معین ہوتی ہے اور یہ سب چیزیں شرعاً مطلوب ومقصود ہیں، اس غرض سے اگر بارہ تسبیحات کا اہتمام کیا جائے جو بہت سے صوفیاء کے معمولات میں داخل ہیں بلاشبہ درست اور جائز بلکہ باعث اجر وثواب بھی ہے، جس طرح سے قرآن پاک ذہن نشین اور دل میں راسخ کرنے کے لئے ایک لفظ کا بار بار پڑھنا جائز ہے، اسی طرح اس نوع کا ذکر کرنا بھی درست اور جائز ہوگا، بشرطیکہ اس کو مقصود اصلی نہ سمجھے، دوسرے اس میں کوئی شرعی محذور بھی لازم نہ آئے، مثلاً کسی کی نیند خراب نہ ہو، نماز میں خلل نہ ہو، نیز یہ بھی ضروری ہے

کہ ماثور و مسنون اذکار کے مقابلہ میں اس کی افضلیت کا عقیدہ نہ ہو، افضل وہی ذکر ہے جو ماثور و مسنون ہے، یہ تو ایک عارض کی بنا پر ہماری اصلاح کے لئے ضرورۃً ایک مدت کے لئے کیا جاتا ہے۔

ذکر مردود کا معیار

اور ذکر مردود یعنی ذکر وعبادت کی وہ قسم جو شریعت وسنت سے ثابت بھی نہیں، اور نہ ہی کسی عبادت مقصودہ اور سنت اصلیہ کی تکمیل وتحصیل کا ذریعہ ہو، اور خود اس ذکر اور اس اجتماع ہی کو اصل مقصود سمجھا جائے تو یہ ذکر مردود اور بدعت ہے، باعث گناہ وعذاب ہے، مثلاً بعض لوگوں نے خاص خاص اوقات کی ایسی نمازیں گڑھ رکھی ہیں شریعت سے جن کا کوئی ثبوت نہیں، شب برأت، شب قدر، شب معراج میں نماز پڑھنے کے خاص طریقے لکھے ہیں، مثلاً سورۂ فاتحہ کے بعد ۲۵ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے، ۷ بار انا انزلناہ پڑھے وغیر ذلک فقہاء کرام نے اسی قسم کی نمازوں کو صلوٰۃ الرغائب کے عنوان سے بدعت قرار دیا ہے، کیونکہ شریعت سے ان کا کوئی ثبوت نہیں، نہ ہی کسی سنت مقصودہ یا عبادت اصلیہ کا ذریعہ ہے بلکہ اسی عمل ہی کو مقصود اور عبادت س، سمجھا جاتا ہے ، اس لئے یہ عبادت اور یہ ذکر مردود اور بدعت ہے۔

ذکر کی ایک قسم ذکر حکمی کہلاتی ہے جس کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اخیر جملہ میں رہنمائی فرمائی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت کے شرعی حکم اور شرعی تقاضے کو آپ پورا کریں، ایسا کرنے سے آپ ہر وقت ذاکر شمار کئے جائیں گے، گو بظاہر دنیا ہی کا کام کیوں نہ ہو، مثلاً والدین کی خدمت کرنا، ان کی زیارت کرنا، ان کی بیماری کے وقت ان کی تیمارداری کرنا، شرعی حکم سمجھ کر یہ سارے کام انجام دینا ذکر حکمی

ہے، اسی طرح مثلاً بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا، بیمار ہونے پر ان کے لئے دوا لانا، خوش مزاجی سے ان سے بات کرنا، ضرورت کے وقت کاروبار کرنا یہ سب ذکر حکمی ہے، اگر چہ بظاہر دنیاوی کام ہو اور اگر چہ بظاہر خواہش نفس کی تکمیل ہو رہی ہو، مثلاً کھانا پینا وغیرہ جب شرعی حکم سمجھ کر شرعی طریقہ اور سنت کے مطابق کیا جائے گا تو یہ سب بھی ذکر حکمی میں شمار ہوگا اور اس میں اجر ثواب بھی ملے گا، حضرتؒ کے آخری جملہ کا یہی مطلب ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس توفیق نصیب فرمائے۔

مرکز نظام الدین میں ذکر کی محفلیں اور ذکر کی صدائیں

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

(مرکز نظام الدین میں) تہجد کے وقت اکثر لوگوں کو ذکر و تہلیل (یعنی لا الہ الا اللہ و دیگر اذکار) میں مصروف پایا۔ (حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۱۶۸)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب تشریف لائے تو مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری بھی ساتھ تشریف لائے، مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) اس آمد سے بے حد مسرور ہوئے، اور شیخ الحدیث صاحب کا بڑا شکریہ ادا کیا،...... مولانا کے ساتھ ان کے مخلصین اور اہل ذکر کی ایک جماعت تھی جس سے یہاں کی دینی رونق اور برکت دوبالا ہوگئی۔

یہ ساری رونق اور بہار اس شخص کے دم سے ہے جو ایک طرف بستر پر پڑا ہوا سب کچھ دیکھ رہا ہے...... یہ درس کے حلقے، یہ ذکر کی صدائیں، یہ نورانی شکلیں، یہ رکوع و سجود کی کثرت، یہ پچھلے پہروں کی رونق کب تک ہے، اس ساری بہار کو دیکھتا اور کہتا کہ

ع اللہ رکھے آباد ان ساقی تری محفل کو۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۱۸۸-۱۸۹)

خصوصی اوراد و وظائف اور فرائض و نوافل کی پابندی کے بعد تبلیغی کام کی طرف بھی توجہ رکھیں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کارکنان تبلیغ کو ہدایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

جملہ اہل جلسہ اور ان میں خاص کر پڑھے ہوؤں کو یٰس شریف وغیرہ عملیات اور خصوصی نوافل اور مکتوبات (فرائض) کے بعد تبلیغ کے فروغ اور اس کی جڑوں کے مضبوط ہونے کی دعاء میں مشغول رکھیں، اور تبلیغ سے اصل مقصود اسی چیز کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں کہ قدم بقدم بلکہ سانس در سانس میں اللہ جل شانہ کی جناب میں رجوع اور التجاء کی قوت پیدا ہوتی چلی جاوے۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۲۹)

ذکر کے ساتھ ایک مفید مراقبہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے ایک مسترشد کو ہدایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

اگر آپ سے ذکر کے بعد ہو سکے تو قیامت کے حالات کا جس قدر استقلال سے ہو سکے اس کو حق، اور اپنے اوپر آنے والا سمجھتے ہوئے دھیان (مراقبہ) کیا کرو، اور پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کیا کرو کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلا گئے ہیں وہی آخرت میں کام آنے والا ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۷)

ختم خواجگان یا آیت کریمہ کے ختم میں شرکت

حضرت کے ایک مسترشد نے ختم خواجگان وغیرہ میں شرکت کے لئے دریافت کیا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جواب میں تحریر فرمایا:

ختم میں شریک ہونا مستحسن اور آپ کے بزرگوں کا معمول ہے، لیکن اگر مبتدعین (اہل بدعت) کے ساتھ تشبہ کا خطرہ ہو تو احتیاط مناسب ہے۔

''الصلوٰۃ والسلام'' کے اندر بھی یہی بات ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جان کر یا مبتدعین (اہل بدعت) کے تشبہ کی صورت ہو تو ناجائز ہے، اور اگر غلبۂ شوق میں اپنی طرف سے پڑھے تو مضائقہ نہیں، یہ ایسی نازک چیزیں ہیں کہ ان کے اندر فساد عقیدہ کا موقع شیطان کو ملنے کا بہت امکان ہوتا ہے، لہذا خطرناک ہیں۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۰)

فائدہ: ختم خواجگان محض ایک وظیفہ ہے، جو مہمات اور پریشانیوں کو دور کرنے کی غرض سے پڑھا جاتا ہے اس کی حیثیت محض رقیہ (عمل وتعویذ) کی ہے، اس وظیفہ کے بعد اجتماعی دعاء کی جاتی ہے، مشائخ کے تجربہ سے اس وظیفہ کے بعد دعاء کا قبول ہونا ثابت ہے، اس لئے احیاناً یعنی کبھی کبھی تو اس کے کرنے کی اجازت ہے، اس کے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سوال کے جواب میں فرمارہے ہیں کہ اس میں شرکت پسندیدہ ہے، بزرگوں کا معمول رہا ہے، لیکن ساتھ ہی اس کی طرف بھی توجہ دلا دی کہ اس کے ساتھ اہل بدعت کا طرز نہ اختیار کیا جائے، ان کے ساتھ تشبہ نہ ہونے پائے، یعنی ختم خواجگان کو بس رقیہ اور وظیفہ کی حد تک رکھا جائے، اس کے ساتھ عبادت جیسا معاملہ نہ کیا جائے، اس کو ضروری اور لازم نہ سمجھا جائے اس کے ترک پر اور شریک نہ ہونے پر

ملامت نہ کی جائے، ورنہ وہ بدعت کے دائرہ میں آجائے گا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ختم خواجگان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

با اجرت ناجائز ہے اور بلا اجرت اتفاقاً (یعنی احیاناً، کبھی کبھی) جائز اور اعتیاداً (یعنی ختم خواجگان کو پابندی کے ساتھ عادت بنا کر کرنا) ناجائز۔

(امداد الفتاویٰ ص ۶۰۵ ج ۴ سوال نمبر: ۶۰۷)

رہ گیا ''صلوٰۃ وسلام'' جیسا کہ بعض علاقوں مں اہل بدعت کے یہاں اس کا رواج ہے کہ انفرادی طور پر اجتماعی طور پر با آواز بلند ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' پڑھتے ہیں اور اس کو اہم عبادت سمجھتے ہیں، تارک پر نکیر وملامت کرتے ہیں، حضرتؒ اپنے مسترشد کو سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر اس میں عقیدہ کا فساد ہے کہ ''یارسول اللہ'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر کے عقیدہ کے ساتھ کہا جائے تب تو بالکل غلط بلکہ شرک ہے، ورنہ اگر اہل بدعت کے ساتھ تشبہ ہو یعنی ان کے طریقہ کے مطابق ہو تب بھی تشبہ کی بنا پر ممنوع اور ناجائز ہے، البتہ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں اور محض محبت اور شوق میں کوئی یارسول اللہ کہہ لے تو اس کی اجازت ہے، اس میں شرط یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے خرابی میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو کہ اس کے عمل کو سند قرار دے کر دوسرے لوگ غلط طریقہ سے کرنے لگیں یا اس کا رواج ہونے لگے، اس لئے احتیاط ہی بہتر ہے۔

اخیر میں حضرتؒ نے تمام لوگوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ یہ نازک اور اختلافی مسائل ہیں، ان میں الجھنے سے شیطان کو اختلاف پیدا کرنے کا اور فساد عقیدہ کا موقع ملتا ہے، اس لئے ایسے مسائل سے دور رہنا مناسب ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ''یارسول اللہ'' کہنے کے متعلق ایک سوال کے

جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''استعانت واستغاثہ کے ارادہ سے حاضر وناظر ہونے کے اعتقاد سے تو منہی عنہ ہے (یعنی ناجائز ہے) اور اس اعتقاد کے بغیر محض شوقاً واستلذاذاً کہنا جائز ہے۔''

(امداد الفتاویٰ ص ۳۸۵ ج ۵ سوال نمبر ۳۳۵)

ذکر ہر حال میں مفید ہے خواہ کاہلی وسستی کے ساتھ ہو

کاہلی وسستی بڑا مرض ہے اس کا علاج توجہ سے ذکر اور مراقبہ کرنا ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

سستی بڑا مرض ہے، جس وقت طبیعت سست ہوا کرے اپنے ضعف ہی کے ساتھ قبر کا دھیان، قیامت کے حساب وکتاب کا دھیان، دوزخ وجنت کا اکثر فکر، اور حق تعالیٰ کے انعامات اور فضل کا دھیان کرتے ہوئے ذکر خفی (یعنی بغیر آواز کے خاموشی سے ذکر) شروع کر دیا کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ دنوں میں سستی رفع ہو جائے گی۔

معلوم نہیں اوراد کی مداومت (وپابندی) میں تمہارا کیا حال ہے؟ ذکر کو غفلت اور بے دھیانی سے کرنے سے بھی سستی بڑھتی ہے، اللہ کے نام پاک کو غفلت، بے حرمتی سے لینا بعض بزرگوں نے حرام لکھا ہے، اور بعض نے بدعت کہا ہے۔

بندہ محمد الیاس عفی عنہ

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳۹)

فائدہ: غفلت وسستی اور بے حرمتی وبے ادبی کے مختلف درجات ہوتے ہیں، قصداً بے حرمتی کے ساتھ اللہ کا نام لینے کو ہمارے فقہاء نے حرام اور کفر تک لکھا

ہے، مثلاً ایک شخص بدکاری کرتے وقت یا شراب پیتے وقت اللہ کا نام لے تو یہ اللہ کے نام کی بے حرمتی اور کفر ہے، اسی طرح غفلت و سستی اور بے دھیانی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں ایک غفلت وہ ہے جو منافقین میں پائی جاتی ہے جس کو غفلت اعتقادی کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: وَاِذَا قَامُوٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی یُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (سورۂ نساء پ۵) کہ منافقین کی غفلت اور سستی کا حال یہ ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو لوگوں کو دکھانے کے لئے نہایت کاہلی اور سستی کے ساتھ اور اللہ کا ذکر بہت تھوڑا کرتے ہیں۔

منافقین کی یہ غفلت اور کسل طبعی نہیں بلکہ اعتقادی تھی کہ اپنے عقیدہ اور خیال میں وہ نماز اور ذکر کو بے حقیقت اور غیر ضروری سمجھتے تھے محض لوگوں کو دکھلانے کے لئے گویا جبراً کرتے تھے، ایسی نماز اور ذکر کی بلاشبہ سخت مذمت آئی ہے، اور یہی وہ غفلت اور سستی ہے جو آدمی کو کفر تک پہنچا دیتی ہے، بلکہ کفر سے ناشی اور کفر کا مظہر ہوتی ہے۔

اس کے بالمقابل وہ غفلت اور سستی جو غیر اختیاری اور طبعی ہو، یعنی طبیعت ذکر پر آمادہ نہیں لیکن اس کے باوجود ذکر کی ضرورت اور شرعی حکم سمجھ کر کیا جائے، ایسا ذاکر نہایت قابل تعریف اور قابل مبارکباد ہے، بلکہ حدیث کے بموجب چونکہ اس ذکر میں مشقت زیادہ ہے کیونکہ نفس پر جبر کر کے ذکر کرنا پڑتا ہے، اس لئے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا، جیسے حدیث شریف میں قرآن شریف کی تلاوت کرنے پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، اور جو شخص اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہے اس کے لئے دہرے اجر و ثواب کی خبر دی گئی ہے، کیونکہ اس میں اس کو مشقت اور مجاہدہ بھی کرنا پڑ رہا ہے، اسی طرح ذکر کو بھی سمجھنا چاہئے کہ طبعی غفلت اور سستی کے باوجود توجہ کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کرنا خواہ جی چاہے یا نہ چاہے، جی لگے یا نہ لگے اس میں ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

اسی لئے ہمارے تمام اکابر ومشائخ کی ہدایت ہے کہ ذکر ہر حال میں مفید ہے گو غفلت اور سستی ہی کے ساتھ ہو، اس سے مراد وہ غفلت اور سستی نہیں ہے جو منافقین کے اندر پائی جاتی تھی بلکہ اس سے مراد وہ غفلت اور سستی ہے جو غیر اختیاری اور طبعی ہوتی ہے، بعض علماء اور مشائخ فرماتے ہیں کہ اس نعمت کو بھی معمولی مت سمجھو کہ تمہارے جسم کا ایک عضو یعنی زبان تو اللہ کے ذکر میں مشغول ہے، محض زبان سے ذکر کی توفیق ہو جانا بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے حوالہ سے اپنی کتاب میں نقل فرماتے ہیں:

اللہ کا نام خواہ کتنی ہی بے توجہی سے لیا جائے اثر کئے بغیر نہیں رہتا، ہم لوگوں میں اخلاص نہیں رہا، اللہ اللہ کرنے کے سلسلہ کو بڑھاؤ۔

(سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ مولفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ باب ۱۱ص ۲۶۰)

مولانا تقی الدین صاحب ندوی نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کا ملفوظ نقل فرمایا ہے:

حضرت گنگوہی نے ارشاد فرمایا اللہ کا پاک نام کتنی ہی غفلت سے لیا جائے اثر کئے بغیر نہیں رہتا، یہی میری رائے بھی ہے۔ (صحبتے با اولیاء ص ۱۱۲ مجلس ۱۷)

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اپنے قصد وارادہ سے حضور قلبی اور یکسوئی سے ذکر کرنے کی پوری کوشش کرنا چاہئے کیونکہ ادنیٰ غفلت جس کو اپنے اختیار سے دور کیا جاسکتا ہے بسا اوقات یہ ادنیٰ غفلت بڑی غفلت اور کوتاہی کا ذریعہ بن جاتی ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اسی خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں۔

واللہ اعلم

اللہ کا نام لینے کی توفیق ہونا ہی اللہ کی بڑی نعمت ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے ایک مسترشد کو ان کے خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خدا تعالیٰ شانہ کا نام لینے (ذکر کرنے) کی توفیق ہونا ہی بڑی نعمت ہے، اس پاک ذات تعالیٰ شانہ تقدس سلطانہ کے ذکر اور یاد میں ایک دفعہ بھی دل کو چین اور لذت معلوم ہو جائے، دل وجان اور زمین وآسمان بلکہ دونوں جہاں قربان کر دینے کے قابل ہیں۔

وہ انسان نہایت محروم اور بہت بے نصیب ہے جو خدائے تعالیٰ شانہ جل مجدہ کے نام پاک سے عبدیت اور الفت کے سوا کسی اور چیز کی تمنا اور ارادہ رکھتا ہو۔

میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک کے نام سے جی کا لگ جانا خود مقصود ہے یہ کسی اور چیز کا ذریعہ بننے کے قابل نہیں، حق تعالیٰ شانہ اس کی برکت سے جنت کی دولت اور دوزخ سے سلامتی اور حفاظت فرمائیں۔

فقط والسلام

بندہ محمد الیاس

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳۷)

چوتھا نمبر

اکرام مسلم

چوتھا نمبر اکرام مسلم

اکرام مسلم کا خلاصہ حقوق کی ادائیگی

چوتھا نمبر: اکرام مسلم (یعنی مسلمان کا اکرام واحترام)

فرمایا: اس کا خلاصہ ادائیگی حقوق ہے، ہر شخص کے ذمہ کچھ حقوق ہیں، ایک عمومی ہر شخص کے ذمہ ہر مسلم کا نفسِ اسلام کی وجہ سے حق ہے، دوم خصوصی، خصوصیت کے اعتبار سے، مثلاً چھوٹا ہونا، اس کے حقوق خصوصی مثلاً شفقت، بڑا ہونا اس کا اس کی توقیر ہے اور قرابت کے حقوق ہیں، ہر ذی حق کے حق کو ادا کرنا، ان حقوق کی ادائیگی کو اشاعت دین کا وسیلہ بنایا جائے مقصود نہ بنایا جائے، اپنے حقوق کے بارے میں مصالح سے کام لینا اور ان کی وصولی کے درپے نہ ہونا، آخرت کے لئے جمع کرتے رہنا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا الیاس صاحب ؒ ص:۱۱۰)

فائدہ :حقوق کی ادائیگی اشاعت دین کا وسیلہ بھی ہے اور خود بھی ان حقوق کی ادائیگی مقصود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مستقلاً حکم دیا ہے، ان حقوق کو ادا نہ کرنے سے قیامت میں مواخذہ ہوگا۔ (مرتب)

اللہ کے راستہ میں نکل کر اپنے اخلاق کو درست کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے

فرمایا: اس پھرنے میں خُلق کی (یعنی اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرنے کی) مشق کرنے کی نیت رکھنا، اپنے فرائض (اور ذمہ داریوں کو خواہ خالق کے ساتھ

متعلق ہوں یا مخلوق کے ساتھ سب) کی ادائیگی کی سرگرمی (اور اس کی فکر رکھنا ضروری ہے)، کیونکہ ہر شخص سے اپنے متعلق سوال ہوگا۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۸۸)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے اس مختصر سے فرمان میں اس بات کو واضح فرمادیا کہ اللہ کے راستہ میں نکل کر اپنے اخلاق کو درست کرنا، اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو محسوس کرنا، دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی فکر اور کوشش کرنا ضروری اور اہم مقاصد میں سے ہے، اس راستہ میں نکلنے اور وقت لگانے کے بعد اگر یہ بات نہیں پیدا ہوئی تو یہ نکلنا گویا بے سود اور لاحاصل رہا، چھ نمبروں میں سے ایک اہم نمبر ہے، اپنے اخلاق کی درستگی اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی بھی اکرام مسلم کے تحت آتی ہے۔ واللہ اعلم

حقوق ادا کرو جنت ملے گی مخلوق پر رحم کرو

فرمایا: جنت حقوق کا بدلہ ہے یعنی اپنے حقوق، اپنا چین اور اپنا آرام اللہ کے لئے مٹایا جائے اور اپنے پر تکلیف برداشت کرکے دوسروں کے حقوق ادا کئے جائیں (جن میں حقوق اللہ بھی شامل ہیں) تو اسی کا بدلہ جنت ہے، (اسی سلسلہ میں فرمایا) حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُم مَنْ فِی السَّمَاءِ

تم زمین والوں پر رحم کھاؤ، رب السماء (یعنی اللہ تعالیٰ) تم پر رحمت فرمائے گا۔

حدیث میں دو عورتوں کے دو واقعے بیان کئے گئے ہیں جو عام طور سے معلوم ومشہور ہیں، ایک یہ کہ کسی بدکار اور فاحشہ عورت نے کتے کی خبر گیری کی اور اس کی پیاس

پر ترس کھا کر کنویں سے پانی نکال کے اس کو پلایا تو اللہ نے اس کے اس فعل کے عوض اس کے لئے جنت کا فیصلہ فرما دیا، اور ایک دوسری عورت نے جو بدکار نہیں تھی ایک بلی کو بھوکا رکھ کر تڑپا تڑپا کر مار ڈالا تو وہ جہنم میں ڈال دی گئی۔ (مسلم شریف)

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۴ ملفوظ: ۱۵)

حقوق العباد کی اہمیت

ہر ایک کے حقوق معلوم کرنا اور ان کو ادا کرنا فرض ہے

فرمایا: حقوق اللہ، حقوق العباد دونوں اللہ کے حکم ہیں، بیوی بچوں کے حقوق، والدین کے حقوق پڑوسی کے حقوق اور تمام مسلمانوں کے حقوق، انسانوں کے حقوق، پرندے، درندے اور ساری مخلوق کے حقوق، جمادات و نباتات تک کے حقوق ہیں، ترتیب وار (سب کے حقوق ادا کرنا) ضروری ہیں۔

اللہ اپنے حقوق کی کمی تو معاف فرما دیں گے، لیکن حقوق العباد کو معاف نہیں کریں گے، اس واسطے حقوق العباد کے اندر بہت احتیاط اور ہوشیاری سے چلنا ہے، چلنا تو سب ہی پر ضروری ہے۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۶۷)

فائدہ: حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو تو معاف کر دے گا لیکن بندوں کے حقوق اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا، چنانچہ قیامت کے دن بہت سے نیک اور دین دار بندے جو ہزاروں، لاکھوں نیکیوں کو لے کر آئیں گے لیکن حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہوگی، نتیجہ یہ ہوگا حق والے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے اور اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں حق والوں کو دے گا، حتیٰ کہ

اس کی ساری نیکیاں ختم ہوجائیں گی اور ابھی حقوق کا مطالبہ کرنے والے باقی ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی نیکیاں تو اب ختم ہوگئیں، جن کے مطالبے باقی ہیں ان کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر پر ڈال دیا جائے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو گھسیٹ کر اوندھے منھ دوزخ میں پھینک دو، یہ حدیث پاک کا مضمون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کا سب سے بڑا مفلس اور قلاش یہی شخص ہے جو لاکھوں، کروڑوں نیکیوں کو لے کر آئے اور حقوق العباد میں کوتاہی کی وجہ سے اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تمام تبلیغی احباب کو اسی بات سے ڈرانا اور بچانا چاہتے ہیں اور تبلیغی چھ نمبروں میں سے چوتھے نمبر اکرام مسلم سے یہی سبق سکھلانا چاہتے ہیں کہ خبردار! حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو ورنہ ساری محنت بے کار چلی جائے گی اس چوتھے نمبر کا مطلب ہی یہی ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد کی بھی ادائیگی کی فکر کرو۔

حقوق العباد کی تفصیل علماء کرام سے معلوم کی جائے، مختصر یہ کہ ماں باپ، بیوی، بھائی بہن وغیرہ کے شریعت نے جو حقوق مقرر کئے ہیں ان کو معلوم کر کے ان کے ادا کرنے کی فکر کرے، اس میں کوتاہی ہوگی تو یہ ایسی کوتاہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا، بہت سے اللہ کے بندے بیوی بچوں کی خبر نہ رکھ کر ان کے حقوق کو ضائع کر کے، ان کے نان ونفقہ کی فکر نہ کر کے خانقاہوں میں پڑے ہیں یا اللہ کے راستہ میں وقت لگا رہے ہیں، بوڑھے ماں باپ یا بیوی پریشان ہیں، بیوی کی ولادت کا زمانہ قریب ہے، کوئی خبر رکھنے والا نہیں، یہ حضرت اللہ پر بھروسہ کر کے چلہ پورا کر رہے ہیں، یاد رکھنا چاہئے یہ سب حقوق العباد ضائع کرنے اور ظلم کی فہرست میں آئے گا، اس کا

مسئلہ علماء کرام سے پوچھنا چاہئے۔

بہت سے حضرات جو دینی مزاج اور دینی ذہن رکھتے ہیں، حج وعمرہ کا بھی خوب اہتمام ہے، لیکن ماں باپ کے انتقال کے بعد بہنوں کا حصہ میراث میں نہیں دیتے، یہ بھی بڑا ظلم ہے، قیامت میں ان کی نیکیاں چھین لی جائیں گی۔

بہت سے لوگ معمولی بات کی بنا پر یا دوسروں سے سنی سنائی بات پر دوسروں سے حتی کہ علماء کرام سے بدگمان ہوجاتے ہیں، پھر غیبت، چغلی، بہتان، کا سلسلہ چلتا ہے، یہ سب بھی حقوق العباد کے دائرہ میں آتا ہے، ان گناہوں کو بھی اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے گا اور سخت گرفت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق صرف بندوں اور انسانوں ہی کے حقوق نہیں، بلکہ جانوروں اور پودوں، زمینوں تک کے حقوق ہیں جن کی ادائیگی کے ہم مکلّف بنائے گئے ہیں، حدیث پاک میں قصہ آیا ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت کو برزخ میں اس بنا پر عذاب ہو رہا تھا کہ اس نے بلی کو پال رکھا تھا اور اس کو کھانے پینے کو نہ دیتی تھی حتی کہ وہ مرگئی۔

(مسلم شریف)

اس لئے جانوروں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہے، ان کو بھوکا رکھنا اور طاقت سے زیادہ ان سے کام لینا شریعت میں ممنوع ہے، کھیتی اور پودوں کا حق بھی شریعت نے بیان کیا ہے کہ اس کو سوکھنے اور ضائع ہونے بچاؤ اس کی سینچائی کرو، جمادات (یعنی زمین اور پہاڑ) کا حق یہ ہے کہ اس کی پشت پر سوار ہو کر اللہ کی نافرمانی اور کوئی معصیت نہ کرو بلکہ اس پر نیک کام کرو، اس پر پیشاب پاخانہ نہ کرو جس سے دوسرے کو تکلیف ہو۔

اخلاق کی اہمیت زیادہ ہے یا ارکان اسلام اور احکام شریعت کی؟

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات میں ہے:

(**شبہ:**) شبہ یہ ہے کہ اخلاق بڑا ہے یا ارکان؟

(**جواب یہ ھے کہ:**) جڑ کے اعتبار سے ارکان بڑے ہیں، اور نتیجہ کے اعتبار سے اخلاق بڑا ہے۔ (اخلاق سے مراد جملہ حقوق کی ادائیگی خواہ اللہ کے حقوق ہوں مثلاً عبادات، خواہ بندوں کے حقوق ہوں)

حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے (اگر اللہ چاہے گا لیکن) حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا، اس معنیٰ کر اخلاق بڑی چیز ہے۔

اخلاق وہ (معتبر) ہیں جو ارکان کی رہبری سے ہوں (یعنی شریعت کے تابع ہوں)، تو وہ اخلاق مقبول ہیں ورنہ مردود ہیں، بلا واسطہ ارکان (یعنی شریعت سے ہٹ کر) اخلاق اللہ کو پسند نہیں، ارکان (اور شرعی تعلیمات) واسطہ ہیں کلمہ اور باقی تمام دین میں یعنی معاملات، معاشرت، اخلاق۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۴)

فائدہ: حسن اخلاق میں بنیادی چیز، حقوق کی ادائیگی ہے، مثلاً معاشرتی زندگی میں ماں، بیوی، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کے حقوق کو پہچاننا اور ان کو ادا کرنا یہ اخلاق حسنہ ہیں، اسی طرح پڑوسیوں، مسجد و مدرسہ کے ائمہ و منتظمین، علماء و مشائخ، شریعت نے ان کے حقوق بھی بیان کیے ہیں، ان سب کے حقوق کو پہچاننا اور ادا کرنا یہ اخلاق حسنہ ہیں، اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا بد اخلاقی ہے، اور حقوق العباد میں کوتاہی ایسا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا، بہت سے لوگ ماں باپ، یا بیوی اور بہن وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور بظاہر دین سے جڑے

ہوئے دین کی بڑی خدمت کر رہے ہیں وقت لگا رہے ہیں لیکن حقوق کی ادائیگی کی طرف سے لاپرواہ ہیں، یہ بڑا گناہ ہے جو جہالت کے نتیجہ میں ہوتا رہتا ہے، اور اس کی طرف آدمی کو توجہ بھی نہیں ہوتی۔

پھر حقوق کی بھی دو قسمیں ہیں، حقوق واجبہ اور حقوق نافلہ، حقوق واجبہ کی ادائیگی تو بہت ضروری ہے، اس کے ادا نہ کرنے سے آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے، حقوق نافلہ کی ادائیگی سے آدمی کو بلند مقام حاصل ہوتا ہے، حقوق واجبہ و نافلہ کی تفصیل علماء و مشائخ کے ذریعہ معلوم ہوسکتی ہے، مختصر یہ کہ بیوی کو نان ونفقہ دینا یہ حقوق واجبہ میں سے ہے، اور اس کی مرضی وخواہش کے مطابق اس کی من پسند چیزوں کا انتظام کرنا، خواہ کھانے پینے میں، خواہ لباس وغیرہ میں حدود جواز میں رہتے ہوئے اس کی رعایت کرنا یہ حقوق نافلہ اور اعلیٰ درجہ ہے، اسی طرح مثلاً علماء وائمہ اور مشائخ کے حقوق کہ ان کے دینی کاموں میں حسب استطاعت ان کی نصرت واعانت اور حمایت کرنا یہ حقوق واجبہ میں سے ہے، اور ان کی مزید تکریم وتعظیم کرنا، ان کی خدمت میں حاضری دینا، یہ حقوق نافلہ میں سے ہے اور اخلاق کا بلند مقام ہے۔

دین نام ہے عظمت اور وقار وادب کا

فرمایا: دین سراسر عظمت ووقار کا نام ہے، ادب کا نام ہے، نفس کی لائن سے اللہ کی لائن عظیم ہوجائے یہ چیزیں روح دین ہیں، جب مسلمان کی طرف نگاہ کیا کرو تو اس کی طرف وقار کے ساتھ نظر کیا کرو کہ یہ خدا پر ایمان لایا ہوا ہے، میرا خدا اس کو پیار کرتا ہے، پھر میں کیوں اس کو غیر نظر سے دیکھوں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۴۱)

فائدہ: ہمارے چھ نمبروں میں اکرام مسلم چوتھا نمبر ہے، اس کی بڑی اہمیت ہے اور دین سے اس کا بڑا تعلق ہے، حضرتؒ فرمارہے ہیں کہ دین نام ہی ہے سراسر عظمت اور وقار کا، جو جس شان کا ہے اس کی شان کے مطابق اس کی عظمت اور وقار کو ملحوظ رکھنا، اس کے حقوق کو پہچاننا اور ادا کرنا، مثلاً سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق پہچاننا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کی عظمت بجالانا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں سے حق محبت، حق عظمت، حق اطاعت کو پہچاننا اور ان کو ادا کرنا، اس کے بعد علماء کرام جو نبی کے وارث اور جانشین ہیں ان کے حقوق پہچاننا اور ان کی شان کے مطابق ان کے وقار اور عظمت کو ملحوظ رکھنا، اسی طرح ماں باپ، بھائی بہن، اور دوسرے اپنے سے بڑوں اور چھوٹوں کے حقوق کو پہچاننا اور ہر ایک کے ساتھ اس کی شان کے مطابق وقار اور عظمت یا شفقت کا برتاؤ کرنا، یہ ہے دین کی حقیقت، اس کے بغیر کامل دین حاصل نہیں ہوسکتا۔

حُبِّ مسلم کی اہمیت

فرمایا: اللہ جلّ جلالہ کی محبت کے بعد سب اعمال سے اور سب نعمتوں سے افضل حبِّ مسلم ہے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۰)

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت اور فطرت میں محبت کا مادہ رکھا ہے، اس محبت کا سب سے زیادہ مستحق اللہ تعالیٰ ہے، جس نے اس کو پیدا کیا ہے، وَالَّذِیْنَ آمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰه. (بقرہ پ ۲) اہل ایمان سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت رکھتے ہیں۔

ایمان والوں کی حالت بتلائی گئی ہے کہ سب سے زیادہ ان کو اللہ سے محبت ہوتی ہے، اس کے بعد حب مسلم کا درجہ ہے، لیکن حب مسلم کے مختلف درجات ہیں، سب سے پہلا درجہ حُبِّ نبی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ہے، جس کے بغیر ایمان کا

مل نہیں ہوسکتا، اس کے بعد حُبِّ مسلم میں وہ لوگ آئیں گے جو نبی کے قائم مقام ہوں، جن میں اولین مقام خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کا ہے، اس کے بعد علماء کرام اور مشائخ عظام کا ہے کہ وہ سب بھی نبی کے وارث اور جانشین ہیں، ان سب کی محبت ووقعت دل میں ہونا چاہئے، اس کے بعد تمام مؤمنین و مسلمین کا درجہ ہے کہ ان کی محبت وہمدردی دل میں ہونا چاہئے، اہل ایمان کا یہی وصف قرآن میں بیان کیا گیا ہے، اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ، حدیث پاک میں حب مسلم اور اس کی بنا پر ملاقات وزیارت کی بڑی فضیلت آئی ہے، قیامت کے دن جب کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا ایسے لوگوں کو اس وقت عرش الٰہی کے سایہ کے نیچے جگہ دی جائے گی اور ان کا اکرام کیا جائے گا، جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت کرتے اور ملاقات کرتے تھے، جن علماء ومشائخ اور اولیاء کرام سے محبت ہوگی قیامت میں اللہ تعالیٰ انہیں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے، اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. (مشکوٰۃ) کہ آدمی کا حشر قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت رکھتا تھا۔

ہر انسان میں کچھ خوبیاں ہوتی ہیں

خوبیوں پر نظر کرو عیبوں پر پردہ ڈالو فتنے دب جائیں گے

فرمایا: بندۂ ناچیز کی نظر میں کوئی شخص، کوئی مسلم ہرگز ایسا نہیں کہ کچھ خوبیوں اور کچھ خرابیوں سے خالی ہو، ہر شخص میں یقیناً کچھ خوبیاں اور کچھ خرابیاں ہوتی ہیں، اگر خرابیوں کے ساتھ نظر اندازی اور ستر (یعنی عیبوں کے چھپانے) اور خوبیوں کی پسندیدگی اور ان کے اکرام کا ہم مسلمانوں میں رواج ہو جائے تو بہت سے فتنے اور بہت سی خرابیاں اپنے آپ دنیا سے اٹھ جائیں، اور ہزاروں خوبیوں کی اپنے آپ بنیاد پڑ جائے،

مگر دستور اس کے خلاف ہے۔

اس تبلیغ میں ایک نمبر جو چوتھے نمبر (یعنی اکرام مسلم) سے نامزد ہے وہ درحقیقت صرف یہی ایک نمبر ہے۔ اور حق تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو وہ شخص ساری مخلوق کے ساتھ برتاؤ کر رہا ہے۔

(مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۲۹۰، مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۷ مکتوب ۵)

فائدہ: آج جن مساجد و مراکز اور جن اداروں میں باہمی اختلافات ہیں اکرام مسلم کے تحت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس نصیحت کے مطابق اگر عمل کیا جائے تو بے شک بہت سے فتنے اور بہت سی خرابیاں خود ختم سکتی ہیں، یا ان میں کچھ کمی آسکتی ہے، دوسروں کے عیبوں کو، اُچھالنا نہیں بلکہ چھپانا، اور خوبیوں کا تذکرہ کرنا، تعریف کرنا، اچھائیوں کو بیان کرنا یہ اکرام مسلم کا تقاضہ ہے اور یہ نصیحت ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی، جس سے باہمی اختلافات ختم ہوسکتے ہیں، بے شک یہ بڑا مجاہدہ ہے، لیکن اس کا فائدہ اور ثواب بھی بہت ہے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ معمولی اختلاف کی بنا پر اور ہمارے کام میں شریک نہ ہونے یا ہم مشرب اور ہم مزاج نہ ہونے کی وجہ سے اس کی دینی خدمتوں اور اس کے سارے کمالات اور خوبیوں کو نظر انداز کر دیا جائے، اور بجائے خوبیوں کے اس کے عیبوں کا تذکرہ کیا جائے، اس میں اپنا اور دین کا اور سب کا نقصان ہے، اس سے اختلاف اور فتنہ بڑھے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

ہر مرد مسلم قابل قدر اور ولی ہے

فرمایا: ہر مسلمان ولی ہے اس کی صفتِ اسلام کی قدر کرو، تم کو اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۲)

فائدہ: "ولایت" خاص نوع کے تعلق اور دوستی کو کہتے ہیں، جس کے مختلف درجات ہوتے ہیں، ولایت کا اعلیٰ مقام بھی ہوتا ہے اور ادنیٰ بھی، کوئی مرد مسلم ایسا نہیں (گو وہ فاسق فاجر، شرابی بے نمازی ہی کیوں نہ ہو) جس کو اپنے خالق و مالک، اللہ رب العالمین سے کسی نہ کسی درجہ میں تعلق نہ ہو، ہر مرد مؤمن کو ضرور اپنے اللہ سے تعلق ہوتا ہے گو ضعیف ہو، اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ آمنُوا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے)۔

جب اللہ ہر ایمان والے کا ولی ہے تو ہر مؤمن بھی اللہ کا ولی ہے، یہ مطلب ہے حضرت مولاناؒ کے اس فرمان کا کہ ہر مسلمان اللہ کا ولی ہے گو کسی درجہ کی اس کی ولایت ہو، اس کا نتیجہ یہ ضرور سمجھنا چاہئے کہ جب ہر مسلمان کسی نہ کسی درجہ میں ولی ہے تو کسی مسلمان کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے، کسی پہلو سے اس کی ناقدری نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ہر مرد مسلم کا گو وہ بے نمازی ہی کیوں نہ ہو اکرام و احترام کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ محبت وعظمت کے سے پیش آنا چاہئے اس کے عیبوں کے بجائے اس کی خوبیوں اور کمالات پر نظر جانی چاہئے، یہ اس کے صفت اسلام کی قدر ہے، کیونکہ ادنیٰ اسلام بھی نجات کے لئے کافی ہوسکتا ہے اگرچہ سزا بھگتنے کے بعد ہی ہو، کسی کو کیا معلوم کہ یہ ادنیٰ مسلمان جسے ہم ادنیٰ سمجھ رہے ہیں اس کی کوئی خوبی ایسی اللہ کو پسند آ گئی ہو جو اس کی بخشش و مغفرت اور جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادنیٰ اسلام بھی بخشش کا ذریعہ بن سکتا ہے، لہٰذا کسی کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں کہ کیا تمہارا یہ اسلام تمہاری نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے؟ جی ہاں! بے شک بن سکتا ہے اگر اللہ کا فضل شامل ہو، ورنہ سزا بھگتنے کے بعد تو بن ہی جائے گا ان شاء اللہ، اِنَ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَن یُشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُونَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَشَاءُ (سورہ نساء پ۵) کا یہی مطلب ہے۔

بجائے برائی کرنے کے تعریف کرنے کی عادت ڈالو

ہزاروں عبادتوں سے افضل عمل

فرمایا: مسلمانوں کی عادت ہو جائے کہ پیٹھ پیچھے مسلمانوں کی تعریف کریں، بس یہ ہزاروں عبادتوں سے اللہ کے نزدیک بہتر ہے، اور وہ شخص اللہ کا محبوب ہے، فرشتے اس کے لئے دعاء کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد انسان کی محبت جو اللہ واسطے ہو سب سے بڑا عمل ہے، نماز، روزہ، حج، زکوۃ سے بھی بڑا، لڑنا آسان ہے اور کام کرنا مشکل ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۹۹و۱۰۰و۱۰۲)

فائدہ: پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا یہی تو غیبت کہلاتا ہے جو زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، کیونکہ اس سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے، اور جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کو اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے پھر یہ غیبت اختلاف وفساد کا ذریعہ بنتی ہے، خواہ کسی فرد کی غیبت کی جائے یا کسی جماعت کی، اس میں نقصان ہی نقصان ہے، مثلاً عمومی انداز میں کسی دینی طبقہ کی مذمت اور برائی کی جائے، علماء اور اہل مدارس کی بابت سخت اور نامناسب بات کہی جائے تو یہ بڑے مفسدہ کا یعنی علماء سے بدگمانی اور نفرت کا ذریعہ، نیز علم وعلماء سے محرومی کا ذریعہ ہوگا، اس لئے حضرتؒ نے اپنے تمام لوگوں کو نصیحت کی ہے کہ تعریف کرنے کی عادت ڈالو، ان کے فضائل وکمالات اور ان کے دینی کارناموں پر نظر رکھو، ان کی تعریف کرو، یہ ہزار عبادتوں ریاضتوں سے بڑھ کر ہے، ایک حدیث پاک میں اس کو بھی صدقہ کہا گیا ہے کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے یا ہم خندہ

پیشانی اور خوش مزاجی سے اپنے بھائی سے ملاقات کریں جس سے اس کا جی خوش ہو جائے (مسلم شریف)، اگر ہم علماء واہل مدارس واہل خانقاہ کی خدمت نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کی مذمت تو نہ کریں، بلکہ اللہ واسطے سب سے محبت کریں، یہ اتنا مہتم بالشان عمل ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق حج وعمرہ سے بھی بڑھ کر ہے، قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دی جائے گی ایسے لوگوں کو جو اللہ واسطے دوسروں سے محبت کرتے ہیں، فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور خود وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔

عمدہ گفتگو اور حسن اخلاق کی اہمیت

فرمایا: کسی سے اچھی طرح بولنا صدقہ ہے۔
اخلاق دین کی جڑ ہے، حتیٰ کہ نماز وہ بھی اخلاق کی درستگی کے لئے ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۷ و ۴۸)

فائدہ: یہ حدیث پاک کا مضمون ہے، مسلم شریف کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر مرد مسلم کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ صدقہ کرنا چاہئے، یعنی ہر شخص روزانہ ۳۶۰ صدقہ کرنا چاہئے، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہر ایک کے پاس اتنا پیسہ کہاں، ہر ایک کہاں اتنا صدقہ کر سکتا ہے، اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ **سبحان اللہ** کہنا صدقہ ہے، **الحمدللہ** کہنا، **اللہ اکبر** کہنا، **لاالہ الااللہ** کہنا صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، اسی طرح کسی سے اچھی طرح بات کرنا صدقہ ہے، کسی کا جی خوش کرنا صدقہ ہے، اور اگر کچھ نہ کر سکے تو کم از کم اس کا اہتمام کرے کہ ہماری ذات سے شر نہ

ہو، کسی کو تکلیف نہ ہو یہ بھی صدقہ ہے۔ (مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ)

شریعت میں طیب کلام، یعنی عمدہ گفتگو کرنے کی بڑی اہمیت ہے، ایک حدیث پاک میں آیا ہے تین چیزیں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ان میں ایک طیب کلام یعنی عمدہ گفتگو کرنا بھی ہے، عمدہ گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی کسی سے گفتگو کا موقع ہو پوری توجہ اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس کی بات سنے اور خوش مزاجی سے تسلی بخش اس کا جواب دے، اور یہ برتاؤ ہر ایک کے ساتھ ہونا چاہئے ہم مسلک، ہم مشرب ہم مذہب اور ہم مزاج ہو یا نہ ہو، البتہ اس کا لحاظ کرے کہ کوئی گناہ نہ ہونے پائے، مثلاً کسی ایسی عورت سے سابقہ پڑ جائے جس سے پردہ واجب ہے تو وہاں خندہ پیشانی، خوش مزاجی سے بے تکلف ہو کر گفتگو کرنا ممنوع ہے، ایسے موقع پر بقدر ضرورت مختصر گفتگو پر اکتفاء کرنا چاہئے، اسی طرح بے موقع اور بے وقت گفتگو نہ ہو، مثلاً کسی کے آرام کا وقت ہے، یا ذکر و عبادت اور مطالعہ یا دوسری ضروری مشغولی یا نماز کا وقت ہے ایسے وقت میں گفتگو نہ کرنا یا جواب نہ دینا یہ بداخلاقی نہیں بلکہ ایسے وقت میں خود گفتگو کرنا وقت کو خراب کرنا، تکلیف پہنچانا یہ خود بڑی بداخلاقی ہے، ان سب حدود و قیود کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

شریعت میں حسن اخلاق کی بڑی اہمیت ہے، اور حسن اخلاق کا معیار یہی ہے کہ ہماری ذات سے، ہمارے کسی قول و عمل سے کسی کو تکلیف نہ ہو، ہماری زبان اور ہمارے اعضاء کے شر سے سب محفوظ رہیں، کمال اسلام اور کمال ایمان کا معیار ہی اس کو قرار دیا گیا ہے، اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ، یعنی کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حتی کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کا مقصد یہ بھی ہے کہ آدمی کے اخلاق درست

ہو جائیں، نماز پڑھنے سے تواضع اور عبدیت کی شان پیدا ہوگی، روزہ سے قوت بہیمیہ اور شہوانیہ میں اعتدال رہے گا، زکوٰۃ سے بخل کا علاج ہوگا اور سخاوت کا جذبہ پیدا ہوگا، یہ سارے اوصاف مطلوب ہیں، لیکن اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ یہ اعمال خود بھی اپنی اسی شکل وہیئت کے ساتھ مطلوب اور ضروری ہیں جس کو شریعت نے بیان کیا ہے، خواہ ان اعمال پر یہ اثرات مرتب ہوں یا نہ ہوں، اسی طرح اگر کسی شخص میں یہ اوصاف بالفرض پہلے سے موجود ہوں یا اب پیدا ہو چکے ہوں، مثلاً سخاوت تواضع وغیرہ تب بھی ان اعمال کا کرنا فرض ہے، کیونکہ یہ اوصاف بمنزلہ مصالح وحکمت کے ہیں، علت کے درجہ میں نہیں، عمل کا مدار اور اس کی بنیاد وعلت حکمِ خداوندی ہے، اس لئے ان اعمال مشروعہ کا کرنا بہر حال فرض ہے، خواہ اخلاق درست ہوں یا نہ ہوں۔

اکرام مسلم میں فرق مراتب کا لحاظ نہ رکھنا زندیقیت ہے

فرمایا: فرق مراتب میں نظر نہ رکھنا زندیقیت ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۹)

فائدہ: فرق مراتب کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے درجے اور رتبے نیز ان کی صلاحیت واستعداد اور ضرورت کے مطابق برتاؤ اور گفتگو کرنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **نزلوا الناس منازلهم** (ابوداؤد شریف) کہ لوگوں سے ان کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان مسلم شریف کے مقدمہ میں درج ہے **کلموا الناس علیٰ قدر عقولهم** الخ، کہ لوگوں سے ان کے عقل وفہم کے مطابق گفتگو کرو، کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کے کلام کی تکذیب کی جائے؟ شریعت کا حکم یہی ہے کہ آدمی کی شخصیت اور اس کے درجہ ومرتبہ کو

دیکھو، دنیاوی اعتبار سے بھی دینی اعتبار سے بھی، جن لوگوں کو اللہ نے دینی یا دنیاوی بزرگی اور عزت دی ہے تو شریعت بھی کہتی ہے کہ ان کی بزرگی اور ان کے مرتبہ کے موافق ان سے برتاؤ کرو، اسی حیثیت سے ان کی تعظیم وتکریم کرو، شریعت کا حکم اس سلسلہ میں یہاں تک ہے کہ اگر کافر یعنی غیر مسلم سے بھی تمہارا سابقہ پڑے اور وہ غیر مسلم دنیاوی لحاظ سے باعزت ہے، مثلاً عہدیدار صاحب حکومت ہے، تو شریعت کا حکم اور اسلامی اخلاق کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی شان کے مطابق ان کا اکرام کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا فرمان ہے: اذا جاء کریم قوم فاکرموہ (ابوداؤد) یعنی کسی قوم کا کوئی معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام کرو، شریعت میں اس کو مدارات کہتے ہیں۔

اسی طرح وہ لوگ جو دینی بزرگی رکھتے ہیں مثلاً علماء ومشائخ، ائمہ مساجد، دینی مدارس کے نظماء ومہتممین اور اساتذہ، دارالقضاء ودارالافتاء میں کام کرنے والے حضرات، اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی بزرگی دی ہے، ان کے ساتھ بھی تکریم وتعظیم اور خصوصیت کا برتاؤ کرنا چاہئے، مثلاً دعوت وغیرہ میں کسی جگہ بیٹھنے بٹھلانے میں ان کی شان کے مطابق برتاؤ کرنا چاہئے اور دوسروں کے مقابلہ میں ان کو ترجیح وفوقیت دینا چاہئے، یہی مطلب ہے فرق مراتب میں نظر کرنے کا، اس کے خلاف کیا جائے گا تو مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ یہ زندیقیت کا راستہ ہے، جس کی سرحد کفر سے ملتی ہے۔

محض نماز روزہ کافی نہیں اپنے اخلاق کو درست کیجئے!

فرمایا: محبت آپس میں رکھنا نماز سے زیادہ درجہ رکھتی ہے، اسی طرح ایک روز فرمایا کہ اخلاق نماز سے بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۵)

فائدہ: حضرت اقدسؒ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ چند حدیثوں کا خلاصہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی حسن اخلاق کے ذریعہ اس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے جو دن بھر روزہ رکھتا اور راتوں کو نماز میں مشغول رہتا ہے، اہل ایمان کا آپس میں محبت والفت رکھنا یہ کمالِ ایمان کی علامت ہے جس شخص میں الفت ومحبت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں آپ کا فرمان ہے: **لاخیر فیمن لایألف ولایولف** .(مشکوۃ شریف) کا یہی مطلب ہے یعنی ایسے انسان میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے الفت ومحبت نہ کرتا ہو اور اس کی بد اخلاقی وبدمزاجی کی وجہ سے لوگ بھی اس سے الفت نہیں کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو عورتوں کا تذکرہ کیا گیا ایک عورت دن بھر روزہ رکھتی ہے رات بھر نماز پڑھتی ہے لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں، لوگوں سے لڑتی جھگڑتی ہے، لوگوں سے اس کا برتاؤ اچھا نہیں، عبادت میں بہت آگے ہے، دوسری عورت ہے فرائض ادا کر لیتی ہے دن بھر روزہ اور رات کو نفلیں نہیں پڑھتی لیکن کسی سے لڑتی جھگڑتی نہیں، اس کے اخلاق اچھے ہیں دوسروں کے کام آتی ہے خدمت کرتی ہے، آپ نے اس دوسری عورت کے بارے میں فرمایا **ھی فی الجنة** یہ جنت میں جائے گی، اور پہلی عورت کے بارے میں فرمایا **ھی فی النار** وہ دوزخ میں جائے گی، اس سے اخلاق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، حضرت اقدسؒ نے اپنے تمام تبلیغی حضرات کو توجہ دلائی ہے کہ اعمال کے ساتھ اپنے اخلاق کو درست کریں، صرف نماز روزے ہی تک محدود نہ رہیں بلکہ اپنے اخلاق کو وسیع کریں، اخلاق کو وسیع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے درجہ کے موافق معاملہ کیا جائے، اسی طرح وسعت اخلاق میں یہ بھی شامل ہے کہ فاسق وفاجر بلکہ کافر اور اپنے مخالف کے ساتھ بھی ہمارا برتاؤ اچھا ہونا چاہئے۔

اس کے بعد سمجھئے کہ حسن اخلاق کے مختلف درجات ہیں، سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہماری ذات سے ہماری بات سے ہماری کسی ادنیٰ نقل وحرکت سے کسی کو تکلیف نہ ہو، بلکہ ہمارے ذکر وتلاوت سے بھی کسی کو تکلیف نہ ہو، مثلاً سونے اور آرام کے وقت کوئی ذکر وتلاوت کرے تو یہ بڑی بداخلاقی اور شرعاً ممنوع ہے، یہ تو اخلاق کا ادنیٰ درجہ ہے جو ضروری اور فرض ہے۔

اخلاق کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ حدود جواز میں رہتے ہوئے دوسروں کے جی کو خوش رکھا جائے، دوسروں کو آرام پہنچایا جائے ان کی خدمت کی جائے، ان کو آرام پہنچانے کے لئے مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو مال خرچ کرے، وقت اور اپنی جان خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو جان اور وقت کی قربانی دے، اور یہ سب صرف اتباع سنت میں اللہ کو خوش کرنے کے لئے ہو نہ کہ محض ناموری اور شہرت کے لئے، نہ الیکشن اور سیاست کے لئے، ایسا شخص اللہ کا محبوب ترین بندہ سمجھا جائے گا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **أحب الخلق أنفعهم لعياله،** (بیہقی حدیث نمبر ۷۴۴۷) اللہ کے نزدیک سب سے اچھا اور محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ یعنی مخلوق سے اچھا برتاؤ کرے، انبیاء علیہم السلام ایسا ہی کرتے تھے جیسا کہ ان کی سیرت اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔

ہماری تحریک کسی کی دل آزاری پسند نہیں کرتی ایسے الفاظ سے بھی پرہیز کیجئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کارکنان تبلیغ کو ہدایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا::

آپ لوگ خوب یقین فرمالیجئے کہ ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ نہ کسی کی دل

آزاری کو پسند کرتی ہے اور نہ کسی فتنہ فساد کے الفاظ سننا چاہتی ہے، آپ لوگوں نے ''بدعتی'' کے لفظ سے بعض جگہ کے لوگوں کو یاد کیا ہے، آئندہ سے ایسے الفاظ سے احتراز چاہیئے جو اشتعال انگیز فتنہ خیز ہوں، بلکہ اس قسم کے پیہم الفاظ لکھنے چاہیئے جس سے کسی خاص فرقہ یا جماعت پر طعن نہ ہو، مثلاً بعض جگہ کے لوگ اب تک شبہات و شکوک میں پڑے ہوئے ہیں، ہم اپنی کمزوری اور کوتاہی کی وجہ سے ان کے اشکالات حل نہ کر سکے اور شکوک دور نہ ہو سکے، اپنی عیب جوئی اور اس پر توبہ واستغفار وندامت اپنے عیبوں اور کوتاہیوں کا ازالہ اور جبرِ نقصان ہے۔

دوسروں کے عیب کی کوشش بے ہنری اور کام کو بے رونق کرنے والی چیز ہے، دوسروں میں عیب نکالنے سے اپنا مایہ بھی جاتا رہتا ہے، اور اپنے میں عیب ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنے سے پونجی میں کمی نہیں ہوتی، اور اگر اس پر ندامت کے ساتھ استغفار وتوبہ کی تو آئندہ کے لئے رحمت وبرکت نازل ہوتی ہے، بہرکیف تحریر وتقریر میں نہ ایسے الفاظ نکلیں جن سے بدگمانی وبدظنی بڑھے سارے مسلمان اپنے ہی بھائی ہیں جب نرمی اور طریقے سے لایا جائے گا تو خود ہی حق پر آجائیں گے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۴۳)

ایک دوسرے کو ہدیہ دینے اور مصافحہ کرنے کی ترغیب

فرمایا..... مصافحہ کرو کینہ جاتا رہے گا، ہدیہ دیا کرو تو محبت کرنے لگو گے آپس میں اور بخل جاتا رہے گا۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۶)

ہدایا (یعنی آپس میں ہدیہ وتحفہ کے لین دین) کا ثواب صدقہ سے بہت اونچا ہے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۴)

فائدہ: یہ حدیث پاک کا مضمون ہے، ترمذی شریف وابوداؤد شریف کی روایت میں یہ مضمون آیا ہے جس کو مولانا نے بیان فرمایا کہ سلام ومصافحہ کیا کرو، سلام ومصافحہ کی تاثیر اور خاصیت یہ ہے کہ آپس کی کدورت اور کینہ وغیرہ جاتا رہتا ہے، اس لئے ایسے لوگ خواہ وہ ائمہ ہوں یا علماء اور وہ ہمارے کام سے جڑے ہوئے ہوں یا نہ ہوں، جن سے دوری محسوس ہوتی ہو، ایسے لوگوں سے خاص طور پر سلام ومصافحہ کا اہتمام کیا جائے، دل چاہے یا نہ چاہے، دل پر جبر کر کے یہ کام کرنا چاہئے جس کی برکت سے دل کی کدورت اور کینہ ختم ہوگا، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس کی نصیحت فرمائی ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تمام تبلیغی احباب کو۔

دوسری اہم نصیحت جو فرمائی ہے وہ بھی حدیث پاک کا مضمون ہے تَھَادُوا تَحَابُّوا (ابوداؤد شریف) ایک دوسرے کو ہدیہ تحفہ دیتے رہا کرو اس سے محبت پیدا ہوتی ہے، بعض لحاظ سے اس کا ثواب صدقہ سے بھی بڑھ کر ہے، جن علماء ومشائخ اور نائبین رسول کی طرف سے کسی کے دل میں کدورت وبدگمانی ہو اس کا علاج بھی یہی ہے کہ بدگمانی دور کرو جی چاہے یا نہ چاہے ان کی خدمت میں حاضری دو، سلام مصافحہ کرو، ہدیہ تحفہ دو، اس حدیث پر عمل کرنے کی برکت سے دوریاں ختم ہوں گی محبت بڑھے گی، علماء ومشائخ نبی کے وارث ہیں اور جانشین ہیں ان سے دوری اور بدگمانی میں اپنا نقصان ہے، اور ان سے بدزبانی کرنے میں اپنی ہلاکت ہے۔

چھوٹے بڑوں کے اور بڑے چھوٹوں کے محتاج ہیں

فرمایا...... چھوٹوں سے بڑوں کی عزت ہے، اور بڑوں سے چھوٹوں کی ترقی وتربیت، چھوٹے جتنے بڑوں کے محتاج ہیں، اس سے زیادہ بڑے چھوٹوں کے محتاج ہیں،

چھوٹوں کی وجہ سے بڑوں کو اللہ کی طرف سے، بہت زیادہ ملتا ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۹)

فائدہ: یہ تو بالکل واضح بات ہے کہ چھوٹے اپنے تمام کاموں کی صحت اور درستگی کے لئے بڑوں کی رہنمائی اور نگرانی کے محتاج ہیں نیز دینی ترقی وتربیت میں بھی وہ اپنے بڑوں کے محتاج ہیں اسی طرح بڑے بھی اپنے دینی سلسلہ کو فروغ دینے، کام کو آگے بڑھانے اور دینی خدمت کر کے اللہ کے یہاں اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے اپنے چھوٹوں کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک دوسرے کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

دین کی گاڑی کے دو۲ پہیئے

فرمایا..... دین کی گاڑی دو پہئیوں سے چلتی ہے:

اِتَّھِمُوا أَنْفُسَکُمْ ، ظُنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا.

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۱)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام تبلیغی کام کرنے والوں کو دو اہم نہایت ضروری باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، جو دراصل قرآن وحدیث کی اہم تعلیم ہے، ایک یہ کہ تمام مؤمنین کے ساتھ حسن ظن یعنی اچھا گمان رکھو، ان سے بدگمان نہ ہو، دوسرے اپنے متعلق حسن ظن نہ رکھو کہ اپنے کو اچھا سمجھو، بلکہ اپنے نفس کو متہم سمجھو، حق تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ. کہ بعض گمان تو گناہ ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنُ الْعِبَادَۃ ، دوسروں سے اچھا گمان رکھنا اچھی عبادت ہے، دوسروں سے بدگمانی کو علماء محققین ومحدثین نے گناہ کبیرہ قرار دیا ہے، یعنی ایسا بڑا گناہ جو حج وعمرہ سے بھی معاف نہ ہوگا جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرلے، یہ وہ گناہ ہے جس کی وجہ سے آدمی شیطان کے راستہ پر آجاتا ہے

اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا، وہ اپنے کو دیندار ہی سمجھتا اور دینداری کے زعم میں مبتلا رہتا ہے، اپنے کو اچھا سمجھنا دوسروں سے بدگمان ہونا خطرناک حالت ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تمام تبلیغی کام کرنے والوں کو انہیں دوگناہوں اور خطرناک حالت سے بچانا چاہتے ہیں، یہ دین کے پہیئے ہیں اس پر دین کی گاڑی چلتی ہے ایک مثبت دوسرے منفی، اپنے سے بدگمان رہو اور دوسرے سے اچھا گمان رکھو، یہ دونوں پہیئے اگر ٹوٹ گئے یا پٹڑی سے اتر گئے تو تمہاری دینی گاڑی خطرہ سے خالی نہیں، ٹوٹ کر گر جائے گی اور تم ہلاک ہو جاؤ گے، یہ ہے تنبیہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرتؒ کی اس تنبیہ کا تعلق صرف اہل تبلیغ سے نہیں بلکہ تمام لوگوں سے ہے جس کے اندر بھی بدگمانی کا مرض ہوگا اس کی گاڑی پٹڑی سے اتر جائے گی اور وہ ہلاک ہو جائے گا، اسی لئے یہ باطنی اور روحانی مرض ایسا ہے کہ بزرگوں اور مشائخ سے اپنے حالات بتلا کر پہلے تحقیق کرنا چاہئے کہ مجھ میں یہ مرض تو نہیں ہے؟ اور پھر انہیں بزرگوں اور مشائخ سے اس کا علاج معلوم کرنا چاہئے، اسی کا نام ہے تزکیۂ نفس اور اس کو تصوف بھی کہتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس خصوصی تنبیہ کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگ خطرہ کا شکار ہیں نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی گاڑی پٹڑی سے اتر گئی اور وہ ہلاک ہوگئے یا اترنے والی ہے، کیونکہ ہم میں سے بہت سے لوگوں میں دوسروں کے ساتھ بدگمانی کا مرض پورے طور سے پایا جاتا ہے، ہم اپنے متعلق تو بڑا اچھا گمان رکھتے ہیں اور دوسروں کے متعلق ہم بدگمانی کا شکار رہتے ہیں، مثلاً بہت سے تبلیغ سے منسلک حضرات تبلیغ میں پابندی سے وقت لگا کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی

اس ہدایت کے خلاف اپنے کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم دین کا کام کررہے ہیں، ہمارا ایمان بنا ہوا ہے، ہم کامل ایمان والے ہو گئے اور دوسروں کے متعلق خواہ وہ کتنے ہی اہم دینی کاموں میں لگے ہوں اگر وہ مروجہ تبلیغی کام سے منسلک نہیں اور ان کی تجویز کے مطابق اس کا سال نہیں لگا، تو ایسے شخص، ایسے امام، ایسے عالم کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اس کا ایمان نہیں بنا، یہ دینی خدمت نہیں کررہا، یہ تو تنخواہ لے کر پڑھاتے ہیں، ان کا وقت نہیں لگا یا سال نہیں لگا اس لئے ان کا ایمان کامل نہیں، اس کام میں وقت لگائے بغیر سب کو ناقص ایمان والا سمجھتے ہیں، اسی کا نام بدگمانی ہے، جن کے متعلق ایسی بدگمانیاں کی جاتی ہیں وہ کامل الایمان اور خادم دین ہیں یا نہیں یہ تو اللہ کو معلوم ہے، لیکن ایسی بدگمانی کرنے والے دیندار حضرات یقیناً خطرہ کی حالت میں ہیں، بدگمانی گناہ کبیرہ ہے، پھر اس کے نتیجہ میں بڑے سے بڑے عالم اور بزرگ کی طرف سے بھی دل میں حقارت آجاتی ہے، بدگمانی اگر اللہ اور اس کے رسول سے ہے تو کفر ہے، اور اگر اللہ کے نیک بندوں اور نائبین رسول یعنی علماء ومشائخ کی طرف سے ہے تو نہایت خطرہ کی بات ہے، اسی خطرہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام اصحاب تبلیغ کو متنبہ فرمایا ہے کہ خبر دار اس مرض میں مبتلا نہ ہونا، یہی وہ مرض ہے جو رفتہ رفتہ تکبر کی شکل اختیار کر لیتا ہے، شیطان اسی مرض کی وجہ سے حق تعالیٰ کے دربار سے دھتکار دیا گیا اگر چہ بہت عبادت کرتا تھا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

اللہ واسطے محبت کرنا اور حسن ظن رکھنا سرمایہ آخرت ہے

فرمایا: کسی مسلمان کو کسی سے اللہ کے لئے محبت ہو یا اس سے کسی مسلمان کو اللہ کے لئے سچی محبت ہو تو یہ محبت اور حسن ظن ہی آخرت کے لئے ذخیرہ ہے، مسلمانوں

کو جو مجھ سے محبت ہے اس سے کچھ امید ہوتی ہے کہ ان شاء اللہ وہاں بھی پردہ پوشی ہو جائے گی۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۵۹ ملفوظ:۵۹)

تمام مسلمانوں کے ساتھ نیک گمان رکھئے!

دوسروں کے عیب مت دیکھو اپنے عیب دیکھو

فرمایا: مسلمانوں سے نیک گمان رکھا کرے، بدگمانی سے دل میں کدورت اور زنگ آجاتا ہے، ان کی (اچھی) صفات کی طرف دیکھا جائے، اور عیب دیکھنے کے لئے اپنا نفس کافی ہے۔

عیب تو اپنے نفس کے دیکھا کرے اور اصلاح دوسرے کے عیبوں کی کیا کرے محبت کے ساتھ کہ یہ میرا بھائی ہے اس عیب سے اس کو نقصان پہونچے گا، اگر اس کی اصلاح ہوگئی تو (نقصان سے بچ جائے گا) یہ ہے بھائی کے ساتھ اصلی محبت کہ اس کا نقصان نہیں چاہا کرتا اور اپنی خوبیوں پر نازاں نہ ہوا کرے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ناز کی ضرورت نہیں ہے بلکہ نیاز کی ضرورت ہے، وہ نیاز سے خوش ہے۔

دوسروں کے عیبوں کی اصلاح کا نرم طریقے سے فکر رکھے تاکہ اس سے محبت کامل پیدا ہو جائے، خدمت خلق اپنے اوپر لازم کرے، اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۳، ۱۰۵)

دین کی خاصیت یہ ہے کہ یہ شکستہ دلوں کو ملتا ہے جس قدر بھی انسان اپنے آپ کو پستی میں گرائے گا اسی قدر بلند مرتبہ ہوگا، اور دین سے بہرہ ور ہوگا، اور یہ آتا ہی ہے دو طرح سے، ذکر و شغل اور خدمت خلق۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۴)

فاسق فاجر کو بھی اپنا بھائی سمجھو اور اس پر محنت کرو

ادنیٰ درجہ کا اسلام بھی قابلِ قدر اور بخشش کا ذریعہ ہے

فرمایا: نفسِ اسلام کی بھی اللہ کے یہاں قدر و قیمت ہے، اگر چہ وہ فسق و فجور کے ساتھ ملا ہوا ہو، اسی واسطے فاسق و فاجر مؤمن بھی ایک نہ ایک وقت بخش دیا جائے گا، پس ہمیں چاہئے کہ جس میں اسلام ادنیٰ درجہ میں بھی موجود ہو اس کی بھی نسبتِ اسلام کی قدر کریں اور اس کو اپنا دینی بھائی سمجھیں، اور اسی حیثیت سے اس سے معاملہ کریں، اور اس کے اندر جو فسق و عصیاں موجود ہو اس کے لئے اپنے آپ کو بھی ذمہ دار گردانیں کہ ہماری غفلت کا بھی اس میں دخل ہے، اور دین کی کوشش نہ کرنے ہی کا یہ نتیجہ ہے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۷، ملفوظ ۸۹)

فائدہ : یہ حدیث پاک کا مفہوم اور اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ جس کے اندر ذرہ برابر ایمان ہے یعنی جو توحید ورسالت کا قائل اور کفر وشرک سے بیزار ہے تو اس کی بخشش ضرور ہوگی، گو بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد ہو، لیکن نفسِ ایمان بھی اس کی بخشش کا ذریعہ بن کر رہے گا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ ادنیٰ درجہ کے اسلام وایمان والے کی بھی قدر کرو، بعض لوگ جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ: کیا یہی تمہارا ایمان تم کو جنت میں لے جائے گا اور بخشش کا ذریعہ بنے گا؟ یعنی ایسا ایمان نجات دلانے والا نہیں...... یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں، اعمالِ صالحہ کی بنا پر ابتدائی مرحلہ میں اگر نجات نہ ہو تو سزا بھگتنے کے بعد ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنے فضل سے سب معاف کردے، بہر حال ادنیٰ مومن اور ادنیٰ درجہ کے ایمان والے کی بھی قدر کرنا چاہئے، اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا صحیح نہیں۔

عام حالات میں ہر ایک سے حسن ظن رکھئے

اور معاملہ کرنے میں تجربہ سے پہلے سوء ظن رکھئے

فرمایا: ''ظُنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْراً'' اور ''اِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ مِنَ الْعِبَادَةِ'' کا حکم اس حالت میں ہے کہ جب کسی سے کوئی معاملہ کرنا نہ ہو تو اس وقت صرف حسن ظن سے ہی کام لینا چاہئے، اور جب معاملہ کرنا ہو تو اس وقت کے لئے ''اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ'' کا حکم ہے، محامل اور مواقع کا فرق نہ سمجھنے سے نصوص میں بڑی غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۴۶ ملفوظ:۱۷۱)

فائدہ: ہر ایک کے ساتھ حسن ظن اور اچھا گمان رکھنا شرعاً مطلوب ہے، حدیث پاک میں اس کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور شرعی دلیل و وجہ شرعیہ کے بغیر کسی سے بدگمان ہونا گناہ کبیرہ ہے جس سے بچنا لازم ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں تمام انسانوں کے ساتھ ہمیشہ حسن ظن یعنی اچھا گمان ہی رکھنا چاہئے، بظاہر کوئی غلطی معلوم ہو اس کی بھی مناسب توجیہ و تاویل ہی کرنی چاہئے، لیکن جب کسی سے معاملہ کی لین دین کی نوبت آئے اس وقت حسن ظن پر اعتماد نہ کرنا چاہئے بلکہ تجربہ اور دوسرے ذرائع سے جو معلومات حاصل ہوں اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، مثلاً ایک نووارد شخص بظاہر دین دار ڈاڑھی ٹوپی والا آپ کے سامنے آیا اور اپنی ضرورت و مجبوری ظاہر کر کے آپ سے پانچ ہزار روپئے بطور قرض کے مانگے یہ کہہ کر کہ گھر جا کر بھیج دوں گا، اب یہاں پر حسن ظن کا تقاضا بے شک یہی ہے کہ مؤمن کے ساتھ اچھا گمان رکھو کہ مؤمن

جھوٹ نہیں بولتا، وعدہ کو پورا کرتا ہے، لہٰذا اس کو پیسے دے دو، یہ حسن ظن کا مقتضیٰ ہے، حضرت مولاناؒ فرما رہے ہیں کہ معاملات میں جب تک تجربہ اور ظن غالب نہ ہو، اور دل قبول نہ کرے تو لین دین اور معاملہ کرنے میں احتیاط سے کام لو، ہر ایک پر اعتماد مت کرو، ''**الحزم سوء الظن**'' کا یہی مطلب ہے۔

مؤمن کی شان حدیث پاک میں یہی بیان کی گئی ہے کہ نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے اور نہ کسی سے دھوکہ کھاتا ہے، اگر نا تجربہ کاری سے کبھی دھوکہ کھا بھی جائے تو آئندہ کے لئے محتاط ہو جاتا ہے اور دوبارہ ایسا دھوکہ نہیں کھاتا یہی مطلب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا کہ ''**لایلدغ المرء من جحر واحد مرتین**'' مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، ایک مرتبہ ایک سوراخ سے تکلیف اٹھا چکا ہے دوبارہ اس سوراخ سے بچے گا...... اسی طرح مؤمن عام حالات میں تمام لوگوں سے اعتقاد میں حسن ظن رکھے گا لیکن عمل اور معاملہ کرنے میں یعنی لین دین میں ہر ایک سے حسن ظن نہیں بلکہ اپنے تجربہ اور ظن غالب پر عمل کرے گا، یہ ایمان کا مقتضیٰ اور مؤمن کی شان ہے، اسی کی حضرت مولاناؒ نے ہدایت فرمائی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

یہ جو مشہور ہے کہ **انّ من الحزم سوء الظن** یعنی احتیاط کی بات یہ ہے کہ ہر شخص سے بدگمانی رکھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ ایسا کرے جیسے بدگمانی کی صورت میں کیا جاتا ہے کہ بدون قوی اعتماد کے اپنی چیز کسی کے حوالہ نہ کرے، نہ یہ کہ اس کو چور سمجھے اور اس کی تحقیر کرے، خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کو چور یا غدّار سمجھے بغیر اپنے معاملہ میں احتیاط برتے۔

(معارف القرآن ص: ۱۲۰ ج ۸ سورہ حجرات پ ۲۶)

فصل

اکرام علماء ومشائخ

دعوت وتبلیغ میں بنیادی چیز احترام علماء اور عزت مسلم ہے

فرمایا: ہمارے طریقۂ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہے، ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنا چاہئے، اور علماء کا بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۵۷ ملفوظ:۵۴)

جن کے ذریعہ دین ہم تک پہنچا ہے ان سے محبت کرنا اور ان کا شکر ادا کرنا ضروری ہے

فرمایا: دین کی نعمت جن وسائط سے ہم تک پہنچی ان کا شکر واعتراف اور ان کی محبت نہ کرنا محرومی ہے،

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ

(جس نے اپنے محسن لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں، یعنی اپنے محسنین کا شکر ادا کئے بغیر اللہ کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔)

اور سی طرح ان ہی کو اصل کی جگہ سمجھ لینا بھی شرک اور مردودیت کا سبب ہے، وہ تفریط ہے اور یہ افراط ہے، اور صراط مستقیم ان دونوں کے درمیان ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۲۳ ملفوظ:۱۴۸)

فرمایا: اپنے بڑوں سے (یعنی اہل علم سے) دین کو قدر کے ساتھ لو، اور اس قدر کا مقتضیٰ یہ بھی ہے کہ ان کو اپنا بہت بڑا محسن سمجھو اور پوری طرح ان کی تعظیم و توقیر کرو، یہی منشاء ہے اس حدیث کا جس میں فرمایا گیا ہے:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ

جس نے اپنے محسن آدمیوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۱۹ ملفوظ: ۱۴۲)

علماء سے محبت کرنا فرض اور ان کے حقوق ادا کرنا ذریعہ نجات ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بعض اہل علم کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

جناب عالی جیسے مخلص اہل سے ناراضگی تو اپنے لئے انتہائی خسران (ناکامی) ہے اور اس کا تصور بھی اپنے لئے حد سے زیادہ گناہ۔

جناب کی طرف سے کوئی بھی بات تکدر کی بھی تصور میں نہیں آئی اور کیسے آئے؟ آپ حضرات اہل علم کی محبت ہم پر فرض ہے، آپ کے حقوق پہچاننا اور عظمت واحترام اور آپ کے ساتھ تعلق اپنے لئے ذریعہ نجات ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۱۹)

حقوق العلماء

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

مسلمانوں کے تین طبقے ہیں:

(۱) پسماندہ (غرباء) (۲) اہل وقار (۳) علماء دین

ان سب کے ساتھ جو معاملہ ہونا چاہیئے اس کو یہ حدیث جامع ہے:

من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا ولم یبجل عالمنا فلیس منا. (ابوداؤد، مسند احمد)

(جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، بڑوں کی توقیر و تعظیم نہ کرے، ہمارے علماء کی تکریم و تعظیم نہ کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں وہ ہمارے طریقہ پر نہیں)

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۱۲ ملفوظ:۱۳۵)

فائدہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے فضائل تبلیغ فصل سادس میں اس مضمون کی کئی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:

لیس من امتی من لم یبجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف عالمنا. (ترغیب عن احمد وحاکم)

جو شخص ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء کی قدر نہ کرے وہ ہماری امت میں سے نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے:

عن أبی أمامة عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: ثلٰث لایستخف بھا الا منافق، ذوالشیبة فی الاسلام، وذوالعلم، و امام مقسط. (ترغیب عن طبرانی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو خفیف (ہلکا اور حقیر) سمجھنے والا منافق ہی ہوسکتا ہے (نہ کہ مسلمان وہ تینوں شخص یہ ہیں) ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا منصف حاکم۔

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ہے مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے (ان میں سے) ایک یہ ہے کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور ان کے ساتھ لا پروائی کا معاملہ کیا جائے، ترغیب نے اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ (فضائل تبلیغ فصل سادس ص ۶۲۶)

اء کے حقوق پہچاننے میں یہ سارے حقوق داخل ہیں، حق محبت، حق عظمت، حق خدمت، حق اطاعت، حسب ضرورت وحسب موقع علماء ومشائخ کے یہ سارے حقوق امت پر ادا کرنے ضروری ہیں، دل میں ان کی محبت وعظمت بھی ہونی چاہئے، ان کی ضرورت کے مطابق ان کی خدمت بھی ہونی چاہئے اور دین کے تعلق سے وہ جن باتوں کا حکم دیں اس میں ان کی اطاعت بھی ہونی چاہئے۔

علماء محققین نے ارشاد فرمایا ہے کہ حقوق علماء کی دو قسمیں ہیں، حقوق واجبہ حقوق نافلہ، حقوق واجبہ کا مطلب یہ ہے کہ امت پر ان حقوق کا ادا کرنا واجب ہے، نہیں کرے گی تو گنہگار ہوگی، مثلاً دین کی وہ اہم بڑی خدمات جن کو علماء ہی انجام دے سکتے ہیں وہی اس کے مکلّف ہیں لیکن وہ تنہا اس کو انجام نہیں دے سکتے، اس کے لئے ضرورت ہے نصرت واعانت اور حمایت کی یا مال کے خرچ کرنے کی ایسی دینی خدمات میں عوام الناس پر حسب ضرورت وحسب استطاعت علماء کی نصرت کرنا واجب ہے، مثلاً مدرسہ ومکتب قائم کرنا، دینی واصلاحی پروگرام کرنا، اصلاح معاشرہ واصلاح منکرات، ردّ فرَق باطلہ پر کام کرنا، فتنہ ارتداد کا مقابلہ کرنا وغیر ذلک، عوام پر واجب ہے کہ ان کاموں میں حسب استطاعت علماء کی ہر طرح مدد کریں نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے، کیونکہ یہ حق واجب ہے۔

حقوق نافلہ کا مطلب یہ ہے کہ حسب وسعت وقتاً فوقتاً علماء کی زیارت کرنا، ان سے بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا، ان سے محبت سے پیش آنا، ان کے آداب اوران کی بڑائی کوملحوظ رکھنا، عزت ودعوت کے موقع پران کوترجیح دینا، بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا، ضرورت مند ہوں توحسب گنجائش ان کی ضروریات کو پورا کرنا، وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں ہدایاوتحائف پیش کرنا، اگران پرکوئی مصیبت آپڑے مثلاً وہ کسی حادثہ کا شکار ہوگئے توان کواس مصیبت سے نجات دلانا ان کی رہائی کی کوشش کرنا وغیرہ، یہ سارے حقوق حقوقِ نافلہ ہیں، بلکہ بعض ان میں موکّد ہیں، صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی برتاؤ کرتے تھے، یعنی حقوق واجبہ ونافلہ دونوں ادا کرتے تھے، حدیث پاک میں اس کے بہت سے واقعات موجود ہیں، سورۂ حجرات میں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق بیان کئے گئے ہیں وہیں مفسرین نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ یہ سارے حقوق فرق مراتب کالحاظ کرتے ہوئے نبی کے وارث وجانشین یعنی علماء کرام کے لئے بھی ہیں۔

علماء سے تعلق رکھے اوران کے حقوق کے ادا کئے بغیر حقِ رسالت اورحق نبی ادانہیں ہوسکتا

فرمایا: جب تک علاقہ (یعنی خصوصی تعلق) نائبان رسول (یعنی علماء کرام) سے نہ ہوگا گویا اس نے رسالت کا اقرارنہیں کیا، (علماء سے ربط رکھنا ضروری ہے) ورنہ وہ شخص شیطان کے پنجہ میں آجائے گا۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۷)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے فرمان کی ترجمانی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ان العلماء ورثة الانبیاء**، کہ علماء کرام نبی کے وارث اور جانشین ہیں (مشکوٰۃ شریف)، اور آپ نے فرمایا: **فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد**، کہ ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

سورۂ حجرات پ ۲۶، اور سورۂ احزاب پ ۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق وآداب بتائے ہیں اسی موقع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مفسرین نے تحریر فرمایا ہے کہ نبی کے بعد ان کے سچے وارث اور جانشین یعنی علماء کرام کے حقوق کی ادائیگی بھی امت پر ضروری ہے، حقوق واجبہ بھی حقوق نافلہ بھی، حق محبت، حق عظمت، حق خدمت، حق اطاعت یہ حقوق کے مختلف انواع ہیں، اس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ نبی کے بعد ان کے جانشینوں سے ربط وتعلق رکھو، ان کے حقوق پہچانو اور ادا کرو، جو ایسا نہ کرے گا اس نے حق رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو اپنا نائب اور جانشین فرمایا ہے، **ان العلماء ورثة الانبیاء** (مشکوۃ)، اور فرمایا: **أکرموا العلماء** (دیلمی کنز العمّال) کہ علماء کی تکریم وتعظیم کرو، جو اس کا انکار کرے گا گویا اس نے گویا حق رسالت کا انکار کیا، ان سے تعلق قائم کئے بغیر شیطان کے چنگل میں پھنس جانے اور گمراہ ہوجانے کا خطرہ ہے، کیونکہ غیر عالم کو شیطان کسی وقت بھی کسی طرح بھی بہکا سکتا ہے، اور عالم دین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہزار عابدوں کے مقابلہ میں بھی ایک عالم زیادہ بھاری ہوتا ہے شیطان پر، اس کو بہکانا آسان نہیں، علماء سے ربط رکھ کر کام کریں گے تو شیطان کے چنگل سے محفوظ رہیں گے، ورنہ خطرہ ہے۔

علماء پر اعتراض اور ان سے بدگمانی ہلاکت کا ذریعہ ہے

فرمایا: ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلا وجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے، اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۶ ملفوظ: ۵۴)

فائدہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

دینی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ علماء کی نصرت کرنا چاہئے اگرچہ وہ بدعمل بھی ہوں، اگر عوام کے قلب سے علماء کی وقعت گئی تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا، کیونکہ پھر وہ سب ہی علماء سے بدگمان ہو کر کسی بات پر دھیان بھی نہ دیں گے۔

(مجالس حکیم الامت ص: ۱۳۱)

نیز ارشاد فرمایا: فرمایا جب کوئی عام آدمی علماء پر اعتراض کرتا ہے تو اگر وہ اعتراض صحیح بھی ہو جب بھی یہ جی چاہتا ہے کہ علماء کی نصرت کروں، جو بظاہر عصبیت ہے مگر میری نیت در حقیقت یہ ہوتی ہے کہ عوام علماء سے غیر معتقد نہ ہوں ورنہ ان کے دین وایمان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ (مجالس حکیم الامت ص: ۱۶۶)

نیز فرمایا: علماء کی وقعت عوام کے قلب سے ہرگز کم نہ کرنی چاہئے، میں گوشہ نشینوں سے مدرسین کو افضل سمجھتا ہوں، جو کام میں کر رہا ہوں یعنی تربیت سالکین اگر یہ دوسری جگہ ہوتا تو میں کتابیں پڑھاتا۔ (القول الجلیل ص: ۷۹)

علماء کا اعتقاد عوام کے قلب سے نہ نکلنا چاہئے کیونکہ اس اعتقاد کا کم ہو جانا بڑی خطرناک بات ہے، اگر عوام کا عقیدہ علماء سے خراب ہو گیا تو پھر عوام کے لیے کوئی راہ نہیں گمراہ ہو جائیں گے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ چاہے عالم بدعمل ہی کیوں نہ ہو مگر فتویٰ جب دے گا صحیح ہی دے گا۔ (الافاضات الیومیہ ۱/۲۲۳)

علماء و مشائخ اور مفتیوں کی خدمت کی ترغیب

علمی اور تصنیفی کام کرنے والوں کے اجر و ثواب میں شرکت کا نسخہ

فرمایا: بزرگوں کی خدمت کا مقصد در اصل یہ ہوتا ہے کہ ان کے جو عمومی اور معمولی کام دوسرے لوگ انجام دے سکتے ہوں ان کو اپنے ذمہ لے لیں تاکہ ان کے اوقات اور ان کی قوتیں ان بڑے کاموں کے لئے فارغ رہیں جو وہی اکابر انجام دے سکتے ہیں، مثلاً کسی شیخ وقت یا کسی عالم و مفتی کے وہ عمومی کام آپ اپنے ذمہ لے لیں جو آپ کے بس کے ہیں، اور ان کو ان کی طرف سے فارغ اور بے فکر کر دیں، تو وہ حضرات دین کے جو بڑے بڑے کام کرتے ہیں (مثلاً اصلاح وارشاد اور درس وافتاء تصنیف وتالیف وغیرہ) تو وہ زیادہ اطمینان اور یکسوئی سے ان کو انجام دے سکیں گے اور اس طرح یہ خدام ان کے بڑے کاموں کے اجر میں حصہ دار ہو جائیں گے، تو در اصل بڑوں کی خدمت ان کے بڑے کاموں میں شریک ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۶۶ ملفوظ:۲۰۴)

علماء کی زیارت و خدمت کس نیت سے کرنا چاہئے

ایک بار فرمایا: مسلمانوں کو علماء کی خدمت چار نیتوں سے کرنا چاہئے:

(۱) اسلام کی جہت سے، چنانچہ محض اسلام کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی زیارت کو جائے یعنی محض حسبۃً للہ (ثواب کی نیت سے) ملاقات کرے، تو ستر ہزار فرشتے اس کے پاؤں تلے اپنے پر اور بازو بچھا دیتے ہیں۔ تو جب مطلقاً ہر مسلمان کی زیارت میں یہ فضیلت ہے تو علماء کی زیارت میں بھی یہ فضیلت (بدرجۂ اولیٰ) ضروری ہے۔

(۲) یہ کہ ان کے قلوب و اجسام حامل علومِ نبوت ہیں، اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اور لائق خدمت ہیں۔

(۳) یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

(۴) ان کی ضروریات کے تفقّد کے لیے، کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تفقّد کر کے ان ضرورتوں کو پورا کردیں جن کو اہل اموال پورا کرسکتے ہیں تو علماء اپنی ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے اور وہ وقت بھی خدمت علم و دین میں خرچ کریں گے، تو اہل اموال کو اُن کے اِن اعمال کا ثواب ملے گا۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۴ ملفوظ نمبر ۵۲)

علماء کی مالی خدمت معتمد علماء کے مشورہ سے کیجئے

فرمایا: مگر عام مسلمانوں کو چاہئے کہ معتمد علماء کی تربیت اور نگرانی مین علماء کی خدمت کا فرض ادا کریں کیونکہ ان کو خود اس کا علم نہیں ہوسکتا کہ کون زیادہ مستحق امداد ہے کون کم اور اگر کسی کو خود اپنے تفقّد (جستجو) سے اس کا علم ہوسکے تو وہ خود تفقّد کرے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۴ ملفوظ نمبر:۵۲)

جو علماء تمہاری طرف متوجہ نہیں ان کی بھی خدمتیں کرو

فرمایا: تم لوگ ان علماء کی خدمتیں کرو جو ابھی تک تمہاری قوم کو دین سکھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں، میرا کیا ہے، میں تو تمہارے ملک میں جاتا ہی ہوں، تم نہ بلاؤ جب بھی جاؤں گا جو علماء ابھی تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں ان کی خدمتیں کروگے تو وہ بھی تمہاری قوم کی دینی خدمت کرنے لگیں گے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۵۷ ملفوظ:۱۸۷)

علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام یعنی خدمت علم دین میں مشغول ہیں خبردار! ان کی طرف سے دل میں اعتراض اور بدگمانی نہ پیدا ہو

فرمایا: قافلہ والوں کو یعنی وفود تبلیغ کو نصیحت کی جائے کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں علماء پر اعتراض نہ آنے پائے بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم سے زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں، وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جب کہ دوسرے آرام کی نیند سوتے ہیں، اور ان کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر محمول کریں کہ ہم نے ان کے پاس آمد و رفت کم کی ہے، اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہیں جو سالہا سال کے لئے ان کے پاس آپڑے ہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۶ ملفوظ: ۵۴)

علماء سے تبلیغ کے لئے کہو نہیں، اپنا نمونہ پیش کرو اور استفادہ کی غرض سے حاضری دو

فرمایا: علماء سے کہو نہیں، اپنا نمونہ پیش کرو۔

علماء کی رائے تو ہے، اب آگے ان کی شرکت بھی ہو جائے گی، اور علماء اکثر شرکت کریں (یعنی زیادہ وقت دیں) تو حدیث کون پڑھائے گا، اس لئے ان کے خالی وقت ان سے مانگو۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۰، ۳۵)

فرمایا: ہمارے عام کارکن جہاں بھی جائیں وہاں کے حقانی علماء و صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں، لیکن یہ حاضری صرف استفادہ کی نیت سے ہو اور

ان حضرات کو براہ راست اس کام کی دعوت نہ دیں، وہ حضرات جن دینی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں ان کو تو وہ خوب جانتے ہیں اوران کے منافع کا وہ تجربہ رکھتے ہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۳۵ ملفوظ :۲۹)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ خصوصی ہدایت میں ارشاد فرماتے ہیں:

''خصوصی گشت میں جب دینی اکابر (علماء ومشائخ) کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعا کی درخواست کی جائے، اوران کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے (یعنی مختصر کارگزاری سنادی جائے)

(تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، الفرقان خاص نمبر ص۱۸۰)

علماء ومشائخ سے متعلق ضروری ہدایت

ان کی ذاتی زندگی، باہمی معاملات، خانگی باتوں پر نظر نہ کیجئے

فرمایا: یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے جن بڑوں سے ہم دینی فیوض اخذ کریں ان سے اپنا تعلق صرف اللہ کی جانب کا رکھیں اور صرف اسی لائن کے ان اقوال وافعال اور احوال سے سروکار رکھیں، باقی دوسری لائنوں کی ان کی ذاتی اور خانگی باتوں سے بے تعلق بلکہ بے خبر رہنے کی کوشش کریں، کیونکہ یہ ان کا اپنا بشری حصہ ہے، لامحالہ اس میں کچھ کدورتیں ہوں گی، اور جب آدمی اپنی توجہ ان کی طرف کو چلاوے گا تو وہ اس کے اندر بھی آئیں گی، نیز بسا اوقات اعتراض پیدا ہوگا جو بُعد (دوری) اور محرومی کا باعث ہو جائے گا، اسی لئے مشائخ کی کتابوں میں سالک کو شیخ کے خانگی احوال پر نظر نہ کرنے کی تاکید کی گئی۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۹۲ ملفوظ :۱۱۱)

علماء ومشائخ کو راضی ومطمئن کرنے کی فکر کیجئے اور ان کے باہمی اختلافات سے بدگمان نہ ہوئیے

فرمایا: اہل دین (علماء وصلحاء) کو اس کام (تبلیغی واصلاحی کی) جدو جہد میں شریک کرنے اور ان کو راضی ومطمئن کرنے کی فکر زیادہ سے زیادہ کرنی چاہئے، اور جہاں ان کا اختلاف اور ناگواری معلوم ہو وہاں معذور قرار دینے کے لئے ان کے حق میں اچھی تاویل کرنی چاہئے، اور ان کی خدمتوں میں دینی استفادہ اور حصول برکات کی نیت سے حاضر رہنا چاہئے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص۶۷ ملفوظ:۸۸)

مدرسہ کے طلباء مہمانانِ خدا ومہمانانِ رسول ہیں

ایک دینی مدرسہ کے طلباء کی ایک جماعت سے خطاب کا آغاز اس سوال سے کیا:
بتلاؤ تم کون ہو؟ (پھر خود ہی فرمایا:)

تم مہمانانِ خدا اور رسول ہو، مہمان اگر میزبان کو ایذاء پہنچائے تو اس کی ایذاء دوسروں کی ایذاء سے بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے، پس اگر تم ''طالب علم'' ہوکر خدا اور رسول کی رضاء کے کام نہ کرو اور غلط راہوں پر چلو تو سمجھ لو کہ تم اللہ ورسول کے ستانے والے ان کے مہمان ہو۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص۶۶ ملفوظ:۷۰)

اللہ اور اس کے رسول کے مہمانوں کا اکرام اور ان کی راحت کا لحاظ اور اچھا کھلانے کی فکر

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ایک وقت ایسا ہوا کہ شاید بارش وغیرہ کی وجہ سے مولانا کے یہاں گوشت نہیں آسکا اور اس دن مہمانوں میں میرے ایک محترم بزرگ (جو حضرت مولانا کے خاص عزیز بھی ہیں) وہ بھی تھے، گوشت سے جن کی رغبت حضرت مولانا کو معلوم تھی، یہ عاجز بھی حاضر تھا، میں نے دیکھا کہ مولانا پر اس کا بہت اثر ہے کہ آج کے دستر خوان پر گوشت نہیں ہے...... مجھے اس پر ایک گونہ تعجب ہوا کہ یہ کون سے تاثر کی بات ہے؟

تھوڑی دیر کے بعد اسی پر قلق وافسوس کرتے ہوئے فرمایا:

حدیث شریف میں ہے ''من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ'' (مسلم شریف) (جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے) اور اکرام ضیف میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی رغبت کی چیز اگر مہیا ہوسکتی ہو تو مہیا کی جائے...... اس کے بعد ایک خاص درد کے ساتھ فرمایا ''فکیف باضیاف اللہ واضیاف رسولہ''۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کے ہاں ایسے مہمان آئیں جو صرف اللہ ورسول کی وجہ اور انہی کے تعلق اور انہی کے کام سے آتے ہیں تو ان کا حق اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔) (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۳ ملفوظ:۱۴)

''مولوی اور عالم'' بڑی عزت وعظمت کا لقب ہے

ہر دیندار اور تبلیغی کام کرنے والے کے لئے اس کا استعمال نہ کیجئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''نصر اللہ خانصاحب'' مولوی نہیں بلکہ پٹواری ہیں، پٹوارگری میں ساری عمر گذار کر ڈیڑھ دو برس سے تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں، صرف تبلیغ کی برکت سے جو کچھ اللہ تعالیٰ

نے عطا فرمایا ہے وہ ان کو حاصل ہے۔

''مولویت'' کے لفظ کو بہت عزت کے ساتھ محل میں خرچ کرنا (اور استعمال کرنا) مناسب ہے، بندہ ناچیز کے بارے میں جناب مشورہ قبول فرمالیں تو دلی تمنا ہے کہ معمولی نام سے زائد کسی لفظ کا اطلاق الفاظ کی بے قدری ہے، ''الندوۃ'' میں تحریر ہے کہ وہ کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے، یہ بہت زیادہ غلط ہے، اس بارہ میں تفصیل ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

میرے پہلے سفر میوات کے رفیق ورہنما دو صاحب تھے ایک منشی نصر اللہ خانصاحب دوسرے مولوی عبدالغفور صاحب، میں نے الفرقان کے مضمون ''ایک ہفتہ دینی مرکزوں میں'' میں منشی صاحب کو ان کی دینی واقفیت اور شرعی شکل وصورت کی بنا پر مولوی کے لفظ سے یاد کیا تھا، (حضرت) مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) نے اس کی تصحیح (واصلاح) فرمائی (کہ مولوی کا لفظ بڑی عزت کا ہے، غیر مولوی غیر عالم کو مولوی کہنا اس لفظ کی ناقدری ہے)۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۳ مکتوب:۲)

کسی بزرگ کے خادم اور حافظ قرآن کا خصوصی اکرام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

حافظ محمد حسین صاحب اجراڑہ والے ایک معذور سے بزرگ ہیں اور مولانا گنگوہی کے خدام میں سے ہیں، وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی بیماری سن کر تشریف لائے ہوئے تھے اور اکثر روزانہ حجرہ میں آکر دم کرتے تھے، مولانا کو چارپائی کے ہلنے سے تکلیف ہوتی تھی، اور اکثر جب نمازوں کے بعد دم کرنے کے لئے آتے تھے تو ایک دو آدمی چارپائی کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے کہ اس کو دھکا نہ لگے اور حرکت

نہ ہو، بایں ہمہ مولانا حافظ صاحب کو اپنی چارپائی پر بٹھا لیتے تھے، اور لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ کون بزرگ ہیں جو چارپائی پر مولانا کے پاس بیٹھے ہیں۔

ایک مرتبہ باہر حوض کے قریب دستر خوان بچھا تھا وہ حافظ صاحب بھی کھانے میں شریک تھے، مولانا کی چارپائی صحن میں تھی، حافظ صاحب ذرا فصل سے جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی شیخ الحدیث صاحب کے نام پیغام لائے کہ مولانا محمد (الیاس صاحبؒ) فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب کو اپنے اور مولانا عبدالقادر صاحب کے درمیان بٹھاؤ۔ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۵۱)

سادات اور علماء کی بہت قدر کرنا چاہئے، ان سے دین پھیلے گا

فرمایا: دین سیدوں اور علماء سے پھیلے گا، ان کی بہت زیادہ قدر کرنی چاہئے۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۲)

فرمایا: سیدوں اور علماء کی تعظیم ضروری ہے، چاہے کیسے ہی ہوں (یعنی خواہ دیندار اور دعوت و تبلیغ سے جڑے ہوں یا نہ جڑے ہوں)، ہاں البتہ تعمیل ضروری نہیں (یعنی بدعمل عالم کی اطاعت ضروری نہیں) جس طرح غلط چھپے ہوئے قرآن کی تعظیم ضروری ہے (لیکن) اس کا پڑھنا جائز نہیں۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۹)

فرمایا: شیطانی طاقت زیادہ تر سیدوں اور عالموں کے پیچھے بہت پڑے گی، یہ مشکل سے کھڑے ہوں گے، کیونکہ ان کی صحبت اور علوم سے مخلوق کو ایک دن کا نفع اتنا ہوگا کہ عوام ساری عمر اس کام کو کریں تو برابر نہیں ہو سکتے۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۸)

تبلیغی کام کے تعلق سے حضرات سادات کی خدمت میں

فرمایا: تبلیغ کے کام کے لئے سادات کو زیادہ کوشش کے ساتھ اٹھایا جائے اور آگے بڑھایا جائے، حدیث ”**ترکت فیکم ثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی أھل بیتی**“ کا یہی مقتضا ہے، ان بزرگوں سے دین کا کام پہلے بھی بہت ہوا ہے اور آئندہ بھی انہی سے زیادہ امید ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۵۹ ملفوظ: ۵۸)

حضرات سادات کرام کا خصوصی اکرام اور خدمت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

میرے ایک بزرگ عزیز تشریف لائے ہوئے تھے ان کو بڑی خواہش تھی کہ مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) سے گفتگو اور کچھ عرض کرنے کا موقع ملے، لیکن ہجوم کی کثرت اور ضعف کی وجہ سے موقع نہ مل سکا، وہ چلے گئے تو انہوں نے اس تمنا کا پھر اظہار کیا، میں نے مولوی یوسف صاحبؒ سے عرض کیا، انہوں نے مولانا سے کہہ کر بلا لیا، مولانا نے ان کا بڑا ہی اکرام فرمایا، ان کے ہاتھ لے کر اپنے سارے بدن پر پھیرے، پھر سادات کے متعلق اور اس کام کے متعلق فرماتے رہے، اور وہ روتے رہے، رخصت ہوئے تو صاحبزادہ سے فرمایا کہ: میری ذاتی رقم میں سے دس روپیہ آپ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کرو۔

نومبر ۱۹۴۴ء میں مولانا سید طلحہ صاحب ٹونک سے تشریف لائے تو بے حد اکرام فرمایا، ان کی اہلیہ (میری پھوپھی مرحومہ) کی نہایت عمدہ الفاظ میں تعزیت کی، کھانے کا

خصوصی اہتمام فرمایا، خود اپنے ہاتھ سے روٹی گرم کر کر کے دیتے تھے، دوسرے روز صبح حضرت سید صاحبؒ کے فضائل ومناقب میں تقریر کی، اور اس خاندان کے ایک فرد کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا، اس کے بعد میوات کا ایک سفر پیش آیا مولانا طلحہ صاحب بھی ساتھ سے ہر جگہ ان کے ساتھ خصوصی برتاؤ کرتے رہتے۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۵۲)

بڑوں اور بزرگوں کی اولاد کا اکرام

حضرت گنگوہی کے نواسے حضرت حافظ محمد یعقوب صاحب گنگوہی زیارت وعیادت کے لئے تشریف لائے ان کے ساتھ ان ہی کے گھرانے کی کوئی خاتون بھی تھیں (غالبًا ان کی صاحبزادی ہی تھیں) وہ بھی حضرت مولانا کی عیادت کے لئے تشریف لائی تھیں، حضرت نے ان کو پس پردہ حجرہ ہی میں بلوالیا، ان کو خطاب کرتے ہوئے جو کچھ اس وقت حضرت نے فرمایا تھا اس کے چند فقرے قلمبند کر لئے گئے تھے جو درج ذیل ہیں:

فرمایا: "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" مجھے دین کی نعمت آپ کے گھرانے سے ملی ہے، میں آپ کے گھر کا غلام ہوں، غلام کے پاس اگر کوئی اچھی چیز آجائے تو اسے چاہئے کہ تحفہ میں اپنے آقا کے سامنے پیش کر دے، مجھ غلام کے پاس آپ ہی کے گھر سے حاصل کیا ہوا "وراثتِ نبوت" کا تحفہ ہے، اس کے سوا اور اس سے بہتر میرے پاس کوئی سوغات نہیں ہے جسے میں پیش کر سکوں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۲۴ ملفوظ: ۱۵۰)

پانچواں نمبر

اخلاص نیت

پانچواں نمبر اخلاص نیت

اخلاص نیت کا مطلب

پانچواں نمبر: اخلاص نیت، تصحیح النیة و الاخلاصی یعنی نیت کو درست کرنا

فرمایا: (اخلاص نیت کا مطلب یہ ہے کہ دین کے) ان سب کاموں کو محض رضائے الٰہی خداوندی کے لئے کرنا اور اپنی اصلاح کے لئے کرنا، نظر کا کسی غیر کی طرف نہ جانا، اثر و نتیجہ کی طرف بھی ملتفت (اور متوجہ) نہ ہونا۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۱۱۰)

تصحیح نیت یعنی اپنی نیت کو درست کرنا

فرمایا: تصحیحِ نیت یعنی ہر عمل کے بارے میں اللہ نے جو وعدے، وعید (بیان) فرمائے ہیں ان کے موافق اس امر کی تعمیل کے ذریعہ اللہ کی رضا اور موت کے بعد والی زندگی کی درستگی کی کوشش کرنا۔ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۸۸)

فائدہ: "تصحیح نیت" چھ نمبروں میں سے ایک اہم نمبر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل کے وقت نیت کو صحیح اور درست رکھنا، یعنی اس کام کو اللہ کی رضا کے واسطے کرنا، اسی کا نام اخلاص ہے، اور اس کے پیدا ہونے کا طریقہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ہر عمل کے کرتے وقت اس عمل کے متعلق جو وعدہ اور نہ کرنے کی جو وعیدیں حدیثوں میں بیان کی گئی ہیں ان کا استحضار کرے، یا موت کے بعد آنے والی زندگی کو سامنے رکھے، اس کی برکت سے ہر عمل میں ان شاء اللہ اخلاص پیدا ہو جائے گا۔

اللہ کی رضا کے واسطے، یا جنت کے شوق اور آخرت کے خوف سے، نارِ جہنم سے بچنے کے لئے، یا اللہ کا حکم سمجھ کر عمل کیا جائے سب اخلاص کے دائرہ ہی میں آئے گا، وعدوں کے شوق میں یا وعیدوں سے بچنے کے لئے جو عمل ہوگا وہ بھی اخلاص کے منافی نہیں، اخلاص کے خلاف وہ عمل ہوگا جو بجائے اللہ کے مخلوق کو دکھلانے اور اس کو خوش کرنے کے لئے، یا بڑا بننے کی غرض سے کیا جائے۔

اخلاص کے لئے وعدوں و وعیدوں کا علم ہونا یا اس کا مستحضر ہونا شرط نہیں، اس کے بغیر بھی اخلاص ہوسکتا ہے، اللہ کی رضا کے واسطے جو بھی کام کیا جائے وہ اخلاص ہے خواہ وعدہ اور وعید کا علم ہو یا نہ ہو، البتہ وعدوں اور وعیدوں کا علم ہونے سے اخلاص پیدا ہونے میں مدد ملتی ہے اور اخلاص کے پیدا ہونے کا ایک ذریعہ ہے، اسی کو ترغیب و ترہیب کہتے ہیں۔

تنبیہ: وعدے اور وعیدیں وہی معتبر ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیثوں سے ثابت ہوں، بے سند موضوع وعدوں اور وعیدوں کو بیان کرنا بھی درست نہیں۔

اخلاصِ نیت کی اہمیت

فرمایا: سب اعمال میں نیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا تبلیغ بھی نیت صحیح کرنے کے لئے ہے، خواہشات کا ذرہ برابر شائبہ نہ ہو پھر عمل خالص ہوگا۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۴۴)

تشریح: یہ قرآن و حدیث کا مضمون ہے جس کو حضرت مولاناؒ نے بیان فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ بڑا سے بڑا کوئی بھی کام ہو جو دینی عنوان سے اور دینی رنگ میں ہو لیکن اگر وہ خالص اللہ کے واسطے نہیں تو وہ عمل مردود ہوگا، اور ایسے عامل کو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا بلکہ ایسا شخص مستحقِ عذاب ہوگا، حدیثِ پاک میں

مجاہد، عالم، سخی کے متعلق آیا ہے کہ قیامت کے دن ان کو بلایا جائے گا، ان کے کارناموں کو یاد دلایا جائے گا، لیکن اخیر میں یہ کہہ دیا جائے گا، کہ یہ کام تم نے دوسروں کو دکھلانے کے واسطے کئے تھے، شہرت کے واسطے کئے تھے، یہاں کچھ نہ ملے گا، گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم شریف، کتاب الامارۃ)

حضرت مولاناؒ نے اپنے تمام تبلیغی کارکنوں کو توجہ دلائی ہے کہ ہماری تبلیغ کا مقصد ہی یہی سمجھو کہ تمھارے تمام دینی کاموں میں اخلاص پیدا ہو، خواہشات کا اور دکھلاوے کا ذرہ برابر شائبہ نہ ہو، کیونکہ اخلاص ہر عمل کی روح ہے، فقہاء و محدثین نے واضح طور پر قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے کہ: کسی بھی عمل کی مقبولیت کی دو شرطیں ہیں، ایک تو یہ کہ وہ کام شریعت کے موافق اور سنت کے مطابق ہو، دوسرے یہ کہ صرف اللہ کے واسطے ہو، جس کو اخلاص کہتے ہیں، جب یہ دونوں شرطیں پائی جائیں گی تو عمل مقبول ہوگا ورنہ نہیں، اگر اخلاص ہے لیکن عمل شریعت کے مطابق اور مسئلہ کے موافق نہیں تو بھی عمل مقبول نہیں ہوگا، یا شریعت کے مطابق ہے لیکن اخلاص نہیں تو بھی عنداللہ مقبول نہیں ہوگا، اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل خالص اللہ کے واسطے ہو، یعنی شریعت نے جن اغراض و مقاصد کے واسطے عمل کی ترغیب دی ہے انہیں اغراض سے وہ کام کئے جائیں، تو یہ اخلاص ہے مثلاً:

(۱) اللہ کا حکم یا شریعت کا حکم سمجھ کر عمل کرنا اخلاص ہے۔

(۲) جنت کی اور اس کی نعمتوں کی طلب میں عمل کرنا اخلاص ہے۔

(۳) دوزخ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے عمل کرنا اخلاص ہے۔

(۴) اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنا اخلاص ہے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر عمل کرنا اخلاص ہے۔ وغیر ذلک

(۶) جس عمل کے کرنے میں جو وعدے بیان کیئے گئے ہیں ان وعدوں کی وجہ سے عمل کرنا اخلاص ہے۔

(۷) جس گناہ میں جو وعیدیں بیان کی گئی ہیں ان کے خوف سے گناہ سے بچنا اخلاص ہے۔

اگر مخلوق کو دکھلاوے کے لئے یا بڑا بننے کی نیت سے عمل کیا جائے تو یہ ریا ہے، خواہشِ نفس ہے، اس سے حضرتؒ نے اپنے لوگوں کو بچایا ہے، تبلیغ میں نکل کر یہ چیز بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی ہے۔

عملِ صالح کو کامل بنانے کا طریقہ

فرمایا: عملِ صالح کے لئے چار چیزیں ہیں:

(۱) علم (۲) نیت (۳) اخلاص (۴) صبر (ارشادات ومکتوبات ص ۱۰۵)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس ارشاد میں عملِ صالح کی طرف توجہ دلائی ہے، اور ساتھ ہی عملِ صالح کے کامل اور مقبول ہونے کا معیار بھی بتلایا ہے، عملِ صالح کی اہمیت تو یہ کہ نجات کے لئے صرف ایمان کو پختہ کرنا اور صرف ایمان کی محنت کرنا کافی نہیں، بلکہ ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا ہونا بھی ضروری ہے، اسی لئے قرآن پاک میں جہاں کہیں نجات کا یا جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے، وہ صرف ایمان پر نہیں، بلکہ ایمان کے ساتھ عملِ صالح پر ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً. (سورہ کہف پ ۱۶ آیت نمبر ۱۰۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس (یعنی جنت) کے باغ ہوں گے۔

اس سے عملِ صالح کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ ہوا کہ اس کے بغیر کامل نجات نہیں ہوگی، اب رہی یہ بات کہ عملِ صالح کا معیار کیا ہے، اور کون سا عمل عند اللہ مقبول ہوگا اس کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ عملِ صالح کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں:

(۱) اوّل یہ کہ جس لائن کا عمل ہو اس لائن کا شریعت کا پورا علم اور حضور ﷺ کی ہدایت اور آپ کی سنت پیشِ نظر ہو، مثلاً نماز ایک عمل ہے، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، تجارت، کاشت کاری، سیاست وحکومت وغیر ذلک یہ سب مختلف اعمال ہیں، ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی ہدایات اور شرعی احکام ومسائل معلوم کئے جائیں، اور اسی کے مطابق سارے اعمال کئے جائیں۔

(۲) دوسری چیز حسنِ نیت یعنی آپ جو اعمال کریں ان میں نیت یہ ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس بات کا حکم دیا ہے، شریعت نے ہم کو اس کا مکلّف بنایا ہے، اس وقت کا اور اس حالت کا یہی حکم ہے، شرعی حکم سمجھ کر اس کام کو انجام دے، امتثال امر اور اللہ تعالیٰ کی رضا پیشِ نظر ہو۔

(۳) تیسری چیز ہے اخلاص یعنی اس کام کو شریعت کے مطابق انجام دینے کے بعد بھی اپنے دل کا محاسبہ اور جائزہ برابر لیتے رہنا چاہئے کہ کہیں اس میں فاسد نیت اور باطل غرض شامل نہ ہو جائے، دکھلاوے اور شہرت اور ناموری کا جذبہ نہ آنے پائے، بلکہ یہ عمل شروع سے اخیر تک خالص اللہ ہی کے واسطے رہے۔

چوتھی چیز ہے صبر کیونکہ آدمی جب اس راہ میں قدم رکھے گا اور اپنے اعمال کو اعمال صالحہ بنانے کی کوشش کرے گا، تو اس کے لئے اس کو کچھ محنت ومشقت برداشت کرنا پڑے گی، شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے علماء سے رجوع بھی کرنا پڑے گا، نیز شریعت

کے مطابق جب عمل کرے گا تو بہت سے کام رسوم و رواج کے خلاف بھی کرنا پڑیں گے، اس میں لوگ بدنام کریں گے، طعنہ دیں گے، خاندان کے لوگ بھی ناراض ہوں گے، مختلف قسم کے حالات سے سابقہ پڑے گا، ایسے موقع پر اپنے کو سنبھالے، اور شریعت کے حکم پر ڈٹا اور جما رہے، صبر وہمت سے کام لے، سب کچھ برداشت کرے لیکن شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو نہ چھوڑے، جب یہ چاروں چیزیں جمع ہوں گی تو ان شاء اللہ یہ عمل مقبول ہوگا، اور اللہ کی رضا اور جنت کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنے گا۔

اس کام میں کس نیت سے لگیں اور اخلاص کیسے پیدا کریں

فرمایا: ہمارے اس تبلیغی کام میں حصہ لینے والوں کو چاہئے کہ قرآن وحدیث میں دین کی دعوت وتبلیغ پر اجر وثواب کے جو وعدے کئے گئے ہیں، اور جن انعامات کی بشارت سنائی گئی ہے، ان پر کامل یقین کرتے ہوئے ان ہی کی طمع وامید میں اس کام میں لگیں، اور اس کا بھی دھیان کیا کریں کہ ہماری ان حقیر کوششوں کے ذریعہ اللہ پاک جتنوں کو دین پر لگا دیں گے اور پھر اس سلسلہ سے جو لوگ قیامت تک دین پر پڑیں گے اور وہ جو بھی نیک عمل کریں گے تو ان کے اعمالِ حسنہ کا جتنا ثواب ان کو ملے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ ان تمام ثوابوں کے مجموعہ کی برابر اللہ پاک اپنے وعدے کے مطابق ہم کو بھی عطا فرمائیں گے، بشرطیکہ ہماری نیت خالص اور ہمارا کام قابلِ قبول ہو۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب ص ۶۴ ملفوظ نمبر ۶۶)

اخلاص پیدا ہونے اور ریا و تکبر سے بچنے کا طریقہ

فرمایا : حدیث میں ہے: ”مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ“ (مسلم شریف) ”اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ“ (ترمذی) مگر افسوس!

لوگوں نے اس حدیث کو بھوک اور فاقہ والوں پر رحم کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اس لئے ان کو اس شخص پر تو رحم آتا ہے جو بھوکا ہو، پیاسا ہو، ننگا ہو، مگر مسلمانوں کی دین سے محرومی پر رحم نہیں آتا، گویا دنیا کے نقصان کو نقصان سمجھا جاتا ہے، لیکن دین کے نقصان کو نقصان نہیں سمجھا جاتا، پھر ہم پر آسمان والا کیوں رحم کرے، جب ہمیں مسلمانوں کی دینی حالت کے ابتر ہونے پر رحم نہیں آتا۔

فرمایا :ہماری اس تبلیغ کی بنیاد اسی رحم پر ہے، اس لئے یہ کام شفقت اور رحم ہی کے ساتھ ہونا چاہیے، اگر مبلغ اس لئے تبلیغ کر رہا ہے کہ اس کو اپنے بھائیوں کی دینی حالت کے ابتر ہونے کا صدمہ ہے تو یقیناً وہ رحم اور شفقت کے ساتھ اپنے فریضہ کو انجام دے گا، لیکن اگر یہ منشاء نہیں کچھ اور منشاء ہے تو پھر تکبر و عجب میں مبتلا ہوگا، جس سے نفع کی امید نہیں

نیز جو شخص اس حدیث کو پیشِ نظر رکھ کر تبلیغ کرے گا، اس میں خلوص بھی ہوگا، اس کی نظر اپنے عیوب پر بھی ہوگی، اور دوسروں کے عیوب پر نظر کے ساتھ ان کی اسلامی خوبیوں پر بھی نظر ہوگی، تو یہ شخص اپنے نفع کا حامی نہ ہوگا بلکہ شاکی ہوگا، اور اس تبلیغ کا گر یہی ہے کہ حمایتِ نفس سے الگ ہو کر شکایتِ نفس کا سبق ہمیشہ پیشِ نظر رہے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ: ص۴۸ ملفوظ نمبر ۴۴)

اہم ہدایت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تبلیغی احباب کو مختلف ہدایات دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

تصحیحِ نیت (یعنی اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے کی کہ ہمارا یہ کام صرف اللہ کے حکم اور اس کی رضا کے واسطے ہو، اس) کی سب سے زیادہ کوشش کریں، یعنی احکامِ خداوندیہ

کوسفلی مصالح (یعنی حقیر دنیاوی اغراض) اور اثرات سے قطع نظر اور کلیۃً نظر انداز کرتے ہوئے، محض خدا کا حکم ہونے کی وجہ سے (کریں) جانثاری اور اپنی جان کو ارزاں (سستا) خیال کرنے کا دستور زندہ ہوتا چلا جائے۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۲۹)

تمام اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ میں اخلاص پیدا کرو

فرمایا: خدا کی صفات سے نورانیت حاصل ہوتی ہے، اگر غرض کی خاطر کرو گے تو یہی چیزیں نحوست بن جاتی ہیں۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب: ص ۲۳)

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، "**تخلقوا بأخلاق الله**" یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق تم بھی اختیار کرو، مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کی وہ صفات جو اس کی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہیں وہ اوصاف اور اخلاق تم بھی اپنے اندر پیدا کرو، مثلاً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے، تم بھی اپنے اندر معاف کرنے اور مخلوق پر رحم کرنے کی صفت پیدا کرو، اللہ تعالیٰ سخی ہے تم بھی اپنے اندر سخاوت پیدا کرو، اللہ تعالیٰ حلیم (بردبار) ہے تم بھی حلیم بن جاؤ، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو جو جو باتیں ناپسند ہیں تم بھی ان کو ناپسند کرو مثلاً ظلم و ناانصافی وغیرہ...... الغرض یہ صفات تم اپنے اندر پیدا کرو گے تو اس سے تمھارے اندر نور پیدا ہوگا، نورانیت آئے گی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ یہ صفات تو تم اپنے اندر پیدا کرو لیکن اخلاص کے ساتھ، یعنی اللہ کے واسطے، اور حدیث پر عمل کرنے کی نیت سے، اور اللہ کو راضی اور خوش کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے یعنی ان صفات کے حاصل کرنے میں بھی اخلاص

مطلوب ہے، ورنہ اگر ان صفات کو حاصل کیا ذاتی مفاد اور نفسانی اغراض کے خاطر مثلاً سخاوت کرتے ہو، شہرت کے لئے غریبوں کو کھلاتے پلاتے ہو دکھلاوے کے لئے، ہمدردی کرتے ہو نفسانی غرض سے مخلوق کی خدمت کرتے ہو دنیاوی مفاد اور سیاست کے لئے علم دین پڑھتے پڑھاتے ہو شہرت کے لئے،......... الغرض ان صفات کے حاصل کرنے میں تم مخلص نہیں ہو تو یہی صفات تمھارے اندر نور پیدا نہیں کریں گی بلکہ نحوست اور ہلاکت کا ذریعہ بنیں گی، اخلاص کے بغیر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عمل مقبول نہیں، نہ شہید کا خون نہ عالم کی روشنائی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

اے عزیز علماء! آپ لوگوں کا پڑھنا بھی تبلیغ ہے اگر نیت اچھی ہے "انما الاعمال بالنیات" اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اگر آپ کی نیت یہ ہو کہ پڑھنے سے فارغ ہو کر امر بالمعروف (یعنی تبلیغ دین) کروں گا تو یہ پڑھنا بھی تبلیغ ہی کا شعبہ ہے، اور اگر یہ نیت نہ ہو تو پھر تبلیغ نہیں۔

درس و تدریس تبلیغ کا (بہت) بڑا فرد ہے اگر کتابیں مدوّن نہ ہوتیں تو بڑا خلط مبحث ہوتا دین میں بڑا افساد پھیلتا، اگر کتابیں نہ ہوں تو سلف کی باتیں ہم تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں، خدا کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنی عنایت ورحمت سے کتابیں مدون کرادیں، مدرسے قائم کرادیئے اس کے سامان مہیا کردیئے، بغیر مدارس قائم کئے کتابوں کی تعلیم ممکن نہیں لہٰذا یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہے کیونکہ اس درس وتدریس سے مقصود تبلیغ ہی ہے۔ یہ درس وتدریس تبلیغ کا اتنا بڑا فرد ہے مگر ہم تبلیغ کی نیت نہ کرنے سے اس کے ثواب سے محروم ہیں۔

(دعوت وتبلیغ ص:۱۹، وعظ آداب تبلیغ)

دین کے سارے کام کس نیت سے کرنے چاہئے

فرمایا: میرے عزیز! چند باتیں ہمیشہ دھیان رکھنے کے واسطے ذرا سن لیں، اول یہ کہ جتنے (دین اور عبادت کے) کام ہیں وہ مزہ آنے کے واسطے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی عظمت کے موافق امتثالِ امر (حکم کی اطاعت) اور اس کی رضا کا یقین ہونے کے واسطے ہیں جن کے اندر جی کا لگنا اور گھبرانا دونوں برابر ہو کر نگاہ صرف اس بات پر جمتی چلی آوے کہ اللہ کے حکم (جب کہ اس کے حکم کے موافق بھی اپنا سب عمل ہو) کی تعمیل (سرگرمی کے بقدر) حق تعالیٰ کی رضا اور رحمت اور مغفرت سے بھری ہوئی ہو، اس کا یقین ہو تو آدمی کی نظر اپنے احوال اور اس کے آثار پر نہ ہونی چاہئے بلکہ حکم کی موافقت اور حق تعالیٰ کی رضا کے حصول کے یقین پر رہنی چاہئے، خوب سمجھ لو اس راہ (یعنی طریقت وتصوف) میں آرہ کا چلنا اور تخت سلیمانی کا ملنا دونوں ایک درجہ میں ہو کر نظر انداز ہو جانے ضروری ہیں۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۸۸،۸۹)

فائدہ: اللہ کا حکم سمجھ کر عمل کرنا یہی عبدیت ہے، اور یہ اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق نصیب فرمائے۔

دینی خدمت کا اصل مقصود رضائے الٰہی ہے

مقصود اور موعود کا فرق

فرمایا: دین کے کاموں میں اصل مطلوب اور مقصود تو ہونا چاہئے صرف رضائے الٰہی اور اجر اخروی، اور دنیا میں جن انعامات وبرکات کا وعدہ کیا گیا ہے،

مثلاً چین کی اور عزت کی زندگی، یا مثلاً استخلاف اور تمکین فی الارض، سو یہ مطلوب نہیں بلکہ موعود ہیں، یعنی ہم کو جو کچھ کرنا ہے وہ کرنا تو چاہئے صرف رضائے الٰہی اور فلاح اخروی کے لئے، مگر یقین رکھنا چاہئے اللہ کے ان مواعید پر بھی (بلکہ ان کے لئے دعائیں بھی کرنی چاہئیں، مگر ان کو اپنی عبادت واطاعت کا اصل مقصود نہیں بنانا چاہئے)۔

موعود اور مطلوب کے اس فرق کو آپ لوگ اس مثال سے شاید اچھی طرح سمجھ سکیں گے کہ نکاح وشادی سے مقصود تو بیوی کا حصول اور اس سے تمتع ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ آتا ہے جہیز وغیرہ بھی جو گویا عرفاً موعود ہوتا ہے، لیکن ایسا بے وقوف دنیا میں شاید ہی کوئی ہو جو شادی ہی صرف جہیز حاصل کرنے کے لئے کرے......اور اگر بالفرض کوئی ایسا کرے اور بیوی کو معلوم ہو جائے کہ اس نے شادی میرے لئے نہیں کی بلکہ میرے ساتھ آنے والے جہیز کے لئے کی ہے تو سوچو کہ بیوی کے دل میں اس کی کتنی جگہ رہے گی۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۸ ملفوظ: ۷۳)

اس کام میں اخلاص اور تصحیح نیت کی خاص اہمیت

فرمایا: ہماری اس تحریک میں تصحیح نیت کے اہتمام کی بڑی اہمیت ہے، ہمارے کام کرنے والوں کے پیش نظر بس اللہ کے حکم کی اطاعت اور رضا جوئی ہونی چاہئے، جس قدر یہ پہلو خالص اور قوی ہوگا اسی قدر اجر زیادہ ملے گا، اسی لئے عام قانون ہے کہ جب دین کے لئے قربانیاں کرنے کے مصالح اور منافع کھل کر آنکھوں کے سامنے آجائیں تو اجر گھٹ جاتا ہے، کیونکہ پھر قدرتی طور پر وہ مصالح بھی فی الجملہ مقصود ہو جاتے ہیں، دیکھو فتح مکہ سے پہلے جانی اور مالی قربانیوں کا جو اجر تھا بعد میں وہ نہیں رہا، کیونکہ فتح مکہ ہو جانے کے بعد غلبہ اور حکومت کی صورت نظروں کے سامنے آگئی۔

لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وقَاتَلَ اُولٰئِکَ أعْظَمُ دَرَجَةً مِن الَّذِیْنَ اَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَکُلًّاوَّعَدَاللّٰہُ الْحُسْنیٰ.(سورۂ حدید پ۲۷)

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۸۶ ملفوظ:۱۰۴)

ترجمہ:تم میں سے جنہوں نے (مکہ کی فتح) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی لڑی وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں ہیں وہ درجے میں ان لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور لڑائی لڑی، یوں اللہ نے بھلائی کا وعدہ ان سب سے کر رکھا ہے۔ (توضیح القرآن)

چھٹا نمبر تفریغ وقت

یعنی دینی کام کے لئے وقت فارغ کرنا

چھٹا نمبر تفریغِ وقت

سب کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ کلمہ اور نماز کی محنت کو لے کر سارے عالم میں پھرنا

چھٹا نمبر: النفر (یعنی دین کی اشاعت کے لئے وقت کو فارغ کرنا اور اللہ کے راستے میں نکلنا)

فرمایا: کلمہ و نماز کو لے کر ذکر کی پابندی کے ساتھ ان کے فضائل کو معلوم کرتے ہوئے ہر ذی حق کے حق کو ادا کرتے ہوئے، اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں دربدر کوبکو شہر بشہر اقلیم در اقلیم پھرنا، جو ہر مسلم کا جوہر، جو اصل ہے دینی شعبہ کی، جو خصوصیت تھی تمام انبیاء کرام کی، اور امتیاز ہے اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، ہر امتی داعی ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لانے والے ہر فرد کا یہی مشغلہ اور یہی فکر تھا، یہی ہر شعبۂ دینیہ کی اصل اور جڑ ہے، اس وقت ارکان جو کہ اس دینی شجر کی ہر شاخ کو تروتازہ اور سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے کافی تھے، اس زمین کو ترک کرنے کی بنا پر خود بے شاخ اور صرف تنے کی صورت میں باقی رہ گئے۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص: ۱۱۱)

تفریغ وقت یعنی دینی باتوں کو پھیلانے کے لئے وقت فارغ کرنا

فرمایا: ان چیزوں کو پھیلانے کے لئے اصل فریضۂ محمدی سمجھ کر نکلنا یعنی ملک بہ ملک رواج دینا۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۸۸)

فائدہ: تفریغ وقت کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ کہ دینی باتوں کو پھیلانے اور عام کرنے کے لئے وقت فارغ کرنا، اپنے مشاغل میں سے اس کام کے لئے وقت نکالنا اوران چیزوں کو پھیلانا۔

یعنی کلمہ طیبہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنا، نماز، علم وذکر وغیرہ کو پھیلانے کی کوشش کرنا، یہی مطلب ہے تفریغ وقت کا جو چھ نمبروں میں سے اہم نمبر ہے۔

خطرہ کا وقت آنے سے پہلے وقت کو غنیمت جانو اور مستعدّی سے کام کرو

فرمایا: دوستو! ابھی کام کا وقت باقی ہے، عنقریب دین کے لئے دوزبردست خطرے پیش آئیں گے، ایک تحریک شدھی کی طرح کفر کی تبلیغی کوشش، جو جاہل عوام میں ہوگی، اور دوسرا خطرہ ہے الحاد ودہریت کا جو مغربی حکومت وسیاست کے ساتھ ساتھ آرہا ہے، یہ دونوں گمراہیاں سیلاب کی طرح آئیں گی، جو کچھ کرنا ہے ان کے آنے سے پہلے پہلے کرلو۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۴ ملفوظ: ۸۳)

دعوت وتبلیغ کے لئے وقت نکالو

فرمایا: رفتہ رفتہ اس عمل کے لئے وقت نکالو، اپنے مشاغل میں رہتے ہوئے اس کام کو بھی کرو، ہمت کرکے اٹھو، پہلے جاؤ، پیچھے آؤ۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۵و۲۶)

فائدہ: امت کے حالات دیکھتے ہوئے ضرورت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تمنا یہی تھی کہ ہر طبقہ کے لوگ کسی نہ کسی درجہ میں اس کام سے ضرور منسلک ہوں، مشغول حضرات خواہ دینی کام میں لگے ہوں یا دنیادار حضرات، سب کے لئے حضرت یہی چاہتے تھے کہ اس کام کے لئے وقت نکالیں، یکبارگی وقت نہیں نکال سکتے تو تھوڑا تھوڑا وقت نکالنے کی عادت ڈالیں، یہ بھی مشکل ہو تو کم از کم اپنے کام اور اپنے مشاغل میں لگے رہنے کے ساتھ مقامی طور پر اس کام کو بھی کرتے رہیں، فرماتے ہیں: ہمت تو کرو، قدم آگے بڑھاؤ دینی کاموں میں پیش قدمی کرو، سب سے پہلے آؤ اور سب سے بعد میں جاؤ، اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت پسند ہے۔

اللہ کے کام میں نہ لگنا اور دنیا میں منہمک رہنا بڑی محرومی ہے

فرمایا: دیکھو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ خدا غائب نہیں ہے بلکہ شاہد ہے اور ہر آن شاہد ہے، تو اس کے حاضر ہوتے ہوئے بندوں کا اس میں نہ لگنا اور اس کے غیروں میں لگا رہنا یعنی اس سے اعراض اور اس کے ماسوا میں اشتغال وانہماک، سوچو کہ کیسی بے نصیبی اور کتنی بڑی محرومی ہے، اور قیاس کرو کہ یہ چیز خدا کو کس قدر غضبناک کرنے والی ہوگی؟......اور خدا کے دین کے کام سے غافل رہنا اور اس کے اوامر واحکام کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے دنیا میں لگا رہنا ہی اس سے اعراض اور اس کے ماسوا میں اشتغال وانہماک ہے، اور اس کے برعکس اللہ میں لگنا یہ ہے کہ اس کے دین کی نصرت میں لگا رہے اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرتا رہے، مگر اس کا لحاظ رکھنا پڑے گا کہ جو بات جتنی زیادہ اہم اور جتنی زیادہ ضروری ہو اس کی طرف اسی قدر توجہ دی جائے، اور یہ چیز معلوم ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے، اور معلوم ہے کہ آپ نے جس

کام کے لئے سب سے زیادہ محنت کی اور سب سے زیادہ تکلیفیں برداشت کیں وہ کام تھا کلمہ کا پھیلانا، یعنی بندوں کو خدا کی بندگی کے لئے تیار کرنا اور اس کی راہ پر لگانا، تو یہی کام سب سے زیادہ اہم رہے گا اور اس کام میں لگنا اعلیٰ درجہ کا خدا میں لگنا ہوگا۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒ ص ۲۸ ملفوظ: ۲۱)

بدترین موت کا خطرہ

فرمایا: اس بات کا ضرور یقین کرنا چاہئے کہ جو شخص اسلام کے مٹنے کا درد لئے ہوئے بغیر مرے گا اس کی موت بدترین موت ہے، مذہب کے فروغ سے غفلت والا اور اپنی ہی لذت اور دنیاوی زندگی میں مست رہنے والا قیامت کے دن روسیاہ اٹھے گا۔

میرے دوستو! دین کی کوشش میں لگا ہوا شخص مرنے کے وقت تر و تازہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخ روئی سے منھ کر سکے گا، اور محمدی دین سے غفلت میں مرنے والا روسیاہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے منھ نہ کرنے قابل اور بری موت مرے گا، دین کے اندر کی کوشش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درد کا مرہم ہے، اتنی بڑی ہستی کے مرہم کا فکر نہ کرنا بڑی جہالت اور سخت بری بات ہے۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۳۰۲)

ایک آدمی مستقلاً دین کے لئے نکلے باقی لوگ ہر ماہ تین دن کے لئے

فرمایا: میوات کے تمام ملک میں ہر گھر میں ایک آدمی مرنے کے بعد والی زندگی گھر کے درست کرنے کے لئے ملک بملک پھرنے کے لئے اور باقی تمام گھر

والے صرف تین دن کے لئے اپنے ملک میں دین پھیلانے کو لازمی خیال کریں، اور یہ مقدار بمنزلۂ زکوٰۃ قرار دے کر، باقی سب وقت اپنے معاش کے کمانے میں مگر حرام وحلال کا دھیان رکھتے ہوئے مشغول رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ دارین کی نعمتوں سے مالا مال دنیا بھی ہوگی اور آخرت کے لئے بڑا درجہ پائیں گے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۱۳۰)

نکلنے کے بعد گھر واپسی کے لئے بے قراری اچھی علامت نہیں

فرمایا: (اللہ کے راستہ میں) نکل لینے کے بعد گھر کے واپس جانے کو اتنا بے قرار کہ ان کا تھامنا مشکل، (ایک) تو گھر سے نکلیں تو مشکل سے اور نکلنے کے بعد یہ ختم ہونے والا گھر اپنی طرف کھینچتا رہے تو یہ دین کا گھر کس طرح آباد ہوگا، جب تک گھروں پر رہنا دشوار نہ ہونے لگے جیسا اس وقت تبلیغ کے لئے دشوار ہے، اور جب تک تبلیغ کے لئے چار چار مہینے ملک درملک پھرنے کو جزو دین بنانے کی کوشش کے لئے پورے اہتمام کے ساتھ آپ لوگ کھڑے نہیں ہوں گے، اس وقت تک قومیت (امت) صحیح دینداری کا مزہ نہیں چکھے گی، اور حقیقی ایمان کا ذائقہ کبھی نصیب نہیں ہوگا، سال بھر میں دو تین یا چار مہینہ دین سیکھنے کے لئے ملک بہ ملک پھرنے کا رواج اس وقت دین کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے۔

دین ایک قلعہ ہے کہ جو اپنے درست ہونے سے دینداروں کی حفاظت کرتا ہے اور دارین کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

ایک ساتھ بڑی کوتاہ نظری ہے کہ جو اس کی کوششوں کو دنیاوی کاروبار کا حرج سمجھتے ہیں۔　(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۹۷، ۹۸)

عام لوگوں کے لئے تین چلے اور علماء کے لئے سات چلے کیوں؟

فرمایا :زیادہ نکلنے کا عزم کرو، اس کی دعوت دو، تین چلے گذارو، علماء کرام کے لئے سات چلے ہیں، چلنے والے سے چلانے والے میں زیادہ استعداد کی ضرورت ہے۔ (ارشادات مکتوبات ص ۲۴)

فائدہ: موٹی سی بات ہے جس سے جتنا بڑا کام لینا ہوتا ہے اور جتنی بڑی ذمہ داری جس کے سپرد کرنا ہوتی ہے اسی کے مطابق اس کے اندر استعداد رکھی جاتی ہے، اس کے باطن کو اتنا ہی پختہ اور مضبوط کیا جاتا ہے، اسی شان کے مطابق اس سے مجاہدے کرائے جاتے ہیں، سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑا کام لینا تھا ان سے بڑا مجاہدہ کرایا گیا اور پھر ان کو امامت سے سرفراز کیا گیا، وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰاھِیمَ رَبُّہٗ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ،قَالَ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً۔ (پ البقرہ)

ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب بڑا کام لینا تھا اور سب سے بڑی ذمہ داری عائد کرنی تھی اس لئے آپ سے سب سے بڑے مجاہدے کرائے گئے اور آپ کو اماموں کا بھی امام بنایا گیا، اسی طرح آج بھی جس کی ذمہ داری بڑی ہوتی ہے اس سے مجاہدہ زیادہ کرایا جاتا ہے، بڑی مشین کے پرزے بھی مضبوط ہوتے ہیں اس کی بیٹری کو بھی دیر تک چارج کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے کام بھی بڑا اور زیادہ لینا ہوتا ہے۔

علماء کرام کی بہت بڑی ذمہ داری ہے، وہ نبی کے وارث اور جانشین ہیں ان کا کام صرف چلنا نہیں بلکہ لوگوں کو چلانا، رہبری کرنا، رہنمائی کرنا ہے، اس لئے لوگوں کے لئے اگر تین چلے کافی ہیں تو علماء کے لئے سات چلوں کی ضرورت ہے، ان کی بیٹری

زیادہ چارج ہونی چاہئے، ان کی ٹنکی بڑی اور فل ہونی چاہئے۔

حاشا وکلا یہ مطلب ہرگز نہیں جیسا کہ بعض نادان کم ظرف لوگ بیان کرتے ہیں کہ علماء کا شیطان بھی بڑا ہوتا ہے، ان کا دل بھی تکبر اور بڑائی سے پُر ہوتا ہے، ان کے دل کا خناس آسانی سے نہیں نکلتا، ان کی اصلاح جلدی اور آسانی سے نہیں ہوتی، اگر عوام کے لئے ایک یا تین چلے کافی ہیں تو علماء کا مرض چونکہ سخت ہے آسانی سے نہیں جائے گا، ان کے علاج کے لئے سات چلوں کی ضرورت ہے، اس کے بغیر ان کا نفس اور شیطان قابو میں نہیں آئیگا، اناللّٰہ و انا الیہ راجعون۔

یہ خیال ہرگز صحیح نہیں، یہ تو علماء کے ساتھ بڑی بدگمانی ہے جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں، بہت سے لوگ زبان سے اس کا اظہار بھی کرتے اور بدگمانی کے ساتھ بدزبانی کے گناہ میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اور یہ دونوں مرض گناہ کبیرہ ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حقیقت وہی ہے جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ علماء کا کام صرف چلنا نہیں بلکہ امت کو چلانا ہے، اس لئے ان کی استعداد اور باطنی قوت بھی اسی شان کی ہونا چاہئے، کیونکہ ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے، اس لئے ان کے لئے سات چلے تجویز کئے گئے ہیں تاکہ ان کی استعداد کامل اور پختہ ہو جائے۔

واضح رہے کہ مطلوب استعداد اور باطنی قوت بھی کوئی سات چلوں پر ہی موقوف نہیں کسی کے لئے اس سے زائد کی بھی ضرورت پیش آسکتی ہے، اور کسی کو وہبی طور پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بغیر اس مجاہدہ کے بھی یہ قوت عطا فرما دیتا ہے، کسی کو دوسرے

مجاہدوں سے یہ بات نصیب ہو جاتی ہے، ہزاروں اولیاء اللہ کو یہ قوت بزرگوں اور مشائخ کی صحبت سے حاصل ہوئی ہے، یہ باطنی قوت واستعداد محض سات چلوں ہی پر موقوف نہیں، مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ، مولانا علی میاں صاحبؒ، مولانا ابرار الحق صاحبؒ وغیرہ جنہوں نے دین کے بڑے بڑے کام کئے اور پورے علاقہ کو فیض یاب کیا بلکہ خود حضرت محمد الیاس صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ ،حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہم ان حضرات کے بھی سات چلے نہیں لگے......

نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج کے دور میں اگر کسی عالم یا امام مسجد کا سال یا تبلیغ میں کافی وقت نہ لگا ہو تو اس کو ناقص الایمان سمجھتے اور ان سے بدگمان ہوتے ہیں جو گناہ کبیرہ ہے، یہ ایک شیطانی حربہ ہے جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں اور ان کو اس گناہ کبیرہ میں مبتلاء ہونے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

اللھم احفظنا منه۔

اس کام میں دوسروں کو لگانے، کام سکھانے اور افراد تیار کرنے کی ضرورت

فرمایا: خود کام کرنے سے بھی زیادہ توجہ اور محنت دوسروں کو اس کام میں لگنے اور انہیں کام سکھانے کے لئے کرنی چاہئے، شیطان جب کسی کے متعلق یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ تو کام کے لئے کھڑا ہو ہی گیا، اور اب میرے بٹھائے بیٹھنے والا نہیں تو پھر اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ خود تو لگا رہے، مگر دوسروں کو لگانے کی کوشش نہ کرے اور اس

لئے وہ اس پر راضی ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اس کارِ خیر میں ہمہ تن اس قدر انہماک سے لگ جائے کہ دوسروں کو دعوت دینے اور لگانے کا اس کو ہوش ہی نہ ہو، بس شیطان کو شکست یوں ہی دی جاسکتی ہے کہ دوسروں کو اٹھانے اور انہیں کام پر لگانے اور کام سکھانے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے، اور دعوت الیٰ الخیر اور دلالت علیٰ الخیر کے کام پر اجر وثواب کے جو وعدے قرآن وحدیث میں فرمائے گئے ہیں ان کا تصور اور دھیان کرتے ہوئے اور اسی کو اپنی ترقی اور تقرب کا اعلیٰ ذریعہ سمجھتے ہوئے اس کے لئے کوشش کی جائے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۱ ملفوظ نمبر ۱۱۹)

فرمایا: لوگوں کو دین کی طرف لانے اور دین کے کام میں لگانے کی تدابیر سوچا کرو (جیسے دنیا والے اپنے دنیاوی مقاصد کے لئے تدبیریں سوچتے رہتے ہیں) اور جس کو جس طرح سے متوجہ کر سکتے ہو، اس کے ساتھ اسی راستے سے کوشش کرو، "وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا." (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۱ ملفوظ نمبر ۱۲۱)

اس کام میں دوسروں کو لگانے اور نکالنے کی اہمیت

فرمایا: (کوئی شخص دعوت وتبلیغ کا یہ کام) اگر خود نہ کر سکے تو دوسروں کے ذریعہ (یعنی دوسروں کو بھیج کر، یا ان کو تیار کر کے ثواب حاصل کرے، اگر اس طرح) بھی نہ کما سکے تو (ایسا شخص) بڑا شقی (اور محروم) ہے، اپنے سے زیادہ دوسروں کو تیار کرو، کیا خبر کسی کے خلوص کی برکت سے تجھے بھی توفیق ہو جائے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳)

فائدہ: حضرت اقدسؒ کی امت کے ساتھ غایت درجہ محبت وشفقت کا حال یہ تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ اس کارِ خیر سے کوئی محروم نہ رہے، اپنی کسی مجبوری اور معذوری کی

وجہ سے یا گھریلو حالات کی وجہ سے اگر خود عملی طور پر اس کام میں حصہ نہیں لے سکتا، اجتماعات میں شریک نہیں ہو سکتا، تبلیغ کے خاطر سفر نہیں کرسکتا تو کم از کم دوسروں کو تیار کر کے بھیجے، اس کی ذہن سازی کرے جو جانے کو آمادہ ہوں لیکن پیسوں کی وجہ سے نہ جا سکتے ہوں، ان کے پیسوں کا انتظام کردے، تو یہ بھی اس کام میں شریک سمجھا جائے گا۔

یہ حدیث پاک کا مضمون ہے جس کو حضرت مولانا نے بیان فرمایا کہ جو دوسروں کے لئے نیک کام کا ذریعہ بنے گا، یا دلالت علی الخیر کرے گا، تو اس نیک کام کا ثواب اس شخص کو بھی ملے گا، جس نے دلالت علی الخیر کی، اور اس کا انتظام کیا، **من دل علی خیر فھو کفاعله**، یعنی جس نے کسی نیک کام کی رہنمائی کی تو ایسا ہے جیسے خود اس نے یہ کام کیا۔ (ابوداؤد شریف کتاب الادب)

اسی طرح جو حضرات اپنے علمی اور دینی مشاغل کی وجہ سے نہیں جاسکتے ان کو چاہئے کہ دوسروں کو نکلنے کی ترغیب دیں، تو وہ بھی ان کے اجر و ثواب میں شریک ہو جائیں گے، حضرتؒ کے اس فرمان سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ حضرتؒ سب کے لئے عملی طور پر کام میں لگنے اور نکلنے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ بعض دوسرے موقعوں پر بیان بھی فرمایا، بعض اللہ کے بندے واقعی ایسے مشغول یا معذور ہوتے ہیں کہ وہ نہیں نکل سکتے، ان کے لئے حضرت نے یہ نسخہ بتلایا تاکہ وہ بھی محروم نہ رہیں۔

جو خود نہ نکل سکے وہ دوسروں کو ترغیب دے

یا اپنے پیسے سے دوسروں کو بھیجے

فرمایا: ہماری تبلیغ کا اصل مقصد طاغوت سے ہٹنا اور اللہ کی طرف رجوع

کرنا ہے، اور یہ بدون قربانی کے نہیں ہوسکتا، دین میں جان کی بھی قربانی ہے اور مال کی بھی، سو تبلیغ میں جان کی قربانی یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اپنے وطن کو چھوڑے اور اللہ کے کلمہ کو پھیلائے، دین کی اشاعت کرے، مال کی قربانی یہ ہے کہ سفرِ تبلیغ کا خرچ خود برداشت کرے۔

اور جو کسی مجبوری کی وجہ سے کسی زمانہ میں خود نہ نکل سکے وہ خصوصیت سے اس زمانہ میں دوسروں کو تبلیغ میں نکلنے کی ترغیب دے، اوروں کو بھیجنے کی کوشش کرے، اس طرح ''اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ '' کی بناء پر جتنوں کو یہ بھیجے گا، ان سب کی کوششوں کا ثواب اس کو بھی ملے گا، اور اگر نکلنے والوں کی امدادِ مالی بھی کرے گا تو مالی قربانی کا بھی اس کو ثواب ملے گا، پھر ان جانے والوں کو اپنا محسن سمجھنا چاہئے کہ جو کام ہمارے کرنے کا تھا مگر ہم کسی عذر کی وجہ سے اس وقت نہیں کرسکے تو یہ حضرات ہمارے فرض کو ادا کر رہے ہیں، دین یہی ہے کہ قاعدین ومعذورین، مجاہدین کو اپنا محسن سمجھیں۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس ؒ ص ۴۵ ملفوظ نمبر ۴۰)

جو لوگ نکلنے کی مالی استطاعت نہیں رکھتے ان کا انتظام خود کردو

فرمایا: لوگوں کو ترغیب دو کہ وہ دین سیکھنے سکھانے اور دین کو پھیلانے کے واسطے اپنے خرچ پر گھروں سے نکلیں، اگر ان میں اس کی بالکل استطاعت نہ ہو یا وہ اتنے ایثار پر آمادہ نہ ہوں تو پھر حتی الوسع ان ہی کے ماحول سے اس کا انتظام کرو، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر دوسری جگہ سے ہی انتظام کردو، لیکن یہ چیز (یعنی اپنی ذاتی حاجتوں میں بجائے اللہ کے بندوں پر نظر ہونا جس کا نام اشراف ہے) ایمان کی جڑوں کو کھوکھلا کردینے والی ہے۔

نیز ان نکلنے والوں کو یہ بھی اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ اس راہ کی تکلیفوں، بھوک پیاس وغیرہ کو اللہ کی رحمت سمجھیں، اس راستہ میں یہ تکالیف تو انبیاء اور صدیقین اور مقربین کی غذائیں ہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص ۳۷ ملفوظ ۸۲)

ناسمجھ بچوں کو بھی نیک صحبت کا فائدہ پہنچتا ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے ایک معتقد اور کام سے منسلک شخص سے فرمایا:

بچوں کو کیوں نہیں لائے؟ ہم نے عذر پیش کیا، فرمایا تم خود تو بچوں کے سمجھانے سے قاصر ہو، اور اپنے قصور کو محمول کرتے ہو ان کی ناسمجھی پر۔

بچوں کے لئے کسی چیز کا سمجھنا ضروری نہیں، ان میں ڈالنا، انہیں دکھانا، اور احساس دلانا اصل چیز ہے، اگر یہ نہیں تو بچہ کے کان میں اذان کا مطلب کیا ہے؟

(یعنی ناسمجھ بچہ کے کان میں اذان دینا فائدہ سے خالی نہیں تب ہی تو شریعت میں نومولود بچہ کے کان میں اذان دینے کا حکم ہے)۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۱۶۹)

بھائیو! اپنے بچوں کو نیک اور اچھی باتیں سناتے رہو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ: ۱۷)

نابالغ بچوں کے تبلیغ میں نکلنے سے متعلق اظہارِ خیال

فرمایا: بچوں سے تبلیغ شروع میں کرانی اگر محض آلہ (یعنی ان کی تربیت اور

مشق) کی غرض سے ہو تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر سچے درد دل سے محسوس کیا جائے تو مکلّف (یعنی بالغ) چاہے مرد ہو یا عورت اپنے فرائض کے ترک سے مورد لعنت و غضب الٰہی ہو رہا ہے، (یعنی اس کام میں کوتاہی کے نتیجہ میں سب حق تعالیٰ کے غصہ کے مستحق ہو رہے ہیں) اس لئے اپنا رخ (دعوتی و تبلیغی کام میں) صرف مکلّف (یعنی بالغ) کی طرف رکھنا چاہیئے، البتہ بچوں کو آلہ بنانا اور بقاء کی امید سے لگائے رکھنا ایک امر مستحسن ہے (یعنی پسندیدہ عمل ہے، جبکہ کوئی دوسری خرابی لازم نہ آئے، بعض موقعوں میں امردوں یعنی بے ڈاڑھی کے نابالغ حسین لڑکوں کے نکلنے سے فتنے ہو جاتے ہیں اس لئے احتیاط بھی ضروری ہے، واللہ اعلم (مرتب)

فائدہ: نابالغ بچوں کو جماعت میں بھیجنے یا خانقاہوں میں رہنے کے لئے علماء نے یہی شرطیں بیان کی ہیں کہ: ان کے رہنے سے دوسروں کا نقصان نہ ہو، یہ دوسروں پر بوجھ بن کر نہ رہیں، نیز ان کا موجود ہونا دوسرے فتنوں کا باعث نہ بنے مثلاً امردوں یعنی خوبصورت لڑکوں کا قریب ہونا یہ خود فتنہ اور خطرہ سے خالی نہیں، دن رات ساتھ میں بے تکلف رہنا، خدمت کرنا، خدمت لینا، بے تکلفی سے باتیں کرنا، خوش مزاج بن کر رہنا بسا اوقات بڑے فتنوں کا باعث بن جاتا ہے۔ اسلیئے بڑی احتیاط چاہیئے۔

ساتواں نمبر

لایعنی باتوں سے پرہیز

ساتواں نمبر لایعنی سے پرہیز

فرمایا: ساتواں نمبر لایعنی باتوں سے پرہیز یعنی ان (چھ) نمبروں کے علاوہ اور باتیں نہ کی جائیں۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۴۷)

فرمایا: چار باتیں چار لاکھ حدیثوں کا خلاصہ ہیں (ان میں سے ایک) لایعنی سے بچنا ہے۔

لایعنی (فضول کاموں اور باتوں) کا مشغلہ آب وتاب (ترقی کو) کھو دیتا ہے، اور محرمات (ناجائز کاموں) کا اشتغال گندہ کر دیتا ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۸۹و۱۱۱)

فائدہ: مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعوت وتبلیغ میں مشہور تو چھ نمبر ہی ہیں جن کی حیثیت اصول ومبادی کی ہے، یعنی وہ چھ نمبر ایسی متفق علیہ بنیادی باتیں جن میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں، انہیں بنیادوں کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کے نتیجہ میں پورا دین زندگی میں ان شاء اللہ آجائے گا، یہ مقصد ہے ان چھ نمبروں کا۔

تو اصل تو چھ نمبر ہی ہیں لیکن ان چھ نمبروں کی حفاظت کے لئے ساتواں نمبر بھی ضروری ہے جو بطور تتمہ کے ہے اور وہ لایعنی اور فضول کاموں، فضول باتوں سے پرہیز کرنا ہے۔

یعنی ان چھ نمبروں سے ہٹ کر کوئی بھی غیر ضروری بات، غیر ضروری کام نہ کیا جائے، یہ حاصل ہے ترک مالایعنی کا، یہ مطلب نہیں کہ چھ نمبروں کے علاوہ جو بھی بات کی جائے وہ لایعنی اور فضول کا مصداق ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ چھ نمبر کے علاوہ کوئی غیر ضروری بات غیر ضروری کام نہ کیا جائے ورنہ ان چھ نمبروں کا نور اور محنت کا اثر زائل ہو جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے آدمی کا اسلام اچھا رہتا ہے جو لایعنی کو

یعنی فضول کاموں اور فضول باتوں کو ترک کردے، اور یہ بات اہل علم سے معلوم کرنے کی ہے کہ فضول بات اور فضول کام کس کو کہتے ہیں، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جو بات دین سے ہٹ کر ہو وہ فضول ہے، بیوی بچوں سے ہنسی مذاق، دلار پیار فضول ہے، ایسا سمجھنا غلط ہے، بعض موقعوں میں بیوی بچوں سے ہنسی دل لگی اور تفریح کی باتیں کرنا فضول بات نہیں، بلکہ ان کا حق اور سنتِ رسول ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

دعوت و تبلیغ میں سات نمبروں کی اہمیت

فرمایا: ہماری دعوت کے چھ نمبر وجودی ہیں (یعنی ایسے ہیں جن میں کچھ کرنا پڑتا ہے) اور ایک عدمی، یعنی تبلیغ کے لئے نکلنے کے زمانہ میں چھ اصول ایسے ہیں جن کو عمل میں لایا جائے اور ان کی پابندی کی جائے اور ایک نمبر ایسا ہے جس سے ان اوقات میں بچا جائے، (یعنی فضول کاموں فضول باتوں سے اور) لایعنی اور معاصی، محرمات سے اشتغال نہ ہو۔ (ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳)

فائدہ: حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

رات دن ہمارا سبق ہے کہ ہم ایسے اور ہم ویسے اور دوسرا ایسا اور ایسا، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اپنی آنکھ میں شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھ کے تنکے کا تذکرہ کر رہے ہیں حالانکہ اول تو یہ دونوں مستقل عیب ہیں کیونکہ اپنے عیبوں کا نہ دیکھنا یہ بھی گناہ ہے اور دوسرے کے عیوب کو بے ضرورت دیکھنا یہ بھی گناہ ہے اور بے ضرورت کے یہ معنی ہیں کہ اس میں کوئی شرعی ضرورت نہ ہو۔

ایسے افعال جو شرعاً ضروری اور مفید نہ ہوں عبث اور لایعنی کہلاتے ہیں حدیث پاک میں ان کے ترک کا امر ہے۔ (نسیان النفس دعوات عبدیت ۱۲/۸۷)

ہم لوگوں کی مجالس میں رات دن تمام مخلوق کی غیبتیں شکایتیں ہوتی ہیں کیا ان سے سوائے بدنام کرنے کے اور کچھ مقصود ہوتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ یہ لوگ ایک تو غیبت کے گناہ میں مبتلا ہوئے اور دوسرے ایک لایعنی فعل کے مرتکب ہوئے۔

(دعوات عبدیت ۹۲ ج ۱۲)

اور مولویوں کو برا بھلا کہنا اس میں علاوہ اس کے کہ بعض اوقات معصیت بھی ہوجاتی ہے عوام پر برا اثر ہوتا ہے، وہ سب سے بدگمان ہوجاتے ہیں، اگر کسی صاحبِ باطل کے شر سے بچانا ہی ضروری ہو تو تہذیب کے ساتھ اطلاع کردینا کافی ہے اور جس طرح خود اس میں مشغول ہونا مضر ہے اسی طرح کسی دوسرے مشغول کے ساتھ شریک ہوجانا یعنی کسی دوسرے شکایت کرنے والے سے مولویوں کی شکایت سن لینا بھی ایسا ہی مضر ہے۔
(حقوق العلم ص:۹۶ تجدید تعلیم ص:۱۱۷)

وقت کی بہت قدر کیجئے ایک لمحہ ضائع نہ ہونے دیجئے

فرمایا: وقت چلتی ہوئی ریل گاڑی ہے، گھنٹے منٹ اور لمحے گویا اس کے ڈبے ہیں، اور ہمارے مشاغل اس میں بیٹھنے والی سواریاں ہیں، اب ہمارے دنیوی اور مادی ذلیل مشاغل نے ہماری زندگی کی ریل کے ان ڈبوں پر ایسا قبضہ کرلیا ہے کہ وہ شریف اخروی مشاغل کو آنے نہیں دیتے، ہمارا کام یہ ہے کہ عزیمت سے کام لے کے ان ذلیل اور دنی مشاغل کی جگہ ان شریف اور اعلیٰ مشاغل کو قابض کردیں جو خدا کو راضی کرنے اور ہماری آخرت کو بنانے والے ہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۸ ملفوظ:۳۳)

زبان کو بے جا استعمال کرنے سے آدمی کتے اور خنزیر سے بدتر ہو جاتا ہے

فرمایا: انسان کا امتیاز اپنے ماسوا دوسری مخلوقات سے زبان کی وجہ سے ہے، ہونا تو چاہئے یہ امتیاز خیر ہی میں لیکن ہوتا ہے یہ شر میں بھی یعنی جس طرح انسان زبان کے صحیح استعمال اور اس سے اللہ کا اور دین کا کام لینے کی وجہ سے خیر و سعادت میں فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے، اسی طرح زبان کو بے جا استعمال کرنے سے خنزیر اور کتے جیسے جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، **وھل یکب الناس فی النار علی مناخرھم الاحصائد السنتھم.** (موطا مالک) (یعنی زبان کا غلط استعمال اور بکواس ہی لوگوں کو اوندھے منہ دوزخ میں لے جائے گی)۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒص ۶۸ ملفوظ: ۷۴)

امتیاز و تفوق میں زبان کے استعمال کو خاص دخل ہے

فرمایا: انسان کو اپنے ماسوا پر جو امتیاز و تفوق حاصل ہے اس میں زبان کو خاص دخل ہے، اب اگر زبان سے آدمی اچھی ہی باتیں کرتا ہے اور خیر ہی میں اس کو استعمال کرتا ہے تو یہ امتیاز اور تفوق اس کو خیر میں حاصل ہوگا، اور اگر زبان کو اس نے آلۂ شر بنا رکھا ہے، مثلاً بری باتیں بکتا ہے اور ناحق لوگوں کو ایذاء دیتا ہے تو پھر اسی زبان کی بدولت وہ شر میں ممتاز اور بالاتر ہوگا، حتی کہ کبھی کبھی یہی زبان آدمی کو کتے اور خنزیر سے بھی بدتر کردے گی، حدیث شریف میں ہے:

وھل یکب الناس فی النار علی مناخرھم الاحصائدالسنھتم.

(یعنی آدمیوں کو جہنم میں اوندھے منہ ان کی بکواس ہی ڈالے گی)

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۰ ملفوظ:۲۷)

فضول کاموں اور فضول باتوں کا نقصان

فرمایا: لایعنی بات نماز کے حسن کو چالیس دن تک کھو دیتی ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۶)

فائدہ: حق تعالیٰ نے کمال ایمان کا معیار اور کامل مؤمنین کے جو اوصاف بیان کئے ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی ہے: وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ، (پ۱۸ مومنون) کہ کامیاب مؤمنین وہ ہیں جو فضول اور لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں یعنی اپنے کو محفوظ رکھتے ہیں، فضول اور لایعنی کا تعلق قال سے بھی ہوتا ہے اور اعمال سے بھی۔

فضول اور لایعنی ہر اس بات یا کام کو کہتے ہیں جس کے کہنے یا کرنے میں کوئی قابل اعتبار فائدہ نہ ہو، نہ دین کا نہ دنیا کا، نہ روح کا نہ جسم کا، نہ اپنا نہ دوسرے کا، نہ ابھی فی الوقت نہ آئندہ، الغرض ایسی بات یا ایسا کام جو فائدے سے خالی ہو اسی کا نام لغو و فضول اور لایعنی ہے، یعنی بے مقصد، بے نتیجہ، لاحاصل کام۔

فضول کاموں اور باتوں میں مشغولی کے بے شمار نقصانات ہیں، ایسے شخص کا قلب حکمت کی باتوں سے خالی ہو جاتا ہے اور وہ کمال ایمان کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے، کامیاب ہونے والے لوگوں کی فہرست سے اس کا نام بھی خارج کر دیا جاتا ہے، عبادات میں بھی اس کا جی نہیں لگتا، اس کی عبادتوں کا حسن اور نور بھی زائل ہو جاتا ہے اسی کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ فضول باتیں نماز کے حسن اور نور کو چالیس دن تک ضائع کر دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو فضول باتوں اور کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسروں کو برا کہنا کفر تک پہنچا دیتا ہے

فرمایا: ایک دوسرے کو برا کہنا بس کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

(ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۰)

فائدہ: قانون قدرت ہے کہ نیکی نیکی کو کھینچتی ہے، برائی برائی کو کھینچ کر لاتی ہے، نیکیاں اور حسنات برائیوں کے دور ہونے کا ذریعہ بنتی ہیں، اِنَّ الحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ، اللہ کا فرمان ہے کہ بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

ایک دوسرے کی برائی کرنا، پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا، باہم سبّ وشتم کرنا، یہ ایک خُلق فاسد اور گناہ کبیرہ ہے جو بسا اوقات آدمی کو لڑائی جھگڑے اور قتل تک پہنچا دیتا ہے، شروعات تو ہوئی تھی ایک دوسرے کو برا کہنے، اور سبّ وشتم سے اور انتہا ہوئی قتل و کفر تک، اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سباب المسلم فسوق وقتاله كفر. (مسلم شریف ص ۵۸)

کسی مرد مسلم کو گالی دینا برا بھلا کہنا فاسقوں کا کام ہے، (جس کے نتیجہ میں قتل تک کی نوبت آجاتی ہے) اور مؤمن کو قتل کرنا کفر ہے۔ (مؤمن کی قید احترازی نہیں، اتفاقی ہے) سابقہ چونکہ مسلمانوں سے زیادہ تھا اس لئے مسلم کی تخصیص کر دی گئی ورنہ حکم سب کو عام ہے، یعنی غیر مسلم سے بھی بلا ضرورت الجھنا، برا بھلا کہنا شرعاً ممنوع ہے)۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے تمام تبلیغی احباب اور کارکنوں کو متنبہ کیا ہے کہ خبردار ایک دوسرے کو برا کہنے میں اپنے قیمتی اوقات ضائع نہ کریں اس کا انجام قتل و کفر ہوتا ہے، بالخصوص اگر دیندار طبقہ اور علماء و مشائخ کے ساتھ اس کی نوبت آجائے تو اپنی ہلاکت کا خطرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مَن عادىٰ لي وَلِيًّا

فَقَد آذَنتُهُ بِالحَربِ، (بخاری شریف ۶۵۰۲) جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے، اور علماء ربانیین و مشائخ تو نبی کے وارث اور ان کے جانشین ہیں ان سے عداوت اور ان کی مخالفت میں اپنی ہلاکت ہی ہے۔

تنبیہ: دینی کام کرنے والوں کے ذہنوں میں بسا اوقات شیطان یہ خیال پیدا کر دیتا ہے کہ ہم جو دینی کام کر رہے ہیں بس یہی اصل اور دینی کام ہے، دوسرے دینی و علمی اور اصلاحی و تصنیفی کاموں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس فکر سے سختی سے منع فرمایا ہے اور اس کو ہلاکت کا ذریعہ بتایا ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

جماعت کے ذمہ دار حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ..... اس بات پر خاص طور سے نظر رکھی جائے کہ اس کام کے کرنے والوں میں یہ احساس پیدا نہ ہو کہ اللہ کے یہاں قابل قبول دینی کام بس یہی ہے اور ان کی دینی برادری صرف ان کے تبلیغی ساتھی ہیں، بلکہ دوسری شکلوں اور دوسری راہوں سے دینی کام کرنے والوں کے لئے بھی ان کے دلوں میں پوری عقیدت اور پورا احترام ہو اور اسی کے مطابق ان کے ساتھ ان کے تعلقات ہوں، جماعت کے سب اکابر جانتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے یہاں ان باتوں کا کتنا اہتمام تھا۔

اگر کسی واقف صاحبِ علم کو تبلیغی جماعت کے کام میں کچھ فکری یا عملی غلطیاں محسوس ہوں تو خیر خواہانہ طور پر ان کو بتانا اور ذمہ داروں کو ان کی طرف توجہ دلانا ایک مشکور دینی خدمت ہوگی اور امت کا کوئی بھی فرد اور کوئی بھی جماعت کبھی اس نصح دینی (خیر خواہی) سے مستغنی نہیں ہو سکتی، تبلیغی جماعت اور اس کے ذمہ داروں سے قریبی واقفیت اور تعلق رکھنے والے اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ ان حضرات نقطۂ نظر اور طرز عمل بالکل یہی ہے (اور انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہی رہے گا) (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ماہ جمادی الاولیٰ ۸۶ھ ص: ۸)

اضافی نمبرات

فصل

اضافی نمبرات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بعض موقعوں میں اپنے تبلیغی احباب کے لئے کچھ اہم ہدایات اور اصول ارشاد فرمائے جو انہیں چھ نمبرات کے مشابہ ہیں، بلکہ بعض باتوں سے متعلق آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ ان کو بھی نمبرات میں شامل کرلو، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس نوع کی باتوں کو اس باب میں جمع کردیا گیا ہے۔(مرتب)

کافروں کو اسلام میں داخل کرنے کی بھی تدبیر کیجئے

ارشاد فرمایا: غیر قوموں کے ساتھ وہ برتاؤ کرو، جو اپنوں کے ساتھ کرتے ہیں، تاکہ وہ اسلام میں داخل ہوں، اس کو بھی نمبر میں (یعنی دعوتی اصول اور تبلیغی چھ نمبر میں) داخل کرو۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۹)

فائدہ: یہ تو یقینی بات ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ حسن اخلاق اور صفائی معاملات سے پھیلا ہے، اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اسلام میں تعصب نہیں، دوسری قوموں کے ساتھ ہمارا عادلانہ ومنصفانہ برتاؤ وہ ہونا چاہئے جو ہم اپنے مسلم بھائیوں سے کرتے ہیں، یہی چیز غیروں کو اسلام سے قریب کرے گی، بلکہ اسلام میں داخل کرے گی، ابتدائی دور میں بھی اسلام ایسے ہی پھیلا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تمام تبلیغی احباب کو اسی امر کی طرف توجہ

دلا رہے ہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی تمہارا برتاؤ اور حسن سلوک ایسا ہونا چاہئے جیسا کہ تم اپنے بھائیوں سے کرتے ہو، ایسا اس لیے کرو کہ ہمارے مذہب کی یہی تعلیم ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی یہی ہے، دوسرے اس نیت سے بھی کہ ہمارے اس برتاؤ سے وہ اسلام کے قریب ہوں اور اسلام کی خوبیوں کا مشاہدہ کر کے خود اسلام میں داخل ہو جائیں۔

یہ اتنی اہم اور ضروری ہدایت ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق تبلیغی نمبروں یعنی دعوتی اصولوں میں اس کو بھی شامل کر لینا چاہئے، خواہ اس طور پر کہ مستقل ایک نمبر کا اضافہ کیا جائے، یا جس نمبر میں اس کا شامل کرنا مناسب ہو (مثلاً چوتھا نمبر اکرام مسلم) اس میں شامل کر دیا جائے اور اکرام مسلم میں مسلم کی قید، قید اتفاقی سمجھ کر اکرام انسان کو پیش رکھا جائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے اس فرمان سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے اور اسلام کی تبلیغ سے غافل نہ تھے بلکہ آپ کے پیش نظر اور آپ کے نشانہ میں غیر مسلم حضرات برادران وطن بھی تھے کہ ان کو اسلام میں داخل کیا جائے اور اس کی تدبیر حضرت کے نزدیک یہ تھی کہ ان کے ساتھ مسلمان ہمدردی اور حسن سلوک کا وہ برتاؤ کریں جو مسلمانوں سے کیا کرتے ہیں۔

فائدہ: غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور برتاؤ کی چند شکلیں ہیں سب جائز ہیں، علاوہ ایک کے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) **معاملات:** یعنی غیر مسلموں سے خرید و فروخت، شرکت میں کاروبار کرنا، ان سے سامان خریدنا، بیچنا، قرض کا لین دین سب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے۔

(۲) **مواساۃ:** یعنی غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کا برتاؤ کرنا مثلاً وہ محتاج ہے، تو اس کی حاجت پوری کرنا پڑوسی کا حق ہے، وہ پریشان حال ہے تو اس کی مدد کرنا، اس کو قرض دینا، بیمار ہے تو اس کی عیادت کرنا، پڑوسی ہونے کی بنا پر اس کو ہدیہ دینا یہ سب بھی جائز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے نیز صحابۂ کرام کا اس کے مطابق عمل بھی رہا ہے۔

(۳) **مداراۃ:** اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں کا کوئی معزز شخص ہمارے پاس آئے یا اس سے کبھی سابقہ پڑے، خواہ وہ کوئی بھی ہو مثلاً سیاسی لیڈر، افسر، حاکم، عہدیدار، حضور پاک کا فرمان ہے کہ جب کسی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام کرو۔

(۴) **موالاۃ:** کا مطلب ہوتا ہے غیر مسلموں سے قلبی دوستی، دلی میل ومحبت کہ ان کو اپنا رازدار بنالے، ان کے مذہبی امور اور تہواروں شریک ہونے لگے، کفرو اسلام اور کافر و مومن کی تفریق ختم کردے، یہ ناجائز اور حرام ہے قرآن پاک میں مختلف موقعوں میں اسی کی ممانعت آئی ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رفتہ رفتہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے، دھیرے دھیرے غیر شعوری طور پر تمہارے اندر بھی کفر و شرک سرایت کر جائے گا اور تم کو پتہ بھی نہ چلے گا۔

غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ سے متعلق

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا جذبہ

مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے معتمد بھی

تھے اور شروع سے رفیق سفر اور صاحب علم بھی، وہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ دین کے محض بعض شعبوں کو نہیں؛ بلکہ پورے دین کو دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی زندگی کا پورا نقشہ سامنے لانا چاہتے تھے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کا اصل داعیہ غیر مسلموں میں کام کا تھا، اس لیے کہ انبیاء کرام کی بعثت کا اولین مقصد یہی کام تھا اور اسی کام سے ابتداء کی گئی تھی۔ مگر پھر خود مسلمانوں میں احساس عمل اور جذبۂ دعوت پیدا کرنے کے لیے مسلمانوں میں اصلاحی کام اس نہج پر شروع کیا گیا کہ ان میں دین کے لیے جد وجہد کا احساس اور دین کی دعوت کا جذبہ پیدا ہو۔

(اسلام کا تبلیغی اور اصلاحی نظام ص: ۲۰۷)

اس کام کے ذریعہ غیر مسلموں کے اسلام میں داخل ہونے کی توقع وتمنا

ارشاد فرمایا: مجھے بڑی امید ہے کہ اگر اس کو (یعنی اس دعوت وتبلیغ کے کام کو کما حقہ) لے کر کھڑے ہو جاؤ تو گاؤں کے گاؤں غیر مسلم کثرت سے مسلمان ہوں گے، اسلام میں ایک ذاتی حسن ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص: ۱۰)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی یہ امید اور توقع اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جب ان طریقوں وتدبیروں کو اختیار کیا جائے جن کا ذکر ماقبل میں ہوا۔

جہاں تبلیغی کام مضبوط ہو گیا ہو وہاں ان کاموں کا اضافہ کر دیجئے غیر مسلموں میں بھی تبلیغ کا اہتمام کیجئے

ارشاد فرمایا: میوات کے اندر تین چیزیں اہم ہیں مدارس، خانقاہیں، غیر مسلم میں اسلام پیش کرنا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۸۲)

میوات میں (جہاں تبلیغی کام مضبوط ہو گیا ہے) حسب ذیل نمبروں کا اضافہ اور ہو گیا ہے۔

زکوٰۃ۔

علم فرائض۔ (میراث کی تقسیم)

غیر مسلموں میں تبلیغ۔

مکتب۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۸۳)

فائدہ: حضرتؒ نے امت کے سامنے جو تبلیغ پیش فرمائی اور اپنے تبلیغی کارکنوں کو آپ جس رُخ پر ڈالنا چاہتے تھے حضرت کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ بہت وسیع تھا، آپ کی نگاہ بہت دور تک تھی، آپ کے خیالات بہت بلند تھے، چنانچہ مذکورہ بالا ارشاد میں آپ نے سارے تبلیغ والوں، خصوصاً جو عرصہ سے کام میں لگے ہوئے ہیں، ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مدارس قائم کرو، خانقاہیں آباد کرو، غیر مسلموں میں تبلیغ کا بھی نظام بناؤ، ان کو بھی اسلام کی دعوت دو۔

چھ نمبروں کے ساتھ اپنے دائرہ عمل اور محنت کے میدان میں ان نمبرات کو بھی

شامل کرلو(۱) زکوٰۃ زندہ کرو(۲) میراث تقسیم کرو اور اس کا رواج دو(۳) مکتب کثرت سے قائم کرو(۴) غیر مسلموں میں بھی اسلام کی تبلیغ کرو۔

احکام ومسائل کی تبلیغ اور اصلاح رسومات وتقسیم میراث بھی ہمارے کام کی ترتیب میں شامل ہے

فرمایا: بعض حضرات کو ہماری اس دعوتِ ایمان کی گہرائیاں معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے لگاؤ نہیں ہے، اور اس کے بجائے دین کے بعض ان احکام ومسائل کی ترویج کی کوشش کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں جن میں مسلمانوں سے کوتاہیاں ہورہی ہیں، مثلاً ......صاحب اور ان کے اہل حلقہ کی نظر میں خاص طور سے شریعت کے فلاں فلاں خاص احکام کی ترویج اور رسوم بد کی اصلاح بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، تو ایسے حضرات کے ساتھ طریقۂ عمل یہ ہونا چاہئے کہ میوات میں ان احکام ومسائل کی کوشش اور اصلاح رسوم کی سعی کے واسطے ہی ان کو اٹھایا جائے۔

ابھی تک میوات میں ترکہ کی تقسیم کے بارے میں بھی بڑی کوتاہی ہے، شریعت کے مطابق ترکہ تقسیم کرنے کا رواج بہت کم ہوسکا ہے، ایسی ہی اور بھی بہت سی بری رسمیں ابھی رائج ہیں مثلاً ابھی تک گوتھ میں شادی کرنے کا رواج نہیں ہوا ہے۔

تو......صاحب اور ان کے متبعین کو میوات میں ان ہی احکام کے پھیلانے کے واسطے اٹھایا جائے اور ان کو یہ بتلایا جائے کہ یہ میواتی لوگ اس تبلیغی دعوت سے ایک درجہ میں مانوس ہوچکے ہیں، پس اگر آپ ان کے اس تبلیغی کام کی تھوڑی سی بھی سرپرستی فرمائیں گے تو پھر انشاء اللہ آپ کے ان مخصوص اصلاحی مقاصد اور اصلاح رسوم کے کام

میں ان سے آپ کو بہت مدد ملے گی اور ان کے ذریعہ آپ میوات میں ان احکام ومسائل کی ترویج اور رسومات جاہلیت کی اصلاح کا کام آسانی سے کر سکیں گے۔

اس طرح ان حضرات کو تمہاری تبلیغی مہم کی گہرائیوں اور وسعتوں کو سمجھنے اور اس کے اثرات ونتائج کا مشاہدہ کرنے کا بھی موقع مل جائے گا، اور پھر انشاء اللہ ان کو اس طرف بھی توجہ ہو جائے گی۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۳ ملفوظ نمبر ۹۸)

اس کی کوشش کیجئے کہ ہمارے کاروبار، قوم کی پنچایتیں اور فیصلے، نکاح وغیرہ سب شرع کے موافق ہوں

مسائل اور احکام شرعیہ کی بے وقعتی سے ایمان جاتا رہتا ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

زیادہ زور اس امر پر دیا جائے کہ قوم اپنی پنچایتیں اور اپنے سب کاروبار اور سب فیصلے شریعت کے موافق کرنے ہی کو اسلام سمجھیں، ورنہ اسلام نہایت ناقص ہے بلکہ بسا اوقات احکام شرعیہ کی بے وقعتی اور بے رخی اور توہین کی بدولت اسلام جاتا رہتا ہے، اور یقیناً کفر ہو جاتا ہے۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۴۱)

فائدہ: حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تمام تبلیغی احباب اور تبلیغ سے منسلک حضرات کو نہایت اہم کام کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کی مروجہ شکل کو اختیار کر کے صرف اسی پر اکتفاء اور بس نہ کریں، یہ تو اصل

کام کا ذریعہ ہے، اس کام کے ذریعہ تو طلب اور پیاس پیدا ہوگی، اب آگے کرنے اور زندگی میں لانے، زندہ کرنے اور رواج دینے کے کام یہ ہیں کہ ہمارے سارے معاملات، تجارت، کاروبار، کھیتی، باغبانی، شادی بیاہ وغیرہ سارے معاملات شریعت کے مطابق ہونے لگیں، اس کے لئے ضروری ہوگا کہ تاجر، کاشتکار، باغ والے، ملازم پیشہ حضرات علماء کی طرف رجوع کر کے اس سلسلہ کے شرعی احکام اور مسائل معلوم کریں، یا خود معتبر کتابوں کا مطالعہ کریں یا علماء و مفتیوں سے ربط رکھ کر ان احکام و مسائل کے سیکھنے کا نظم بنائیں، اس کام کے لئے علیحدہ سے وقت مقرر کریں، الغرض جو بھی صورت اختیار کریں، ہماری پوری معاشرت، خوشی، غمی اور ہمارے تمام معاملات شرع کے مطابق ہونے چاہئے، بعض علاقوں میں باغ والے حضرات آج کل کثرت سے ناجائز معاملات میں مبتلاء ہیں، اوران کو اس کا علم بھی نہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق ہمارے تمام نزاعی معاملات، قومی پنچایتیں، جو عموماً ہر ماحول اور ہر خاندان میں پیش آتے رہتے ہیں ان کو اسلامی قانون کے مطابق اسلامی عدالت اور دارالافتاء کے واسطے سے حل کرائیں، اور اس سلسلہ میں معتبر قاضیوں اور مفتیوں کی خدمات حاصل کریں، اوران کے ذریعہ ہی مسائل سلجھانے کی کوشش کریں اور جن علماء اور قاضیوں اور مفتیوں کی خدمات حاصل کی جائیں وہ بھی بشر ہیں دنیا میں رہتے ہیں ان کی ضروریات اور بشری حاجتیں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں ان کی ضروریات سے بھی غافل نہ ہوں، علماء کی خدمات حاصل کیئے بغیر امت ان کاموں کو انجام نہیں دے سکتی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرما رہے ہیں ان کاموں کی اہمیت سمجھو! یہ سب اتنے ضروری کام ہیں کہ ان کے بغیر ہمارا اسلام ہی ناقص ہوگا بلکہ اگر ان اعمال اور

اس نوع کے احکام ومسائل کی بے وقعتی دل میں آ گئی اور توہین واستخفاف والی باتیں ہماری زبان پر آ گئیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے خطرہ ہے کہ ان کا ایمان ہی جاتا رہے، اور وہ کفر سے جاملیں، خطرہ ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو، اللہ حفاظت فرمائے۔ (مرتب)

تبلیغی احباب اب شرع کے مطابق میراث کا رواج دینے کی کوشش کریں اور اس کی تبلیغ کریں

فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اب میوات میں فرائض (یعنی تقسیم میراث کے شرعی طریقہ) کو زندہ کرنے اور رواج دینے کی طرف خاص توجہ کی جائے اور اب جو تبلیغی وفود وہاں جائیں وہ فرائض کے باب کے (یعنی میراث کے سلسلہ کے) وعدوں اور وعیدوں کو خوب یاد کر کے جائیں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص ۱۰۵ ملفوظ نمبر ۱۲۶)

تبلیغی احباب اب یہ کام بھی کریں کہ ان کے باہمی نزاعات ومقدمات شرع کے مطابق اسلامی عدالت سے حل کئے جائیں

فرمایا: میں اب میوات میں یہ بات پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے نزاعات کا فیصلہ اللہ ورسول سے تعلق رکھنے والوں سے اور شریعت کے مطابق کرائیں، اور ان کا جذبہ یہ ہو کہ اللہ ورسول سے تعلق رکھنے والوں کے فیصلہ سے اگر آدھا بھی ملے تو وہ سراسر رحمت اور برکت ہے اور خلاف شریعت فیصلے کرنے والے سارا بھی دلوائیں تو وہ وبال اور بے برکت ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۷ ملفوظ نمبر ۱۳۰)

اتحاد قائم کرانے کے لئے مختلف تنظیموں تحریکوں اور خاندانوں میں مصالحت بھی کرائیے

فرمایا ''کرنال'' (ایک موضع کا نام ہے اس) کے بارے میں فرمایا کہ (وہاں) جماعتیں جائیں اور نواب لوگوں میں مصالحت کرادیں، لیکن اصل مصالحت جو ہے وہ اللہ کے امروں کو دنیا میں پھیلانا ہے اب اس ترتیب سے اللہ کے امروں کو زندہ کرنے میں دنیا میں پھیل جاؤ اور تفریق (واختلاف) کو مٹاؤ۔

اپنے حقوق کو لینا اور اس میں مارا جانا جو ہے اس سے شہادت کا ثواب ملتا ہے لیکن دین کے واسطے اگر (اپنے ذاتی) حق کو چھوڑ دیوے تو فی کھجور اُحد پہاڑ سونا خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے۔

آپس میں مصالحتیں کراؤ! اس طرح طاقتیں جمع ہوتی چلی جائیں گی، اور کفر میں حق کو پھیلانے کی وجہ سے کفر میں تفریق پڑتی چلی جاوے گی یہاں تک کہ شیرازہ ٹوٹ پھوٹ جائے گا، اور اسلام کی طاقت حق پھیلانے کی وجہ سے بڑھ جائے گی۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۴و۸۵)

فائدہ: کرنال جہاں روساء اور نواب لوگ بھی رہتے ہیں، دین سے دوری اور آپسی اختلافات کا شکار ہیں، حضرتؒ نے اپنے تبلیغی احباب کو جو سمجھ دار اور باصلاحیت ہوں ان کے متعلق فرمایا کہ ایسے لوگوں کی جماعتیں وہاں بھیجی جائیں جو ان کے درمیان مصالحت کرائیں، آپسی اختلافات اور رنجشوں کو ختم کر کے اتحاد واتفاق قائم کرائیں یہ بھی ایک اہم کام ہے جو صدقہ اور نفل سے بڑھ کر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ کام

کئے ہیں، آپ مختلف موقعوں پر مختلف خاندانوں میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے تھے، یہ نبیوں والا کام ہے اس لئے حضرتؒ نے اپنے احباب کو متوجہ فرمایا کہ اس کام کی طرف بھی توجہ کریں اور جو اس کے اہل ہوں وہ اس کام کو جماعتی طور پر انجام دیں ،یعنی اللہ کے بندوں کے درمیان مصالحت کی کوشش کریں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلائی کہ ایک تو بندوں کے درمیان مصالحت کرانا ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان مصالحت کرانا ہے، مصالحت یہ مجازی معنی میں استعمال کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کے بندے اللہ کی نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں ،گویا اللہ سے بغاوت کر رکھی ہے، ایسے باغی اور نافرمان بندوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا ہے، ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنا ہے اللہ کے دین کی طرف کھینچ کر لانا ہے بس یہی اللہ سے مصالحت ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہم کو اپنی اس دعوت و تبلیغ کے ذریعہ اس بات کی بھی کوشش کرنا چاہئے کہ مخلوق میں ایک دوسرے کے حقوق پہچاننے اور ان کے ادا کرنے کا اہتمام ہو، اسی طرح اللہ رب العلمین کے بھی حقوق پہچاننے اور ان کے ادا کرنے کی فکر ہو، یہی ہمارے اس کام کا مقصد ہے۔

اور یہ کام ہوگا کیسے؟ محض اپنی رائے سے نہیں بلکہ اللہ کے اوامر اور اس کے احکام کے ذریعہ یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں جس طرح اللہ کے نبی ﷺ نے اس کام کو کرنے کو فرمایا ہے اسی طرح کرنا ہے، اور اس طرح اللہ کے سارے اوامر اور احکام شرعیہ کو زندہ کرنا ہے ،اور اس کام کے نتیجہ میں بالفرض اگر ہمارا کچھ نقصان بھی ہو جائے یا ہمارا حق فوت ہو جائے تو احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا، اتحاد

واتفاق کی جب اس طرح کوشش کی جائے تو مسلمان متحد ہو کر مضبوط ہو جائیں گے اور کفر کی طاقت کمزور ہوتی چلی جائے گی، کافر کمزور اور مغلوب ہو جائیں گے اور اسلام کا غلبہ ہوگا، یہ ہے غلبۂ اسلام کی صورت کہ باہم اتحاد واتفاق کی کوشش کی جائے۔

فائدہ: اتحاد واتفاق کے موضوع پر حضرت تھانویؒ کے افادات پر مشتمل کتاب ''امت کے باہمی اختلافات اور ان کا حل'' اس مقصد کے لیے نہایت مفید اور جامع ہے، جو تین حصوں پر مشتمل ہے، ابھی غیر مطبوعہ ہے اللہ تعالیٰ جلد اس کی طباعت کا انتظام فرمادے، اسی طرح اس موضوع سے متعلق مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے مضامین ومکاتیب کا مجموعہ اسی نام سے شائع ہو چکا ہے، اختلاف کو مٹانے اور اتحاد واتفاق کو قائم کرنے کے لیے اس کا مطالعہ بھی ان شاء اللہ مفید ہوگا۔

تمت

مرتبِ کتاب کا مختصر تعارف

از مفتی اقبال احمد قاسمی، معتمد تعلیم مدرسہ مظہر العلوم، بیکن گنج، کانپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ہذا کے مرتب صاحب فضل وکمال، ذی علم وذی ہوش باخبر باا ثر، بزرگوں کے منظور نظر، اہل علم کے معتبر ومعتمد، باتوفیق بافیض، صاحب نسبت عالم دین حافظ وقاری، مولانا ومفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی سابق استاد ومفتی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ اور موجودہ استاد حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ہیں، جو اپنی ایک سو سے زائد تصنیفات وتالیفات ،مضامین ومقالات کی بناء پر اہل علم ودانش کے حلقہ میں معروف وممتاز حیثیت کے حامل ہیں، زمانہ قریب کے جملہ مشائخ واکابر حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے صحبت یافتہ اور موٴخر الذکر (حضرت باندویؒ) کے اجازت یافتہ ،خلیفہ (مجاز صحبت) ہیں اور موجودہ اکابر وبزرگان دین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم مظاہر علوم سہارنپور، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہٗ اور نظام الدین دہلی کے اکابر حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم وغیرہ وقت کے معتبر ترین حضرات موصوف مرتب کتاب مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی پر وثوق واعتماد رکھتے ہیں اور زبانی وتحریری تائید وتصدیق ہی

نہیں بلکہ بلند کلمات سے حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ موصوف کی مختلف کتابوں کی تقریظات جو اکابر نے تحریر فرمائی ہیں اس پر شاہد ہیں۔

اکابرِ جماعت تبلیغ اور مرکز نظام الدین کے ذمہ داروں کا آپ پر اعتماد

مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی دامت برکاتہم کا اکابرِ تبلیغی جماعت سے شروع سے ربط رہا:

"شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ سے افتتاحِ بخاری کی سعادت حاصل کی اور بعد عصر ان کی مجالس میں شرکت کی بھی سعادت حاصل رہی، حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ جن کا دعوت و تبلیغ سے خاص ربط تھا ان سے افتاء کی کتابیں پڑھیں، اور مشق کی، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ہتھورا کے تبلیغی اجتماع میں تشریف آوری کے وقت ان کی خدمت اور ان سے استفادہ کا بھی موقع ملا، مفتی موصوف نے حضرت تھانویؒ کے افادات پر مشتمل "دعوت و تبلیغ کے اصول و احکام" ضخیم کتاب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کی خدمت میں بھیجی، انہوں نے از اول تا اخیر اس کو سنا اور مفتی صاحب اور شکریہ کا خط لکھا اور موصوف کو بہت دعائیں دیں، حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ موصوف کے بڑے قدرداں اور مداح تھے، ملاقات کے موقع پر پہلا سوال یہ ہوتا کہ کون سی نئی کتاب لائے ہو؟ "اسباب و اعمال اور تدبیر و توکل کا شرعی درجہ" کتاب پیش کرنے پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا: استفت قلبک ولو افتاک المفتون. یعنی آپ اصلاحی باتیں جس انداز سے لکھ رہے ہیں، اور جس پر آپ کو اطمینان ہے لکھتے رہئے لوگ کچھ بھی کہیں۔

مفتی صاحب موصوف کی تازہ ترین کتابیں، "اسباب و اعمال اور تدبیر و توکل کا شرعی درجہ" "کارکنانِ تبلیغ کے لئے مولانا الیاس صاحبؒ کی مفید باتیں" کا مسودہ

کتاب کے طبع ہونے سے پہلے مفتی صاحب موصوف نے مرکز نظام الدین کے بعض ذمہ داروں کو بھیجا، انہوں نے بغور اس کا مطالعہ کیا اور پورے اطمینان کے ساتھ اس کو واپس فرمایا اور شکریہ اور دعا کے ساتھ متواضعانہ کلمات فرمائے، کتاب کے طبع ہو جانے بعد بعض ذمہ دار واہلِ شوریٰ نے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات پر مشتمل کتابوں کو خصوصاً ''کارکنانِ تبلیغ کے لئے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی مفید باتیں کو'' دعوت وتبلیغ کے نئے پرانے ساتھیوں کو پڑھنے کی اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ترغیب وتاکید فرمائی، متعدد احباب کو نسخے تقسیم کئے گئے۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء اس کتاب ''تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت'' کو بھی طباعت سے پہلے مرکز نظام الدین کے بعض اکابر کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے اس کو بہت پسند کیا اور دعاؤں سے نوازا۔

اس وقت مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی اپنے دیگر تالیفی کاموں کے ساتھ وقت کے بہت حساس لیکن بہت ضروری موضوع (یعنی اکابرِ تبلیغ کی ہدایات کو ذمہ دارانِ تبلیغ کے سامنے رکھنا، تبلیغ کے کام کو غلو وتحریف کے شکار ہونے سے بچانا، اور تبلیغ کے اصول وچھ نمبر پر اکابر کی تشریحات کو منظر عام پر لانے کی سعی) میں لگے ہیں، مفتی صاحب کے رشحاتِ قلم کی خاص بات یہ ہے کہ مفتی صاحب اپنی طرف سے کوئی بات بغیر اکابر کی مرضی کے شائع نہیں فرماتے، مشورہ واستخارہ کے بعد جن مضامین کا منظرِ عام پر لانا مفید ہوتا ہے پھر اس میں کسی لومت لائم کی پرواہ بھی نہیں فرماتے، اس کا ثمرہ ہے کہ تحریر میں خلوص جھلکتا ہے، اور قارئین کو اس سے فیض ملتا ہے، افراط وتفریط میں پڑے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے، اللھم زد فزد۔

اقبال احمد قاسمی

معتمد تعلیم مدرسہ مظہر العلوم بیکن گنج، کانپور

۱۱؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

دعوت وتبلیغ کے موضوع پر اہم کتابیں

مرتب: محمد زید مظاہری ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

(۱) دعوت وتبلیغ کی اہمیت وضرورت اوراس کے مقاصد (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)
اوراس کام کے ذریعہ پورا دین زندہ کرنے کا طریقہ (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)
(۲) تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)
(۳) دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)
(۴) اللہ کے راستے میں نکلنے والوں کے لئے خصوصی ہدایات (افادات مولانا محمد الیاسؒ)
(۵) علماء کا مقام اوران کی ذمہ داریاں (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)
مدارس اور جلسہ وچندے سے متعلق خصوصی ہدایات (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)
(۶) جہاد کی حقیقت اور فی سبیل اللہ کی تشریح (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ مع اضافہ)
(۷) دعوت وتبلیغ کے اصول واحکام (افادات حکیم الامت حضرت تھانویؒ)
(۸) اسباب واعمال اور تدبیر وتوکل کا شرعی درجہ (افادات حکیم الامت حضرت تھانویؒ)
(۹) آدابِ تقریر وآدابِ تربیت (افادات حکیم الامت حضرت تھانویؒ)
(۱۰) احکامِ مناظرہ (دعوت وتبلیغ میں مناظرہ اور حکمت عملی (افادات حضرت تھانویؒ)
(۱۱) اللہ کے راستے میں نکلنے کی اہمیت (افادات مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ)
اور دعوت وتبلیغ سے متعلق ضروری اصطلاحات (افادات مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ)
(۱۲) کتبِ فضائل اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات (شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ)
(۱۳) تبلیغی چھ نمبر قرآن پاک کی روشنی میں (افادات حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، زیر ترتیب)
(۱۴) تبلیغی جماعت اکابر علماء کی نظر میں (زیر ترتیب)